قَالَ اللّٰہُ تعالیٰ
وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ

العطور المجموعۃ

فی ذکر النبی الحبیب صلی اللہ علیہ وسلم

اصل مآخذ

نشر الطیب

مؤلفہ

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ

و

خصائل نبوی مشائخ چشت

مؤلفہ

قطب الاقطاب حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ مہاجر مدنی

مؤلفہ: محمد اقبال مدینہ منورہ

ہدیہ برائے حضرت مولانا

نام کتاب: العطور المجموعہ
مؤلف: محمد اقبال مدینہ منورہ
اشاعت اول: لاہور رمضان المبارک ۱۴۱۱ھ
تعداد: گیارہ سو (۱۱۰۰)
ناشر: مجلس صیانیہ المسلمین، جامعہ اشرفیہ فیروز پور روڈ لاہور

اشاعت دوم: بیروت ذی الحجہ ۱۴۱۱ھ

تعداد: گیارہ ہزار (۱۱۰۰۰)
ناشر: (فضیلہ الشیخ) ملک عبد الحفیظ مکی
مکہ مکرمہ سعودی عرب
کمپوزنگ: الفاروق کمپیوٹرز گنج بخش روڈ لاہور فون ۲۲۱۹۵۳
اہتمام: الحاج محمد حفیظ البرکات شاہ صاحب

ملنے کے پتے

۱۔ مدینہ سٹیشنری مارٹ ۱۷۸۔ انار کلی لاہور پاکستان
۲۔ ضیاء القرآن پبلی کیشنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ۔ اردو بازار لاہور
۳۔ مکتبہ فیض شیخ۔ مسجد صدیق اکبر (الہ آباد) چوہڑ ہڑپال راولپنڈی ۲۶
۴۔ پروفیسر سید مسرت شاہ صاحب۔ معصوم لاج رحمان بابا کالونی پشاور
۵۔ مولانا محمد عابد صاحب۔ مدرس جامعہ خیر المدارس بیرون دہلی گیٹ ملتان
۶۔ حافظ شہیر حسین صاحب صدیقی میسرز ٹاویلرز (پرائیویٹ) لمیٹڈ
ٹاویلرز ہاؤس ڈبلیو۔ ایس۔ اے ۳۰ بلاک نمبرا فیڈرل بی ایریا کراچی

طابع

ناشر کی طرف سے مدرسہ امداد العلوم رحمان پورہ لاہور پاکستان کیلئے برائے تقسیم ھدیہ:

قامت بطباعته وإخراجه دار البشائر الإسلامية للطباعة والنشر والتوزيع
بيروت ـ لبنان ـ ص.ب: ۱٤ـ٥٩٥٥

بسم الله الرحمن الرحیم

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى رُوحِ
مُحَمَّدٍ فِى الْأَرْوَاحِ وَعَلٰى
جَسَدِهٖ فِى الْأَجْسَادِ وَعَلٰى
قَبْرِهٖ فِى الْقُبُورِ

لابن القیم رحمہ اللہ

لو شق عن قلبی فری وسطہ

ذکرك والتوحید فی شطرہ

ترجمہ : اگر میرے دِل کو چیرا جائے تو دیکھنے والا یہ دیکھے گا کہ اس کے نِصف حصہ میں آپ کا ذکر ہے اور نصف حِصّہ میں توحید ہے (جلاء الافہام)

○

صبا تُو جا کے یہ کہیو مِرے سلام کے بعد
کہ تیرے نام کی رٹ ہے خدا کے نام کے بعد

بعد از خُدا بزرگ توئی قِصّہ مختصر

فَبِأَیِّ حَدِیْثٍۭ بَعْدَهٗ یُؤْمِنُوْنَ

○

مشروعیت ومطلوبیت مجالس ذکر شریف

حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ اپنے رسالہ نشر الطیب میں آیۃ شریفہ اور روایاتِ حدیث نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: "حق تعالیٰ کے ارشاد سے" حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول وفعل سے، صحابہؓ و تابعین کے عمل سے اس ذکر شریف (یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل، خصائص اور شمائل سُننا سُنانا اور اس کے لیے بُلانا اور اس کی کثرت و تکرار) کا مندوب ومحبوب ہونا معلوم ومفہوم ہُوا (نشر الطیب فصل ۳۹)

ذکر شریف کی کثرت سے محبت اور محبت سے قیامت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت و شفاعت نصیب ہوگی اور زیادتی محبت سے اتباعِ سُنت کی توفیق ہو کر اللہ تعالیٰ کی محبوبیت حاصل ہوگی

محبت و اتباعِ سُنت وجوبِ شرعی ہے تو اس کے ذرائع بھی اسی درجہ میں مطلوب ہوئے (ماخوذ از نشر الطیب)

اس لیے اکابر علماء وصلحاء کا شب و روز یہی مشغلہ رہا ہے۔ اگرچہ صورت مختلف رہی۔

○

"وہ جُملہ حالات جن کو رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذرا سا بھی علاقہ ہو۔ اُن کا ذکر ہمارے نزدیک نہایت پسندیدہ اور اعلیٰ درجہ کا مستحب ہے۔ خواہ ذکر ولادت شریفہ ہو یا آپؐ کے بول و براز، نشست و برخاست اور بیداری و خواب کا تذکرہ ہو"

(حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ ۔ المہند)

فہرست

تقریظ

حضرت مولانا پروفیسر محمد اشرف صاحب سلیمانی دامت برکاتہم
سلسلہ عالیہ چشتیہ امدادیہ اشرفیہ سلیمانیہ کے گل سرسبد

شمیم
العطور المجموعۃ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دو حرفے از مراد دل بگوئیم بپائے خواجہ چیشماں رابمالیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی خیر خلقہ افضل الانبیاء والمرسلین وعلی آلہ واصحابہ الطاہرین الطیبین۔

حضرت محمد مصطفیٰ، احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ سید المرسلین خاتم النبیین، امام الرسل، مقصد آفرینش، اور باعث وجود کائنات ہیں۔ دوعالم کی رونقیں آپ کی ذات اقدس سے قائم اور کائنات کا ظہور آپ کے دم قدم سے ہوا۔

آپ اگر مقصود نہ ہوتے کون و مکان موجود نہ ہوتے
اور مسجود نہ ہوتے آدم صلی اللہ علیہ وسلم

آمد تری اے ابر کرم رونق عالم تیرے ہی لئے گلشن ہستی یہ بنا ہے
فردوس و جہنم تری تخلیق سے قائم یہ فرق بد و نیک ترے دم سے ہوا ہے
فرمان دو عالم تیری توقیع سے نافذ تیری ہی شفاعت پہ رحیمی کی بنا ہے

حسن و جمال، فضل و کمال، عطاء و نوال اور محبوبیت و خوبی کا جو ارفع و اعلیٰ درجہ اور اوج امتیاز کا جو نکتہ معراج تھا وہ سراپا جہاں آرائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں نمایاں تھا

خلقت مبراءً من کل عیبٍ　　کانک قد خلقت کما تشاء

(حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ)

"اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ ہر عیب سے اس طرح پاک پیدا کئے گئے گویا جیسا آپ چاہتے ہیں ویسا آپ کو پیدا کیا گیا"

حسن تخلیق کا شاہکار حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پیکر پاک میں جلوہ فگن ہوا، جو ظاہراً و باطناً، سیرۃً و صورۃً، اپنی مثال آپ تھا، جس جیسا نہ کوئی پیدا ہوا نہ ہے، نہ ہو گا، اللہ جل جلالہ، عم نوالہ و عزاسمہ، کا جیسے اس کی الوہیت میں کوئی بھی شریک و سہیم، شبہ و شبیہ، مقابل و نظیر نہیں، اسی طرح مخلوق و عبدیت کے کمالات و فضائل میں آپ کا کوئی ہمسر و عدیل مقابل و برابر نہیں، آپ اپنی ذات و صفات اور محاسن و کمالات میں جامعیت کبریٰ کے اس ذروہ فوز پر فائق ہیں جس سے آگے کوئی فوق و بلندی خوبی و کمال باقی نہیں رہتا۔

بلغ　العلی　بکمالہ　کشف　الدجی　بجمالہ

حسنت　جمیع　خصالہ　صلوا　علیہ　و آلہ

اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی اور آپ کی شان کے لائق ہر خوبی و محبوبی عز و شرف، قبولیت و رفعت سے نوازا، اور دلربائی و دلستانی میں پوری مخلوق میں لاثانی و بے مثال بنا دیا، بقول صدیقۃ الکبریٰ سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا۔

فَلَو سَمِعُوا فِي مصر أوصَافَ خَدِهِ　　لَمَا بَذَلُوا فِي سُوم يُوسُف مِن نَقَدِ

لَوَاحِي زُلَيخَا لو رأيْنَ جَبِيْنَهُ　　لآثرن بِقَطع القُلوْبِ على الأيْدِي

(الزرقانی علی المواہب ج ۳ ص ۳۹۳)

ترجمہ: اگر مصر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رخسار مبارک کے اوصاف سنے گئے ہوتے تو وہ یوسف علیہ السلام کی خریداری میں اپنی نقدی کو صرف نہ کرتے، اور اگر زلیخا زندہ ہوتی اور مصر کی عورتوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جبین اقدس دیکھی ہوتی تو وہ عورتیں ہاتھوں کے بجائے دلوں کے کاٹنے کو ترجیح دیتیں، سچ ہے۔

تو ہے مجموعہ خوبی و سراپائے جمال کونسی تیری ادا دل کی طلبگار نہیں

اللہ تعالیٰ نے ان جملہ محامد و محاسن، کمالات و فضائل سے نواز کر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو خاتم النبیین کے مقام رفیع پر سرافراز فرمایا، اور آپ کو پوری مخلوق کے لئے رسول و نبی، اسوہ و نمونہ، ہادی و مقتدا بنا دیا، اور آپ کی نبوت و رسالت میں ہدایت و نجات و فلاح دارین کو منحصر و مقید فرما دیا، اب (یعنی آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی بعثت سے لے کر ابد الآباد تک) آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ذات و صفات، عقائد و دین، اعمال و کردار، اقوال و افعال، اللہ تعالیٰ کا واحد پسندیدگی و رضامندی کا راستہ وسیلہ، اور نمونہ ہے، اب جسے بھی ملے گا، جہاں بھی ملے گا جب بھی ملے گا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ عالیہ کے قبول کرنے اور اس پر عمل کرنے سے ملے گا، کہ فیصلہ ربانی ہی یہ ہے کہ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نمونے کو اپنالے گا آپ کے رنگ میں رنگ جائے گا، آپ کی ادائیں، آپ کی سنتیں، آپ کے احکام اس کی زندگی میں رچ بس جائیں گے اور جو آپ کی منع کردہ باتوں و اعمال سے بچ جائے گا وہ اللہ تعالیٰ کی محبوبیت کے مقام پر فائز ہو جائے گا ۔

کیا شان ہے اللہ رے محبوب نبی کی محبوب خدا ہے وہ جو محبوب نبی ہے

بندے کی محبت سے ہے آقا کی محبت جو پیرو احمد ہے وہ محبوب خدا ہے

ارشاد ربانی ہے ﴿قُل إن كُنتُم تُحبُّونَ الله فَاتَّبِعُوني يُحبِبكُم الله وَيَغفِر لَكُم ذُنُوبكم﴾.

(آل عمران آیت ۳۱)

ترجمہ. کہہ دیجئے (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری راہ چلو تاکہ تم سے اللہ تعالیٰ محبت کرے اور تمہارے گناہ بخشے

غرض جو شخص بھی حضور انور (روحی فداہ) صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ عالیہ کو اپنائے گا اللہ تعالیٰ کے کمال انعام و اکرام، محبت و کرم، بخشش و عطاء سے نواز دیا جائے گا، اور دارین کے فوز و فلاح و کامرانی سے ہم کنار ہو جائے گا۔

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر ایمان، آپ کی محبت، آپ کا اتباع، اللہ تعالیٰ کی رضا و قرب کا موجب و سبب ہے اسی طرح ایمان و محبت کے جذبات اور آپ کی اتباع کی نیت سے آپ کا تذکرہ، آپ کی سیرۃ سے اشتغال، آپ پر درود شریف کی کثرت، بھی رضائے حق کا

وسیلہ اور ازدیاد حب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذریعہ ہے، اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ادنیٰ نسبت رکھنے والے مسلمان بھی ہمیشہ آپ کی اتباع کو زندگی کی بہار و رونق، اور آپ کی محبت کو دلوں کا سرور اور سرمایہ آخرت سمجھتے رہے اور آپ کی زندگی کے احوال اور آپ کی سیرت و سوانح کو قلب بند و قلم بند کرتے رہے، آپ کی سیرت پاک کے سننے سنانے اور لکھنے لکھانے کا دستور قرون اولی سے شروع ہوا اور آج تک نسلاًبعد نسل اور قرناًبعد قرن یہ پاکیزہ عمل امت میں رائج ہے اور ہر زمان و مکان میں سیرت النبی علیٰ صاحبہا الف الف تحیۃً و سلاماً پر تحریریں وجود میں آتی رہیں۔ اس پچھلے دور میں بھی متعدد وقیع اور پراثر کتابیں سیرت پر لکھی گئیں، اس وقت، ہمارے زیر نظر جو کتاب ہے وہ بھی اس دور کا "در ثمین" اور گوہر نایاب ہے۔

ماضی قریب میں برہند و پاک میں دو عظیم و بزرگ ہستیاں گزری ہیں جو بیک وقت ظاہری و باطنی علوم کی جامع شریعت و طریقت کی امام اور جملہ شرعی اور دینی علوم کی ماہر تھیں، بندہ کی مراد، شیخ الکل، حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ، اور محدث کبیر، قطب الاقطاب، برکۃ العصر، حضرت مولانا زکریا کاندھلوی، مہاجر مدنی قدس سرہ سے ہے، حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ اس دور کے اعظم المصنفین تھے جن کی تصنیفات ایک ہزار کے قریب تھیں، مواعظ و ملفوظات کے دفاتر اس کے علاوہ ہیں، حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی طرح کثیر التصانیف ہیں، حضرت تھانوی رحمتہ اللہ علیہ کی سیرت پر مشہور و متداول کتاب "نشر الطیب" ہے، اللہ تعالیٰ نے اسے، جو برکت و مقبولیت عطا فرمائی وہ اظہر من الشمس ہے۔

یہ کتاب پندرہویں صدی کے مجدد حضرت الشیخ مولانا محمد زکریا صاحب قدس سرہ کو بھی پسند آئی۔ حضرت الشیخ قدس روحہ کے خلیفہ خاص، اور مسترشد بالاختصاص، حضرت صوفی محمد اقبال صاحب مدظلہم، کسی تعارف کے محتاج نہیں، اپنے صوفیانہ مزاج اور بے نفسی میں اسلاف کی یادگار ہیں، انہوں نے ہر دو بزرگوں کی سیرت کے بارے میں علمی یادگاروں، نشر الطیب، اور خصائل نبوی صلی اللہ علیہ وسلم، ـــــ کو اس طرح جمع فرما دیا کہ نشر الطیب کو بنیاد بنا کر اس میں خصائل نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے چیدہ چیدہ نقول و دیگر کتابوں سے اشعار نعت وغیرہ کا اضافہ کر دیا ہے، مزید برآں اپنے شیخ مرشدنا حضرت مولانا زکریا قدس اللہ سرہ کے اتباع سیرت کے واقعات عجیب دلستان، دلکش اور دلچسپ پیرایہ میں نقل کر دیئے ہیں، یہ واقعات اگر ایک

طرف حضرت صوفی صاحب مدظلہم کی محبت شیخ پر دال ہیں تو دوسری طرف ہم جیسے بے ہمتوں اور ان لوگوں کے لئے جو اپنی بے ہمتی سے "سنت" کے بہت سے "اعمال واقوال" کو یہ کہہ کر صرف نظر کر لیتے ہیں کہ یہ "نیا زمانہ" ہے اس دور میں ان "باتوں" کا چلن نہیں ہو سکتا، کے لئے "سرمہ بینش محرک عمل اور تازیانہ عبرت و مہمیز عزیمت ہیں" زمانہ ہزار رنگ بدلے عشق و محبت کی راہ نہیں بدلا کرتی حب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم زمان و مکان کی مقید نہیں، اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ اور سنت آپ کی ختم نبوت کی برکت سے تاقیام قیامت جاری و ساری قائم و دائم اور تروتازہ ہے۔

حقیقت ابدی ہے مقام شبیری　　　بدلتے رہتے ہیں انداز کوفی و شامی

اس لئے اس راہ کا ہر راہی ببانگ دہل پکارتا ہے۔

"لولاک لما" عنوان ترا، فرمان خدا فرمان ترا　　　پیغام خدا فرمان ترا ایمان خدا ایمان ترا

تیری محبت دین مرا اور دین تیرا آئین مرا　　　ہر لفظ پہ تیرے یقین مرا، عرفان خدا عرفان ترا

فقیر اپنی بے بضاعتی کی وجہ سے کسی صورت اس کا اہل نہ تھا کہ امت کے دو درخشندہ عظیم بزرگوں کی کتابوں پر کچھ لکھنے کی ہمت کرے، لیکن حضرت صوفی صاحب مدظلہم کا حکم موجب امتثال امر ہوا، مزید برآں اس خیال نے جرأت آزمائی پر آمادہ کیا، کہ شاید "یوسف کے خریداروں" کی گرد راہ بنا بندہ کی نجات کا ذریعہ بن جائے۔ وماذالک علی اللہ بعزیز، دل سجدہ ریز ہے، اور صمیم قلب سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت صوفی صاحب مدظلہم کی اس کاوش کو قبول فرمائیں اور پورے عالم کو "العطور المجموعہ" کی عطر بیزیوں اور خوشبو سے مشکبار کریں

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین
وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

محمد اشرف

اشرف منزل نزد اسلامیہ کالج　　　۲۴ شعبان ۱۴۱۱ھ

پشاور　　　۱۲/۳/۱۹۹۱ء

تقریظ

عارف باللہ حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی دامت برکاتہم

خلیفہ مجاز امام الاولیاء حضرت لاہوری قدس سرہ

الحمد للہ رب العالمین الرحمٰن الرحیم والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الکریم الذی ھو بالمومنین رؤف رحیم وعلی آلہ واصحابہ وذریاتہ اجمعین الی یوم الدین امابعد

سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مقام رفیع کو ممتاز حیثیت سے یوں ارشاد فرمایا۔

"ومحمد فرق بین الناس" یعنی جب تک سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان تمام صفات اور خصوصیات کے ساتھ صدق دل سے تسلیم نہ کیا جائے گا جو ان کو من جانب اللہ عطاء ہوئی ہیں اس وقت تک تمام عقائد اور اعمال، اخلاق، آداب وغیرہ امور ناقابل اعتماد اور عند اللہ غیر مقبول ہیں اسی مقام رفیع کو امت تک پہنچانے کے لئے ہر زمانہ میں علماء کرام نے سیرت مقدسہ کے ہر ہر پہلو پر ادب و احترام وقار و احتشام کو مد نظر رکھتے ہوئے لکھنے کی سعادت حاصل کی ہے، اور اسی کو اپنے لئے وسیلہ قرب صاحب لواء الحمد یقین کیا ہے۔ ہمارے اکابر کا یہ طرہ امتیاز رہا ہے کہ انہوں نے ادب و احترام محبت اور عقیدت میں عمریں صرف کر ڈالیں اقوال سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریح اور توضیح سے لے کر نظماً نثراً ایسا خراج عقیدت پیش کرنے کی سعادت حاصل کی ہے جو بے نظیر ہے ان ہی میں سے حکیم الامتہ مولانا اشرف علی تھانوی رحمتہ اللہ علیہ نے دوسری دینی موضوعوں کے علاوہ نشر الطیب نامی کتاب تحریر فرمائی جس کے نام ہی سے وہ خوشبو آ رہی ہے جو طابہ اور طیبہ کی مٹی سے آتی ہے اور جس کی برکات کا ظہور یوں ہوا کہ اس کے زمانہ تالیف و ترتیب میں جبکہ پورا ضلع مظفر نگر طاعون جیسی لاعلاج مرض کی لپیٹ میں تھا صرف تھانہ بھون ہی محفوظ رہا اسی طرح مرشد العالم و العلماء راس الاتقیاء عمدۃ الاصفیاء

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا نور اللہ مرقدہ نے خصائل نبوی کو مستقل حیثیت سے مرتب فرمایا۔ یہ دونوں بابرکت کتابیں علیحدہ علیحدہ تھیں مقام شکر ہے کہ حضرت صوفی محمد اقبال نے جن کے متعلق ان کے استاد محترم مفکر اسلام عارف باللہ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، سوانح حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا میں یوں رقمطراز ہیں۔

"صوفی محمد اقبال ہوشیارپوری ان خوش قسمت افراد میں ہیں جن پر حضرت شیخ کی نظر خاص رہی اور انہوں نے بھی سعادت اور خدمت کا بڑا حصہ پایا اور اعتماد و اختصاص اور اجازت خاص سے سرفراز ہوئے اور اخیر وقت تک جوار رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے شیخ کے دامن عاطفت میں رہے۔ شیخ کے ملفوظات و افادات اور حالات و مبشرات پر ان کے متعدد رسالے چھپ کر شائع ہو چکے ہیں۔"

اور جن کی اقبال مندی کا یہ عالم ہے کہ روضہ اقدس کی حاضری اور مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سکونت کا نہ صرف شرف حاصل ہے بلکہ کل عالم کو منور کرنے والی ذات سراج منیر صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہی ان کا سرمایہ دارین ہے جس پر ان کی تصانیف شاہد عدل ہیں انہیں میں سے العطور المجموعہ ہے جس کے قلمی مسودہ کی سرسری زیارت کا شرف اس گناہ گار کو بھی ان کی شفقت سے میسر ہوا جی تو یہ چاہتا ہے کہ اس بابرکت کتاب کا ایک ایک حرف کئی بار پڑھوں۔ مگر علالت نے اس سعادت سے محروم رکھا۔ پھر بھی یہ کہہ سکتا ہوں کہ اس کتاب مستطاب سے عشق نبوی میں اضافہ ہو گا اور محترم عالی مرتبت کے روحانی مدارج میں ترقی کے ساتھ ساتھ عالم اسلامی پر رحمتوں کے نزول کا قوی ذریعہ اور وسیلہ ہو جائے گا۔

احقر الناس محمد زاہد الحسینی

۲۲ ج ۲ سن ۱۴۱۱ھ

۹ جنوری ۱۹۹۱ء

تقریظ

فضیلۃ الشیخ حضرت مولانا عبدالحفیظ صاحب مکی دامت برکاتہم
خلیفہ مجاز قطب الاقطاب حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علی من لانبی بعدہ وعلی آلہ واصحابہ وازواجہ ومن اتبع ہدیہ،
امابعد کہ اس زمانہ میں الحاد و زندقہ و مادہ پرستی و عقلانیت کے غلبہ کا دور دورہ ہے جس کی وجہ سے عام مسلمانوں میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے تعلق و محبت و عظمت میں واضح کمی ہر شخص محسوس کر رہا ہے۔ اور یہ رجحان پڑھے لکھے مسلمان طبقہ میں عام ہو رہا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فداہ ابی وامی کو صرف ایک لیڈر ــــ عظیم شخصیت ــــ ریفارمر اور بہترین قائد کی حیثیت سے ہی متعارف کرایا جارہا ہے۔ مگر "ان کا بحیثیت قیامت تک کے لئے نبی و رسول ہونا ان کی ذات اقدس سے محبت و عظمت کا جذباتی تعلق ہونا جس پر رسالت کے احکام اور آخرت کی اصلی و دائمی زندگی کی کامیابی کا مدار ہے۔ اور یہ محبت و عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم قرب الٰہی کا اہم ترین ذریعہ ہے" ۔ اس کو بالکل فراموش ہی نہیں کیا جارہا بلکہ مختلف انداز و تعبیرات سے یہ تاثر دیا جارہا ہے کہ گویا یہ باتیں اسلامی اصول کے خلاف اور نعوذ باللہ شرک و بدعت ہیں۔ یہ ایک المناک حقیقت واقعہ ہے۔ جس کی وجہ سے ہر سمجھدار دیندار شخص کو یہ پریشانی لاحق ہے کہ اس مسئلے کا کچھ حل ہونا چاہئے۔

چونکہ مسئلہ بڑا نازک اور اہم ہے۔ اور افراط و تفریط دونوں میں خطرے ہی خطرے ہیں اس لئے ضرورت تھی کہ حکمت و اعتدال کے ساتھ اس اہم مشکل کا حل کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ بہترین جزاء خیر عطاء فرمائیں حضرت صوفی محمد اقبال صاحب مدنی مدظلہم العالی کو کہ

انھوں نے بہت ہی اہم کام کے لئے قلم اٹھایا۔ اور باری کریم نے اپنے فضل و کرم سے ان کی دستگیری فرمائی اور ماشاء اللہ بہت خوب انداز سے حضرت اقدس حکیم الامت جامع شریعت و طریقت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ العزیز کی کتاب مستطاب "نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب صلی اللہ علیہ وسلم" کی تلخیص و تنسیق کا کام سرانجام دیا اور ساتھ ساتھ قطب الاقطاب حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا قدس سرہ کی مبارک کتاب "خصائل نبوی اور ذکر مبارک" سے جگہ جگہ استفادہ کیا۔

اس اہم موضوع پر ایسی کتاب کی ضرورت و اہمیت نیز خود اس موضوع کے اہم ہونے اور رسالہ نشر الطیب کی تسہیل کی ضرورت کو محب محترم حضرت مولانا حبیب اللہ مظاہری مدنی نے اس طرح تقدیم میں واضح فرما دیا ہے کہ جس میں انشاء اللہ کسی صاحب علم اور درد مند اسلام کو کلام نہیں ہو سکتا۔

اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس کتاب "العطور المجموعۃ" یعنی "مجالس نشر الطیب بذکر النبی الحبیب صلی اللہ علیہ وسلم" کو قبولیت خاصہ سے سرفراز فرمائے اور اپنے بندوں کو اس سے کماحقہ مستفیض ہونے کی توفیق عطا فرمائے اور حضور اقدس سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت و حقیقی اتباع کے عام ہونے کا ذریعہ مقبولہ بنائے آمین۔

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

عبدالحفیظ مکی

۶ جمادی الاولی ۱۴۱۱ھ

مدینہ منورہ

تقدیم

حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب مظاہری مہاجر مدنی دامت برکاتہم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله الذي رفع ذِكرَ حبيبِهِ فِي العَالَمِين، والصَلوٰةُ وَالسَّلامُ على سيد الأولينَ والآخِرين سيدِنَا مُحمد شفيعِ المذنبينَ، وعلى آله وصحبهِ هداة الحقِ ودُعَاة الدِّينِ ومن سلك طريقهم وتمسك بحبالِهم إلى يوم الدين، أما بعد:

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے۔

لَا يُؤمِنُ أَحَدُكُم حَتّٰى أَكُوْنَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ.[1]

کمال ایمان کے لئے ضروری ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی محبت ہر شئی سے بڑھ کر ہو جس کی عملی تمثیل حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ ہے[2] ——— (مفصل واقعہ اس رسالہ کی سترہویں مجلس میں دیکھیں) لہٰذا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی محبت کا سب سے زیادہ ہونا مطلوب شرعی اور فرض ہے اور جو چیزیں اس محبت کو بڑھاتی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ آپ کے اوصاف جمیلہ اور خصائل حمیدہ اور کمالات ممیّزہ کو خوب بیان کیا جائے۔

اس سلسلہ میں بڑے بڑے تاریخی واقعات اور مناسبات سے استفادہ کرنا اور ان کو غنیمت جاننا سیرت معطرہ اور اخلاق و افعال نبوی کو عام کرنے کے لئے محبوب و پسندیدہ امر ہے جیسا کہ سیرت مبارکہ کا پڑھنا پڑھانا اور آپ کے اخلاق و اوصاف جمیلہ کو جاننا تہذیب نفس کے لئے

---

[1] صحیح بخاری شریف کتاب الایمان باب حب الرسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم من الایمان و صحیح مسلم کتاب الایمان باب وجوب محبت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم اکثر من الاہل الخ

[2] باب الایمان والنذور للبخاری

بہترین چیز ہے۔

ہر سال بہت سے ایسے مواقع ہمارے سامنے ہوتے ہیں ان ہی میں سے ایک موقعہ ولادت و میلاد شریف کا ہے جو بہت سے دینی امور کے لئے مذکر ہے اور بلاشبہ آپ کی سیرت مبارکہ کو وقتاً فوقتاً سال میں متعدد بار مختلف اسلامی مناسبات میں عوام و خواص کے سامنے لانا تاریخ اسلام اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی زندگی کے ساتھ ربط کو بڑا مضبوط کرتا ہے۔

اس رشتہ اسلامی کی پختگی کے لئے مجالس ذکر نبوی کی ضرورت اور اہمیت خوب سمجھ میں آتی ہے بلکہ ایسی مجالس کا قیام خصوصاً اس زمانہ کی ضروریات سے ہو جاتا ہے۔ کیونکہ امت میں فتنے عام ہو گئے ہیں، افکار صحیح نہیں رہے، اور مسلمانوں کو سنت اور صحیح راستے سے ہٹانے کے لئے، عقائد و اعمال خراب کرنے کے لئے، مختلف طرق سے داخلی اور خارجی ذرائع سے شکوک و شبہات پیدا کئے جا رہے ہیں جس کی وجہ سے عموماً عوام اور خصوصاً جدید طبقہ دین سے دور ہوتا جا رہا ہے۔ اور قلوب میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی محبت میں کمی آتی جا رہی ہے جو سب کے سامنے اور ہر دیندار کے لئے مشاہد ہے۔

اس لئے ہمیں چاہئے کہ ایسی مجالس اور مواقع سے فائدہ اٹھائیں اور اپنے بچوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت اور آپ کی سیرت و سنت اور قول و فعل میں آپ کے اتباع کی بنیاد مضبوط کریں اور ان کو بتائیں کہ آپ اور صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی مقتداء حقیقی ہیں دوسرا کوئی نہیں۔

حق تو یہ ہے کہ اس رحمتہ مہداۃ اور نعمت کاملہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کا ذکر تمام وظائف کا وظیفہ اور حرز جان ہونا چاہئے۔ اور اس کے لئے کسی موقع یا مناسبت کی تلاش نہیں ہونی چاہئے بلکہ سچی محبت ہو تو محب تو ہر موقع اور مناسبت کو ذکر محبوب کے تابع بنا لیتا ہے لیکن اب اس محبت ہی میں کمی آ گئی تو اس کمی کو دور کرنے کے لئے اب مواقع اور مناسبات ڈھونڈھے جانے لگے کہ "مالا یدرک کلہ لا یترک کلہ" اور اسی سے امید ہے کہ حسب قاعدہ "اذا تکرر الشئ علی اللسان تقرر فی القلب" سچی محبت پیدا ہو جائے،

اور حسب حدیث نبوی "ان من الشعر حکمۃ[1]" اور ان من البیان لسحرا[1]" بعض طرق

---

(۱) صحیح البخاری کتاب الادب مایجوز من الشعر الخ

بیان کا بعض سے اوقع فی النفس ہونا ظاہر ہے۔ نیز یہ بھی مشاہدہ ہے کہ لوگ بڑے بڑے تاریخی واقعات کو نظم میں بیان کرتے ہیں تو ان کا اثر بہت زیادہ بڑھ جاتا ہے، اس کی بہت سی مثالیں ہمارے سامنے ہیں اس لئے اگر ان مجالس میں اجتماعی طور سے سیرت مبارکہ کے بعض حصوں کو اشعار میں بیان کیا جائے تو یہ زیادہ مذکر اور زیادہ اثر آفریں ہو گا، چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کے اصحاب میں بعض حضرات اشعار میں اوصاف نبوی کو بیان فرمایا کرتے تھے۔ جن میں حضرات حسان بن ثابت، عبداللہ بن رواحہ، کعب بن مالک رضی اللہ عنہم بہت مشہور ہیں۔

بعض اوقات خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کا بالقصد سننا بھی وارد ہے۔ چنانچہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا منبر شریف پر مسجد نبوی میں اسی مقصد کے لئے تشریف فرما ہونا بھی مشہور و معروف ہے اور اس سے متعلق بعض روایات خود کتاب "نشرالطیب" میں بھی مندرج ہیں۔ اور یہ سب اس لئے ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم مکمل التوحید ہیں اور آپ کی تعظیم و توقیر اور محبت پر سارے دین اسلام کی بنیاد قائم ہے، اس احترام اور تعظیم کے نہ ہونے سے سارا دین ختم ہو جاتا ہے اسی وجہ سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے بعض مواقع پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں اپنی محبت کو بڑھانے کے لئے جو کمال ایمان کی شرط ہے اپنے خصائص خود بھی بیان فرمائے جو ازدیاد محبت کا باعث ہیں مثلاً "انا سید ولد آدم ولا فخر" اور "الا وانا حبیب اللہ" وغیرہ اور یہ سر ہے کہ محبت نبوی کا ہر چیز سے زیادہ ہونا تکمیل ایمان کے لئے ضروری ہے۔ اور جب محبت اتنی ضروری ہے تو اس کے حصول کے جو وسائل اور مناسبات ہیں وہ بھی ضروری ہوئے بشرطیکہ یہ وسائل اور لوازمات و مناسبات اصول شریعت کے مخالف نہ ہوں، نیز وسائل کو مقاصد نہ بنایا جائے ورنہ یہی بدعات بن جائیں گے۔

ایک اہم وضاحت

یہاں دو چیزیں الگ الگ ہیں۔ ایک ذکر مبارک اور اس کے فوائد و ثمرات۔ عشق رسول

---

(۲) صحیح البخاری کتاب الطب باب ان من البیان لسحراً

اور اتباع سنت۔ اس لئے خصائص اور محامد نبویہ کے بیان کے ضروری ہونے اور موجب خیرات وبرکات دنیوی واخروی ہونے میں کس کو اختلاف ہو سکتا ہے۔ اس کا اہتمام تو ہمیشہ سے علماء امت میں قولاًو فعلاًہوتا آیا ہے۔ اس سلسلہ میں ان کی تصانیف، مواعظ اور مجالس بلکہ ساری زندگی شاہد عدل ہے۔

دوسری چیز اس عظیم مقصد کے لئے مجالس بہ ہیأت مخصوصہ کا قیام ہے۔ یہ مجالس اگر منکرات اور بدعات سے خالی ہوں تو مباح یا مستحب ہیں۔ ان مجالس میں جب بوالہوس عوام اور علماء سوء نے منکرات کو داخل کر دیا۔ حرام اور اعتقادی غلطیوں سے بدعات کا رنگ چڑھنا شروع ہوا بلکہ بعض مواقع میں شرک تک نوبت پہنچ گئی تو علماء حقہ نے منکرات کا سختی سے انکار کیا اور ان کو ختم کرنے کے لئے ان مجالس مباحہ میں شرکت سے خواص کو سداً للذریعہ روکا۔ اللہ تعالیٰ ان علماء حقہ کی سعی کو مشکور فرمائے۔ اور اب بھی منکرات و بدعات کے اندیشہ کی وجہ سے بہت سے علماء ان مجالس میں شرکت سے منع کرتے ہیں جو دینی مصلحت اور دور اندیشی کا مقتضا ہے۔ لیکن آج کل صورت کچھ ایسی ہو گئی ہے کہ رسومات اور بدعات کے اندیشہ وقوع کے مقابلہ میں ارتداد خفی میں لوگ مبتلا ہو رہے ہیں اور محبت و عظمت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی کمی کی وجہ سے اہانت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک نوبت پہنچ رہی ہے جو کہ کفر صریح ہے یعنی گڑھے کے خوف سے گہرے کنوئیں میں گر رہے ہیں. اس لئے اب بعض دوسرے مصلحت اندیش علماء کے نزدیک دینی مصلحت ان مجالس کے قیام میں ہے کہ بدعت کے خوف کے مقابلہ میں وقوع کفر زیادہ سخت ہے۔ تاہم سابقہ تلخ تجربات کی بنا پر ان مجالس خیرات و برکات میں منکرات کے داخل ہونے کی کڑی نگرانی کی ضرورت ہے۔

اسی طرح مرغب اور منشط امور کے اہتمام کے ساتھ اصل مقصد جس میں خصائص نبویہ کا بیان اور کثرت درود شریف ہیں کو زیادہ اہمیت دی جائے۔ اور ان دونوں امور یعنی منکرات سے احتراز اور مقصد کے اہتمام کو صرف ان مجالس تک محدود نہ رکھا جائے بلکہ ہر دینی خدمت، تحریر و تقریر، وغیرہ میں ملحوظ رکھا جائے اور یہ بھی مدنظر رہے کہ ناجائز طریقہ سے کسی بھی نیک مقصد کو حاصل کرنا نیکی نہیں ہے۔ اس میں بے سند روایات کا بیان اور بعض تعینات و

تخصیصات اور تقلیدات وغیرہ داخل ہیں اور بعض دوسرے کھلے ہوئے منکرات کو تو سب ہی جانتے ہیں۔ اور آج کل عوام گمراہ مفکرین کی تحریرات و تالیفات کو بہت شوق سے پڑھتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کو ضروریات دین اور دین کے مسلمہ مسائل اور فروعی جزئی مسائل کے فرق کا علم نہیں۔ عقائد اور عبادت کے معنی نہیں جانتے۔ تعبدی احکامات اور عقل کے دائرہ کار سے واقف نہیں۔ اسی طرح روایات تاریخیہ اور حدیث پاک کے فرق کو نہیں سمجھتے۔ نہ ہی حدیث و تفسیر کے متعلقہ علوم سے واقف ہوتے ہیں۔ نہ مقام صحابہ کو سمجھتے ہیں۔ نہ علماء مجتہدین اور عوام علماء کے درمیان فرق کر پاتے ہیں۔

دوسری طرف علماء حقہ کی تصنیفات میں جو علمی جواہر پارے ہیں عموماً علمی زبان اور اصطلاحات میں ہونے کی وجہ سے عوام کماحقہ ان سے مستفید نہیں ہو پاتے۔ اور بے سند، نام نہاد، گمراہ علماء کی گمراہی، عقلی اور ادبی شیرینی کے ساتھ ان کے قلوب میں جاگزیں ہوتی جاتی ہے۔ اس لئے ضرورت ہے کہ اپنے بزرگان دین کی کتابوں کو موجودہ اور سہل زبان میں عوام کی استعداد کے موافق آسان کر کے پیش کیا جائے۔

مذکورہ مقاصد کے حصول کے لئے، نیز مجالس اور انفرادی طور پر پڑھنے کے لئے ہمارے اکابر کی کئی ایک تصانیف ہیں۔ جن میں حکیم الامت، مجدد الملت، محی السنّت، ماحی البدعت حضرت مولانا شاہ اشرف علی صاحب چشتی قادری نقشبندی سہروردی قدس سرہ کی تصنیف ”نشر الطیب بذکر النبی الحبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم“ کا ایک خاص مقام ہے۔ بہت ہی بابرکت کتاب ہے، اس کا معتبر ہونا تو مصنف کے نام نامی ہی سے ظاہر ہے۔ یہ کتاب سنہ ۱۳۲۹ھ میں لکھی گئی تھی، اور جیسا کہ مقدمہ سے ظاہر ہے یہ کتاب عوامی مجالس حتیٰ کہ گھروں میں بچوں اور عورتوں کے مجمع میں سنانے اور پڑھنے کے لئے تھی، اس وقت بلکہ آج سے پچاس برس پہلے تک عوام بھی اس سے پورا پورا فائدہ حاصل کرتے تھے، مگر آج کل عربی فارسی، اور دینی اصطلاحات سے عدم واقفیت بلکہ خود اردو زبان اور اس کے لہجہ میں تبدیلی کی وجہ سے عوام تو عوام، جدید تعلیم یافتہ طبقہ بھی اس سے استفادہ نہیں کر پا رہا ہے۔ اس لئے ضرورت تھی کہ کوئی صاحب دل اس کی تسہیل و تلخیص کر دے۔

اس کام کے لئے اللہ تعالیٰ نے قرعہ فال جناب صوفی محمد اقبال صاحب زاد مجدہم مہاجر مدنی

خلیفہ خاص و منظور نظر قطب الاقطاب حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا قدس سرہ کے نام نکلا، جو اس کے واقعی مستحق اور اہل ہیں کہ خود حضرت شیخ رحمتہ اللہ علیہ بھی اپنی حیات میں ان سے اس قسم کے کام لیا کرتے تھے۔ اور مضمون کی مناسبت سے حضرت شیخ الحدیث رحمتہ اللہ علیہ کے معارف ان کی کتاب "خصائل نبوی" سے منتخب کر کے اس کتاب کا جزو بنا دیا ہے، اور بعض دوسرے مباحث بھی جو بہت مفید تھے اس کتاب میں آ گئے، جیسے ان مجالس کا ضروری ہونا۔ ، مباحث عبدیت، توسل، حدیث شد الرحال کی تشریح اور دعوت کے کام کے لئے خلوت کی ضرورت وغیرہ اور تشویق کے لئے مناسب اشعار بھی جگہ جگہ لکھ دیئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو نافع و مقبول بنائے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعلٰى آلِهِ وَسَلَّمَ تَسْلِيْماً كَثِيْراً كَثِيْراً.

حبیب اللہ مظاہری

مدینہ منورہ ۲۰ ربیع الثانی ۱۴۱۱ھ

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین الرحمٰن الرحیم مالک یوم الدین ایاک نعبد و ایاک نستعین واشہد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ واشہد ان محمداً عبدہ رسولہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید الموجودات الذی قال "انا سید ولد آدم ولا فخر وعلی آلہ واصحابہ واتباعہ الی یوم الحشر۔ "

امابعد! یہ عاجز جو لب گور ہے۔ اللہ پاک کی رحمت اور سید الابرار صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا محتاج ہے۔ عاشقان نبی مختار اور محبان حبیب پروردگار کی خدمت میں عرض کرتا ہے۔ کہ آج کل فتن شرور اور حوادث کا زور ہے۔ فتن باطنی جیسے بدعات و خفی کفر نفاق فسق و فجور میں عام طور پر لوگ مبتلا ہیں۔ ایسے پریشانی اور آفات کے اوقات میں علمائے امت ہمیشہ سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی احادیث کی تلاوت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں مدحیہ کلام و سیرت پاک و معجزات وغیرہ کے بیان اور صلوٰۃ و سلام کی کثرت کا وسیلہ پکڑتے رہے ہیں۔ چنانچہ ایسے حالات میں بخاری شریف کے ختم کا معمول رہا ہے۔ ایسے ہی فتن و شرور اور مصائب و تکالیف سے بچاؤ کے لئے حصن حصین کی تالیف اور قصیدہ بردہ کی تصنیف مشہور و معروف ہے۔ ہمارے حضرت شیخ الحدیث رحمتہ اللہ علیہ بھی اپنے آخری دور میں موت کی یاد اور کثرت صلوٰۃ و سلام کی ترغیب دیتے تھے کہ اس میں فلاح دارین ہے اور حضرت حکیم الامت رحمتہ اللہ علیہ اپنے رسالہ نشر الطیب کی وجہ تالیف میں فرماتے ہیں کہ "میرے قلب پر بھی یہ بات وارد ہوئی کہ اس رسالہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات و روایات بھی ہوں گے جا بجا اس میں درود شریف بھی لکھا ہو گا۔ پڑھنے سننے والے بھی اس کی کثرت کریں گے کیا عجب ہے کہ حق تعالیٰ ان تشویشات سے نجات دیں چنانچہ اس وجہ سے احقر آج کل درود شریف کی کثرت کو اور وظائف سے ترجیح دیتا ہے اور اس کو اطمینان کے ساتھ مقاصد دارین کے لئے زیادہ نافع سمجھتا ہے۔ نیز رسالہ ہذا میں جو ذکر حالات ہو گا اس ذکر حالات سے معرفت اور معرفت سے محبت اور محبت سے قیامت میں معیت اور شفاعت کی

امیدیں اعظم مقاصد سے ہیں غرض ایسے رسالہ سے منافع اور مصالح ہر قسم کے متوقع ہوئے ان وجوہ سے بنام خدا آج کے روز کہ اتفاق سے ربیع الاول کا مہینہ اور دو شنبہ کا دن پہلا عشرہ ہے شروع کر دیا اللہ تعالیٰ تکمیل کو پہنچا کر مقبول اور نافع اور وسیلہ نجات "عن الفتن ماظہر منھا وما بطن" کا دونوں عالم میں فرما دیں آمین۔ بحرمتہ سید المرسلین خاتم النبیین شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم ابد الابدین ودہر الداہرین " انتہی

اس سال ۱۴۱۱ھ کے شروع ہی سے رسالہ مبارکہ نشر الطیب کی تسہیل کا تقاضا تھا۔ لیکن بعض اعذار کی بناء پر شروع کرنے کی نوبت نہ آئی تھی آج جب کہ ربیع الاول کا مہینہ اور پیر کی رات ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور مسجد نبوی میں رسالہ مجالس نشر الطیب کی اللہ پاک کے نام سے ابتداء تو کر دی اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے تکمیل کی توفیق عطا فرمائے اور اس رسالے میں جو غلطیاں ہوئی ہوں ان کو معاف فرما دے۔ ڈر ہے کہ کوئی بات شان اقدس کے خلاف نہ لکھی جائے لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

ضرورت تو صرف رسالہ مبارک نشر الطیب کی تسہیل کی تھی مگر حضرت حکیم الامت رحمتہ اللہ علیہ کی مبارک اور عالمانہ تحریر میں موجودہ وقت کی زبان کے لحاظ سے الفاظ کے مشکل ہونے کے علاوہ عبارت میں ایجاز و اختصار اور کمال جامعیت ہے جس کی تشریح اور اس کو عام فہم بنانے میں مجھ سے یقیناً کئی جگہ غلطیاں ہوتیں جو حضرت رحمہ اللہ کی عبارت کے مفہوم کے خلاف ہو جاتا اس لئے مناسب سمجھا گیا کہ میں نشر الطیب کی تسہیل کے نام کی بجائے "العطور المجموعہ" کے نام سے اس کو اپنا مستقل رسالہ قرار دوں جس کا اصل ماخذ تو نشر الطیب ہو اور ضرورتاً دوسری معتبر کتب مثلاً حضرت شیخ الحدیث رحمتہ اللہ علیہ کے خصائل نبوی وغیرہ سے اضافہ کروں اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے بندہ کے رسالہ "العطور المجموعہ" میں حضرت حکیم الامت کی دعائیں جو انہوں نے اپنے رسالہ نشر الطیب کے لئے کی ہیں قبول فرمائے

اس رسالہ کو چوبیس مجالس پر تقسیم کیا

محمد اقبال

مدینہ منورہ ربیع الاول ۱۴۱۱ھ

زباں تا بود در دہاں جائے گیر
ثنائے محمّد صلی اللہ علیہ وسلم بود دلپذیر

پہلی مجلس کی خوشبوئیں

مشروعیت و مطلوبیت ذکر شریف

آیت شریفہ ”ورفعنا لک ذکرک“

اللہ کریم نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق فرمایا ”ورفعنا لک ذکرک“ اور ہم نے آپ کے لئے آپ کا ذکر بلند کر دیا۔ سید السادات، فخر انبیاء و مکمل التوحید، محاء الملل صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے رفعت ذکر کی یوں تشریح فرمائی۔

أَتَانِيْ جِبْرِيْلُ فَقَالَ: يَقُوْلُ لَكَ رَبُّكَ أَتَدْرِيْ كَيْفَ رَفَعْتُ ذِكْرَكَ؟ قَالَ: اللّٰهُ أَعْلَمُ، قَالَ: إِذَا ذُكِرْتُ ذُكِرتَ مَعِي.

فتح الباری جلد ۸ ص ۵۴۷

ترجمہ: میرے پاس جبرئیل امین آئے اور یہ کہا کہ آپ کا رب فرماتا ہے کہ کیا آپ جانتے ہیں کہ میں نے آپ کا ذکر کس طرح بلند کیا ہے؟ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ یہ تو اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ تو جبرئیل علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان سنایا کہ جب میرا ذکر ہو گا تو میرے ساتھ تیرا بھی ذکر ہو گا۔

اس سے خود حق تعالیٰ کا اس ذکر شریف کو بلند کرنا ثابت ہوا۔

اسلامی عقائد و شریعت میں یہ عقیدہ بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ (۱) توحید باری تعالیٰ پر ایمان بھی اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک سید دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی رسالت کی شہادت نہ دے (۲) اسی طرح جہاں بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر ہو گا وہاں سید دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کا ذکر بھی ہو گا کلمہ طیبہ، اذان، اقامت، نماز سب جگہ آپ کا ذکر عالی ساتھ ساتھ مذکور ہے۔ کوئی تقریر یا تحریر، کوئی مجلس یا وعظ ایسی نہیں جس میں حمد کے ساتھ صلوٰۃ نہ ہو۔ (۳) کائنات ارضی و سماوی میں رفعت شان محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کا

مظہر درود شریف ہے۔ جس کو خود اللہ تعالیٰ نے پہلے اپنے سے شروع فرمایا، ارشاد ہے:
﴿إِنَّ اللَّهَ وملائكته يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وسَلِّمُوا تَسْلِيْماً﴾:

يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّم دَائِماً أَبَداً عَلٰى حَبِيبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِم

اللہ تعالیٰ کی رفعت اور شہرت تو ظاہر ہے۔ اور جو اس کے ساتھ مقرون (لگا ہوا) ہو گا وہ رفعت و شرف میں بھی آپ کے ساتھ ہو گا۔

أَلَا يَا مُحِبَّ المصطفى زِد صَبَابَةً وَضَمِّخ لِسَانَ الْذِّكرِ مِنكَ بِطيبِه
وَلَا تَعبَئَنَّ بِالمُبَطِلِينِ فَإِنَّمَا عَلَامَةُ حُبِّ اللهِ حُبُّ حَبِيبِه

ترجمہ: ؎ سن رکھ اے عاشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تو عشق میں خوب ترقی کر اور اپنی زبان کو خوشبوئے ذکر نبوی سے خوب معطر کر۔ اور اہل بطالت کی کچھ پروا مت کر کیونکہ علامت حب الٰہی کی اس کے حبیب کی محبت ہے۔

آپ کا مجمع میں خود اپنے فضائل بیان کرنا

پہلی روایت۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث میں روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر کھڑے ہوئے اور فرمایا میں کون ہوں لوگوں نے عرض کیا آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں آپ نے فرمایا کہ میں (رسول تو ہوں ہی مگر دوسرے فضائل حسبی و نسبی بھی رکھتا ہوں چنانچہ میں) محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہوں اللہ تعالیٰ نے خلق کو (جو کہ جن وغیرہ کو بھی شامل ہے) پیدا کیا اور مجھ کو ان کے بہترین (یعنی انسان) میں سے کیا پھر ان (انسانوں) کو دو فرقے (عجم و عرب) بنائے اور مجھ کو بہترین فرقہ (یعنی عرب) میں کیا پھر ان (عرب) کو مختلف قبیلے بنائے اور مجھ کو بہترین قبیلہ (یعنی قبیلہ قریش) میں بنایا پھر ان (قریش) کو کئی خاندان بنائے اور مجھ کو بہترین خاندان (یعنی بنی ہاشم) میں بنایا پس میں اپنی ذات کے اعتبار سے بھی سب سے افضل ہوں اور خاندان کے اعتبار سے بھی سب سے افضل ہوں روایت کیا اس کو ترمذی نے۔ (کذافی المشکوٰۃ)

ف اس حدیث سے ثابت ہوا کہ آپ نے اپنے فضائل کا ذکر بر سر منبر فرمایا۔

اور ایک دوسرے موقع پر حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے اعلان کروا کر لوگوں کو جمع کرایا اور

اپنے فضائل بیان فرمائے۔
دوسری روایت۔ فقیہ الواللیث نے تنبیہ الغافلین میں اپنی سند متصل سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب سورہ اذا جاء نصر اللہ آپ کے مرض میں نازل ہوئی سو آپ نے توقف نہیں فرمایا جمعرات کے روز باہر تشریف لائے اور منبر پر بیٹھے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا کہ مدینہ میں اعلان کر دو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت سننے کو جمع ہو جاؤ چنانچہ بلال رضی اللہ عنہ نے پکار دیا اور چھوٹے بڑے سب جمع ہو گئے آپ نے کھڑے ہو کر حمد و ثناء و صلوٰۃ علی الانبیاء کے بعد فرمایا کہ میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم ہوں عربی حرمی مکی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔
اسی طرح شعراء صحابہ رضی اللہ عنہم سے بھی اہتمام کر کے اشعار میں اپنے فضائل بیان کروائے
تیسری روایت۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے لئے مسجد میں منبر رکھتے تھے کہ اس پر کھڑے ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مفاخر بیان کرتے اور مشرکین کے مطاعن کا جواب دیتے اور آپ ارشاد فرماتے کہ اللہ تعالیٰ حسان کی تائید روح القدس سے فرماتا ہے جب تک یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مفاخرت یا مدافعت کرتے رہیں گے (بخاری)
ف اس سے آپ کا اپنے فضائل کا بیان کرانا ثابت ہوا اور اس کے منظوم ہونے کا جواز بھی ثابت ہوا جب کہ حد شرعی کے اندر ہو۔

صحابہ اور تابعین کا ذکر شریف سننے اور حلیہ مبارک ذہن میں جمانے کا اشتیاق

خوشا چشم کو دید آں روئے زیبا
خوشا دل کہ دارد خیال محمد

یعنی وہ آنکھ کتنی خوش قسمت ہے جس کو محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور کی زیارت نصیب ہوئی اور وہ دل کس قدر خوش نصیب ہے جس میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال آتا ہے۔

سـلام عـلى أَنـوَارِ طَـلعَـتِـكَ الَّـتِـي أَعِيشُ بِهَـا شُـكْـراً وأفنى بِهَـا وَجـداً

ترجمہ: (یارسول اللہ) آپ کے روئے مبارک کے جلووں کی پاشانی کو سلام جس کو دیکھ کر میں شکر کی کیفیت میں زندہ رہتا ہوں اور وجد کی کیفیت میں فنا ہو جاتا ہوں۔

چوتھی روایت۔ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہ سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شمائل کی نسبت سوال کیا اور وہ آپ کے حلیہ شریف کا بکثرت ذکر کیا کرتے تھے اور میں اشتیاق رکھتا کہ میرے سامنے کچھ بیان کریں تو میں اس کو اپنے ذہن میں جمالوں۔ الحدیث (کذافی الشمائل للترمذی)

ف اس سے دو امر ثابت ہوئے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کا شوق آپ کے شمائل کے ذکر سننے کا اور حضرت ہند کا ذوق بکثرت آپ کے شمائل کے ذکر کرنے کا نیز شمائل میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے آپ کی سیرت مجالست (ہم نشینی کی کیفیت) کی نسبت سوال کرنا مروی ہے۔

پانچویں روایت۔ خارجہ بن زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مجمع حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کچھ باتیں کیجئے انہوں نے فرمایا کہ میں کیا کیا باتیں کروں (کہ احاطہ بیان سے خارج ہیں اس کے بعد کچھ حالات بیان کئے) (کذافی الشمائل للترمذی)

ف اس سے تابعین کا اشتیاق آپ کے حالات سننے کا ثابت ہوا غرض حق تعالیٰ کے ارشاد سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل سے صحابہ و تابعین کے عمل سے اس ذکر شریف کا مندوب و محبوب ہونا معلوم و مفہوم ہوا۔

اٹھارویں مجلس کے آخر میں وہ مواقع مذکور ہوئے ہیں کہ جہاں درود شریف پڑھنا خلاف ادب ہے اس سے یہ بھی سمجھ لینا چاہئے کہ ذکر شریف بھی اگر قواعد شرعیہ کے خلاف ہو گا جیسا بعض بے احتیاطوں نے آج کل اس میں بعض منکرات کو ضم کر لیا ہے وہ سوء ادب و نامشروع ہو جائے گا خلاصہ یہ کہ محبت کے ساتھ ادب نہایت ضروری ہے۔

طـرق الـعـشـق كـلهـا آداب أدبـوا الـنـفس أيـهـا الأصـحـاب

یعنی عشق تمام کا تمام ادب ہی ادب ہے۔ اے دوستو اپنے کو باادب بناؤ

من القصيدة

خَدَمتُه بِمَدِيحٍ أستَقِيلُ بِه	ذُنُوبَ عُمْرٍ مَضَى فِي الشِّعرِ والخِدَم
وَمُنذُ أَلزَمتُ أفكَارِي مَدَائِحَه	وَجَدتُه لِخَلاصِي خَيرَ مُلتَزِم
وَلَنْ يَفُوتَ الغِنَى مِنهُ يَداً تَرِبَت	إنَّ الحَيَا يُنبِتُ الأزهَارَ فِي الأَكَم
يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّم دَائِماً أَبَداً	عَلَى حَبِيبِكَ خَيرِ الخَلقِ كُلِّهِم

ترجمہ: میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح و نعت سے خدمت کی کہ میں اس سے اس عمر کے گناہوں کی معافی چاہتا ہوں جو شعر گوئی اور ارباب دنیا کی خدمت میں اور مدح و ثناء میں گزاری۔

۔ اور جب سے میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح کو واجب کر لیا ہے تو میں نے اس کو اپنی نجات کے لئے نہایت عمدہ ضامن پایا

۔ اور وہ تونگری جو بذریعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حاصل ہوگی وہ ہرگز کسی ہاتھ کو خالی و محتاج نہیں چھوڑے گی بلکہ سب کو مالا مال کر دے گی کیونکہ آپ کا فیض مثل باران کے عام ہے کہ وہ لائق زراعت زمیں کو جس میں اس کا پانی بخوبی ٹھہرتا ہے تروتازہ کرتا ہے (اس میں اشارہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر اور مدح بغرض انتفاع کے اہل دنیا سے نہ ہونا چاہئے۔)
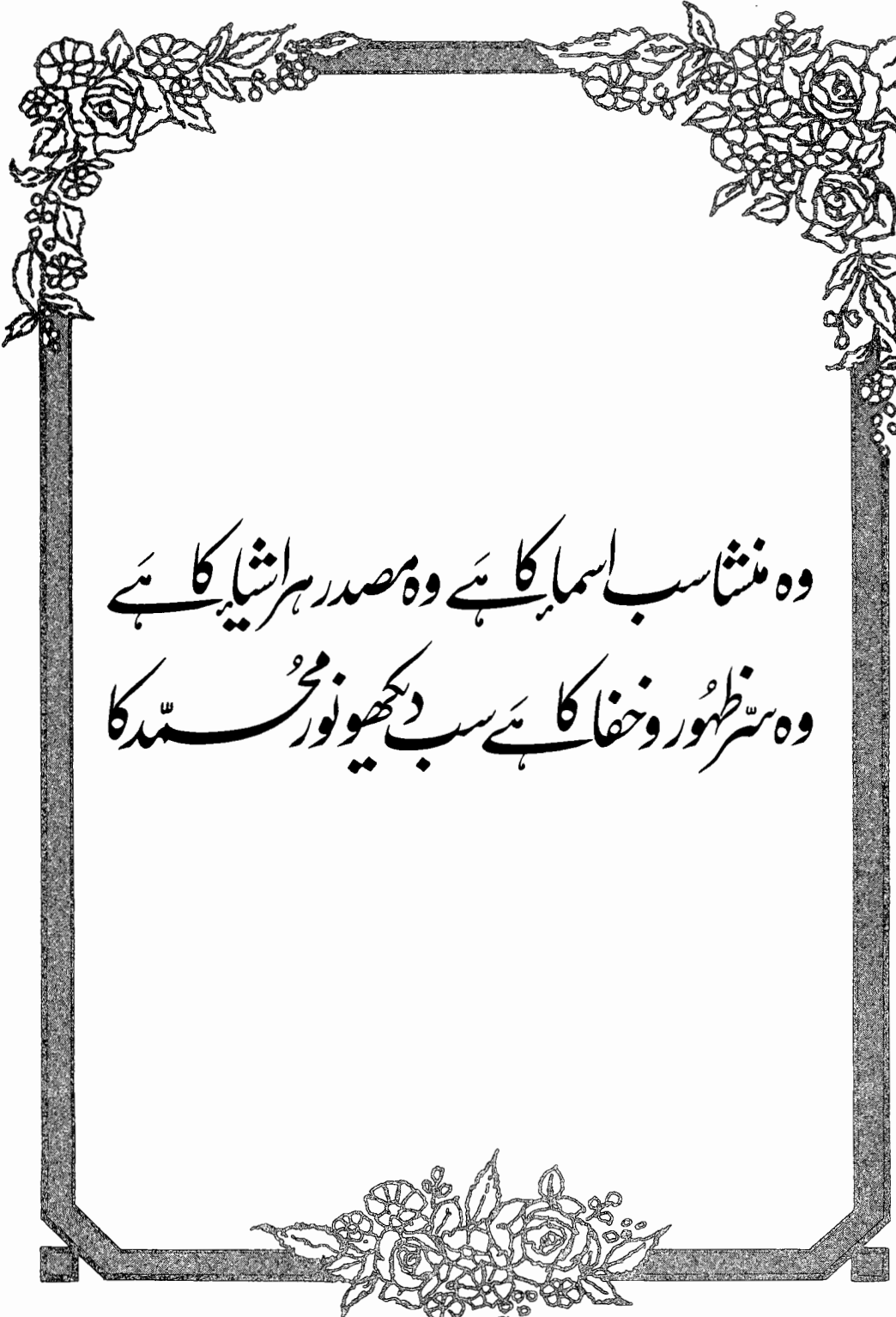
ذکر مبارک کے متعلق اہم تنبیہات

(۱) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد فرمودہ احکام کا ذکر اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری سنتوں کا ذکر بھی ذکر رسول ہی ہے۔ اور بہت اہم ہے۔ کہ ان کا بیان وجوب شرعی ہے۔ اور ذات مقدسہ کے شمائل و فضائل کے ذکر شریف کو وجوب عشقی کہنا چاہئے۔ اگرچہ یہ مندوب ہے لیکن مقدم ہے کیوں کہ اس کے بغیر وجوب شرعی پر اخلاص سے عمل نہیں ہو سکتا۔ کہ محبت کے بغیر ایمان ہی نہیں۔ ایسی حالت میں اعمال میں بجائے اخلاص کے نفاق ہو گا۔ لہٰذا ذکر مبارک کی کثرت محبت و ایمان کا تقاضہ بھی ہے اور محبت کو بڑھانے والی بھی ہے لیکن یہ بھی یاد رہے۔ کہ سچی محبت کے حصول کی علامت "اتباع سنت" ہے۔

(۲) دوسری بات یہ ہے۔ کہ احکام کی صورت میں ذکر رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ذات مقدسہ کے فضائل کی صورت میں، ذکر شریف کی مثال سالن میں نمک کی طرح ہے یعنی سالن میں گوشت بیشک اصل ہے اور زیادہ قیمتی ہے مگر نمک ڈالے اور پکائے بغیر کھایا نہیں جاسکتا۔ اور نہ ہی ہضم ہوتا ہے۔ لیکن اگر کوئی گوشت کے بجائے ہنڈیا میں نمک ہی ڈال کر پکاتا رہے تو بھی غذا کا مقصد حاصل نہیں ہو گا۔ اور نہ وہ سالن کہلائے گا۔ اسی طرح اگر کوئی اتباع سنت اور نماز روزے کی پرواہ نہ کرے اور نہ ان کے احکام کا ذکر سنے۔ صرف سارا وقت مدحیہ کلام ہی سنتا رہے۔ اور اشعار پڑھ کر جھومتا رہے۔ اور صاحب فضیلت صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کے احکامات کی خلاف ورزی کرتا رہے۔ تو وہ مدحیہ کلام بجائے فائدے کے اس پر حجت بن سکتا ہے۔ اور وہ شخص غلط فہمی سے اپنے کو عاشق رسول سمجھنے لگ جاتا ہے۔ حالانکہ وہ ایسی ذات کے احکام کی نافرمانی کرتا ہے جن کے احکام کے سامنے صرف آواز بلند کرنے پر پچھلے کئے ہوئے سب اعمال کے ضائع ہوجانے کی وعید قرآن کریم میں آئی ہے۔ اللہ جل شانہ کا اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب کے بارے میں مسلمانوں ہی کو ارشاد ہے۔ ﴿لَا تَرْفَعوا أَصْوَاتَكُم فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ﴾.

(۳) تیسری بات یہ ہے کہ ارشاد فرمودہ احکام کا ذکر جس طرح واجب شرعی ہے اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب و محبت، تعظیم و توقیر اور مدح و ثناء بھی واجب ہے اور یہ ایسا واجب ہے۔ کہ جس پر سارے دین کا قیام ہے۔ کیونکہ احترام اور تعظیم کے نہ ہونے سے رسالت کے احکام ساقط ہوجاتے ہیں اور دین باطل ہوجاتا ہے اور ذکر مبارک انفراداً یا اجتماعاً کا جو درجہ بھی ہو وہ مندرجہ بالا دونوں وجوب شرعی کے حصول کا ذریعہ ہے۔ اور ظاہری اعمال میں یعنی عبادات میں، شکل و صورت میں، معاشرت، معیشت میں اور اخلاق میں "اتباع سنت" اس کی علامت اور محبت کی سچائی کی تصدیق ہے۔ ورنہ نفاق اور محض حظ نفس ہے۔

ذکر شریف کی کثرت سے محبت اور محبت سے قیامت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت و شفاعت نصیب ہوگی اور زیادتی محبت سے اتباع سنت کی توفیق ہو کر اللہ تعالیٰ کی محبوبیت حاصل ہوگی۔ محبت و اتباع سنت وجوب شرعی ہے تو اس کے ذرائع بھی اسی درجہ میں مطلوب ہوئے۔

وہ منشا سب اسما کا ہے وہ مصدر ہر اشیا کا ہے
وہ سرّ ظہور و خفا کا ہے سب دیکھو نورِ محمّد کا

دوسری مجلس کی خوشبوئیں

نور محمدی کا بیان

قال اللہ تعالیٰ قد جاء کم من اللہ نور و کتاب مبین (الآیہ)

نبی خود نور اور قرآن ملا نور نہ ہو کیوں مل کے پھر نورٌ علیٰ نور

کائنات کا ظہور۔ عن ابن مسعود في حديثٍ طويل:

قَالَ رَسُول الله صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمِ: «إنَّ الله جَمِيل يُحِبُّ الجَمَالَ».

یعنی اللہ تعالیٰ حسین ہے اس کو حسن محبوب ہے۔ حسن کا تقاضہ اپنا ظہور اور اپنی معرفت کرانا ہوتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی معرفت اور اپنے جمال و کمال کو ظاہر کرنے کے لئے مخلوق پیدا فرمائی (روایات اور عارفین کے اقوال سے اس مطلب کی تائید ہوتی ہے) اور سب سے پہلے اپنی صفت خلق کو ظاہر کیا اور حضور اقدس صلی اللہ کا نور پیدا فرمایا اور اس کو اپنی صفات جمال و کمال کا جامع بنایا پھر مجموعہ کمالات کی تفصیل کے لئے جملہ کائنات کو اسی نور سے پیدا کیا اور یہ بھی ثابت ہے کہ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے لئے تمام کائنات کو پیدا فرمایا۔
حضرت نانوتوی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

طفیل آپ کے ہے کائنات کی ہستی بجا ہے کہئے اگر تم کو مبداء الآثار
لگاتا ہاتھ نہ پتلے کو بوالبشر کے خدا اگر ظہور نہ ہوتا تمہارا آخر کار

پہلی روایت۔ عبدالرزاق نے اپنی سند کے ساتھ حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں مجھ کو خبر دیجئے کہ سب اشیاء سے پہلے اللہ تعالیٰ نے کون سی چیز پیدا کی۔ آپ نے فرمایا اے جابر[1] اللہ تعالیٰ نے

---

[1] الفاظ اس روایت کے یہ ہیں یا جابر ان اللہ تعالیٰ خلق قبل الاشیاء نور نبیک من نورہ

تمام اشیاء سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے (نہ بہ ایں معنی کہ نور الٰہی اس کا مادہ تھا بلکہ اپنے نور کے فیض سے) پیدا کیا۔ پھر وہ نور قدرت الٰہیہ سے جہاں اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا سیر کرتا رہا اور اس وقت نہ لوح تھی نہ قلم تھا اور نہ بہشت تھی اور نہ دوزخ تھا۔ اور نہ فرشتہ تھا اور نہ آسمان تھا اور نہ زمین تھی اور نہ سورج تھا اور نہ چاند تھا اور نہ جن تھا اور نہ انسان تھا پھر جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کرنا چاہا تو اس نور کے چار حصے کیے اور ایک حصے سے قلم پیدا کیا اور دوسرے سے لوح اور تیسرے سے عرش، آگے طویل حدیث ہے۔

ف اس حدیث سے نور محمدی [1] کا اول الخلق ہونا باولیت حقیقیہ ثابت ہوا کیونکہ جن جن اشیاء کی نسبت روایات میں اولیت کا حکم آیا ہے ان اشیاء کا نور محمدی سے متاخر ہونا اس حدیث میں منصوص ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور ختم الرسل ہونے میں اولیت

دوسری روایت۔ حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بیشک میں حق تعالیٰ کے نزدیک خاتم النبیین ہو چکا تھا اور آدم علیہ السلام ہنوز اپنے خمیر [2] ہی میں پڑے تھے (یعنی ان کا پتلا بھی تیار نہ ہوا تھا) روایت کیا اس کو احمد اور بیہقی

---

[1] ظاہراً نور محمدی روح محمدی سے عبارت ہے اور حقیقت روح کی اکثر محققین کے قول پر مادہ سے مجرد ہے اور مجرد کا مادیات کے لئے مادہ ہونا ممکن نہیں پس ظاہراً اس نور کے فیض سے کوئی مادہ بنایا گیا ہے کہ اس مادہ کے چار حصے کئے گئے الخ اور اس مادہ سے پھر کسی مجرد کا بننا اس طرح ممکن ہے کہ وہ مادہ اس کا جزو نہ ہو بلکہ کسی طریق سے محض اس کا سبب خارج عن الذات ہو

[2] اس وقت ظاہر ہے کہ آپ کا بدن تو بنا ہی نہ تھا پھر نبوت کی صفت آپ کی روح کو عطا ہوئی تھی اور نور محمدی اسی روح محمدی کا نام ہے جیسا اوپر مذکور ہوا اور اگر کسی کو یہ شبہ ہو کہ شائد مراد یہ ہے کہ میرا خاتم النبیین ہونا مقدر ہو چکا تھا سو اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود کا تقدم آدم علیہ السلام پر ثابت نہ ہوا جواب یہ ہے کہ اگر یہ مراد ہوتی تو آپ کی کیا تخصیص تھی تقدیر تمام اشیائے مخلوقہ کی ان کے وجود سے متقدم ہے پس یہ تخصیص خود دلیل ہے اس کی کہ مقدر ہونا مراد نہیں بلکہ اس صفت کا ثبوت مراد ہے اور ظاہر ہے کہ کسی صفت کا ثبوت فرع ہے مثبت لہ کے ثبوت کی پس اس سے آپ کے وجود کا تقدم ثابت ہو گیا اور چونکہ

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

نے اور حاکم نے اس کو صحیح الاسناد بھی کہا ہے۔

ف اور مشکوٰۃ میں شرح السنتہ سے بھی یہ حدیث مذکور ہے۔

ہنوز آدم اندر گل و آب بود
کہ او قبلہ ہفت محراب بود

تیسری روایت۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ آپ کے لئے نبوت کس وقت ثابت ہوچکی تھی۔ آپ نے فرمایا جس وقت میں کہ آدم علیہ السلام ہنوز روح اور جسد کے درمیان میں تھے (یعنی ان کے تن میں جان بھی نہ آئی تھی) روایت کیا اس کو ترمذی نے اور اس حدیث کو حسن کہا ہے۔

ف اور ایسے ہی الفاظ میسرہ ضبیؓ کی روایت میں بھی آئے ہیں امام احمد نے اور بخاری نے اپنی تاریخ میں اور ابونعیم نے حلیہ میں اس کو روایت کیا ہے اور حاکم نے اس کی تصحیح کی ہے۔

یوم میثاق

چوتھی روایت۔ شعبی رحمتہ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کب نبی بنائے گئے۔ آپ نے فرمایا کہ آدم علیہ السلام اس وقت روح اور جسد کے درمیان میں تھے جب کہ مجھ سے میثاق (نبوت کا) لیا گیا۔

كما قال تعالىٰ : ﴿وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّيْنَ مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُوحٍ . . .﴾ الآية .

روایت کیا اس کو ابن سعد نے جابر جعفی کی روایت سے ابن رجب کے ذکر کے موافق۔

بقیہ حاشیہ

مرتبہ بدن متحقق نہ تھا اس لئے نور اور روح کا مرتبہ متعین ہوگیا۔ اور اگر کسی کو شبہ ہو کہ اس وقت ختم نبوت کے ثبوت کے بلکہ خود نبوت ہی کے ثبوت کے کیا معنی کیونکہ نبوت آپ کو چالیس سال کی عمر میں عطا ہوئی اور چونکہ آپ سب انبیاء کے بعد میں مبعوث ہوئے اس لئے ختم نبوت کا حکم کیا گیا سو یہ وصف تو خود تاخر کو مقتضی ہے۔ جواب یہ ہے کہ یہ تاخر مرتبہ ظہور میں ہے مرتبہ ثبوت میں نہیں جیسے کسی کو تحصیلداری کا عہدہ آج مل جاوے اور تنخواہ بھی آج ہی سے چڑھنے لگے مگر ظہور ہو گا کسی تحصیل میں بھیجے جانے کے بعد

پہنچ سکا ترے رتبہ تلک نہ کوئی نبی ہوئے ہیں معجزے والے بھی اس جگہ ناچار
جو انبیاء ہیں وہ آگے تری نبوت کے کریں ہیں امتی ہونے کا یا نبی اقرار

آدم علیہ السلام سے چودہ ہزار سال پہلے اللہ تعالیٰ کے حضور میں

پانچویں روایت۔ حضرت علی بن الحسین (یعنی امام زین العابدین) سے روایت ہے وہ اپنے باپ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور وہ ان کے جد امجد یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں آدم علیہ السلام کے پیدا ہونے سے چودہ ہزار برس پہلے اپنے پروردگار کے حضور میں ایک نور تھا۔

ف اس عدد میں کمی کی نفی ہے زیادتی کی نہیں پس اگر زیادتی کی روایت نظر پڑے شبہ نہ کیا جاوے۔ رہ گئی تخصیص اس کے ذکر میں سو ممکن ہے کہ کوئی خصوصیت مقامیہ اس کو مقتضی ہو۔

سب انبیاء علیہم السلام پر تقدم کی وجہ

چھٹی روایت۔ حضرت سہل بن سعد نے امام باقر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب انبیاء سے تقدم کیسے ہو گیا حالانکہ آپ سب کے آخر میں مبعوث ہوئے انہوں نے جواب دیا کہ جب اللہ تعالیٰ نے بنی آدم سے یعنی ان کی پشتوں میں سے ان کی اولاد کو (عالم میثاق میں) نکالا اور ان سب سے ان کی ذات پر یہ اقرار لیا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں تو سب سے اول (جواب میں) بلیٰ (یعنی کیوں نہیں) محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا اور اسی لئے آپ کو سب انبیاء سے تقدم ہے گو آپ سب سے آخر میں مبعوث ہوئے۔

ف اگر میثاق لینے کے وقت ارواح کو بدن سے تلبس بھی ہو گیا ہو تاہم احکام روح ہی کے غالب ہیں اسی لئے اس روایت کو کیفیات نوریں لانا مناسب سمجھا اور اوپر شعبی کی روایت میں آپ سے قبل آدم میثاق لیا جانا مذکور ہے اور یہ میثاق الست برحکم ظاہر روایات سے بعد خلق آدم معلوم ہوتا ہے سو ممکن ہے کہ وہ میثاق نبوت کا بلااشتراک غیرے ہو جیسا اس حدیث کے ذیل میں اس طرف اشارہ بھی کیا گیا ہے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا قصیدہ مدحیہ

ساتویں روایت۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک سے مدینہ طیبہ میں واپس تشریف لائے تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ مجھ کو اجازت دیجئے کہ کچھ آپ کی مدح کروں (چونکہ حضور کی مدح خود طاعت ہے اس لئے) آپ نے ارشاد فرمایا کہ کہو اللہ تعالیٰ تمہارے منہ کو سالم رکھے انہوں نے یہ اشعار آپ کے سامنے پڑھے

مِن قَبلِهَا طِبْتَ فِي الظِّلَالِ وفِي	مُسْتَوْدَع حَيثُ يَخْصِفُ الورقُ
ثم هبطت البلاد لا بَشَر	أنتَ ولا مُضغَة ولا علقُ
بل نطفةُ تَركبُ السِفِّينَ وقَد	أَلْجَمَ نسرَ أو أَهْلَه الغرقُ
تُنْقل مِن صالب إلى رحم	إِذَا مَضَى عالم بَدَا طبقُ
وَرَدَت نَارَ الْخليلِ مُكتتما	فِي صُلبِه أنت كَيْف يَحتَرقُ
حَتى احتَوَى بَيتَك المُهَيمن من	خِنْدِف عَلياء تحتها النطقُ
وأنت لما ولدتَ أشرقت	الأرضُ وضاءتَ بنورك الأفقُ
فَنَحن فِي ذٰلك الضياء وفي النور	سبل الرشاد نخترقُ

ترجمہ: زمین پر آنے سے پہلے آپ جنت کے سایہ میں خوشحالی میں تھے اور نیز ودیعت گاہ میں جہاں (جنت کے درختوں کے) پتے اوپر تلے جوڑے جاتے تھے یعنی آپ صلب آدم علیہ السلام میں تھے سو قبل نزول الی الارض کے جب وہ جنت کے سایوں میں تھے آپ بھی تھے اور ودیعت گاہ سے مراد بھی صلب ہے جیسا اس آیت میں مفسرین نے کہا ہے۔ " فمستقر و مستودع " اور پتے کا جوڑنا اشارہ ہے اس قصہ کی طرف آدم علیہ السلام نے اس منع کئے ہوئے درخت سے کھالیا اور جنت کا لباس اتر گیا تو درختوں کے پتے ملا ملا کر بدن ڈھانکتے تھے یعنی اس وقت بھی آپ مستودع میں تھے اس کے بعد آپ نے بلاد (یعنی زمین) کی طرف نزول فرمایا اور آپ اس وقت نہ بشر تھے اور نہ مضغہ اور نہ علق (کیونکہ یہ حالتیں جنین ہونے کے بہت قریب کی ہوتی ہیں اور ہبوط کے وقت جنین ہونے کا انتفاء ظاہر ہے اور یہ نزول الی الارض بھی بواسطہ آدم علیہ السلام کے ہے غرض آپ نہ بشر تھے نہ علقہ نہ مضغہ) بلکہ (صلب آباء میں) محض ایک مادہ مائیہ تھے کہ وہ مادہ کشتی (نوح) میں سوار تھا اور حالت یہ تھی کہ نسر بت اور اس کے ماننے

والوں کے لبوں تک طوفان غرق پہنچ رہا تھا (مطلب یہ کہ بواسطہ نوح علیہ السلام کے وہ مادہ راکب کشتی تھا) مولانا جامی رحمتہ اللہ علیہ نے اسی مضمون کی طرف اشارہ کیا ہے۔

زجودش گر نگشتے راہ مفتوح بجودی کے رسیدے کشتی نوح

ترجمہ: ان کے کرم (نور) سے اگر راستہ نہ کھلتا تو نوح علیہ السلام کی کشتی جودی پہاڑ پر کیسے پہنچتی۔

(اور) وہ مادہ (اسی طرح واسطہ در واسطہ) ایک صلب سے دوسرے رحم تک نقل ہوتا رہا جب ایک طرح کا عالم گزر جاتا تھا دوسرا طبقہ ظاہر (اور شروع) ہوجاتا تھا۔ (یعنی وہ مادہ سلسلہ آباء کے مختلف طبقات میں یکے بعد دیگرے منتقل ہوتا رہا یہاں تک کہ اسی سلسلہ میں) آپ نے نار خلیل میں بھی ورود فرمایا چونکہ آپ ان کی صلب میں مخفی تھے تو وہ کیسے جلتے (پھر آگے اسی طرح آپ منتقل ہوتے رہے) یہاں تک کہ آپ کا خاندانی شرف جو کہ (آپ کی فضیلت پر) شاہد ظاہر ہے اولاد خندف میں سے ایک ذروہ عالیہ پر جاگزیں ہوا جس کے تحت میں اور حلقے (یعنی دوسرے خاندان مثل درمیانی حلقوں کے) تھے (خندف لقب ہے آپ کے جد بعید مدرکہ بن الیاس کی والدہ کا یعنی ان کی اولاد میں سے آپ کے خاندان اور دوسرے خاندانوں میں باہمی وہ نسبت تھی جیسے پہاڑ میں اوپر کی چوٹی اور نیچے کے درمیانی درجوں میں ہوتی ہے اور نطق یعنی اوساط کی قید سے اشارہ اس طرف ہے کہ غیر اولاد خندف کو ان سب کے سامنے بالکل نشیب کی نسبت درجات جبل کے ساتھ ہے) اور آپ جب پیدا ہوئے تو زمین روشن ہوگئی اور آپ کے نور سے آفاق منور ہوگئے سو ہم اس ضیاء اور اس نور میں ہدایت کے رستوں کو قطع کررہے ہیں[1]

(نشر الطیب)

---

[1] ظاہر ہے کہ جنت کے سایوں میں ہونا اور کشتی نوح میں ہونا اور نار خلیل میں ہونا یہ سب قبل ولادت جسمانیہ ہے پس یہ سب حالات روح مبارک کے ہوئے کہ عبارت ہے نور سے اور ظاہر ان مراتب میں صرف آپ کا وجود بالقوہ مراد نہیں ہے جو مرتبہ وجود مادہ کا ہے کیونکہ یہ وجود تو تمام اولاد آدم و نوح و ابراہیم علیہم السلام میں مشترک ہے پھر آپ کی تخصیص کیا ہوئی اور مقام مدح مقتضی ہے ایک گونہ اختصاص کو پس یہ قرینہ غالبہ ہے کہ یہ مرتبہ وجود کا اوروں کے وجود سے کچھ ممتاز تھا مثلاً یہ کہ اس جزو مادی کے ساتھ علاوہ تعلق روح آباء کے خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح کو بھی کوئی خاص تعلق ہو۔ یہ تو قرینہ عقلیہ

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

ومن القصيده

وكُلُّ آيٍ أَتَى الرُّسُلُ الْكِرَامُ بِهَا فَإِنَّمَا اتَّصَلَتْ مِنْ نُورِهِ بِهِمِ
فَإِنَّه شَمْسُ فَضْلٍ هُمْ كَوَاكِبُهَا يُظْهِرْنَ أَنْوَارَهَا لِلنَّاسِ فِي الظُّلَمِ

ترجمہ: اور ہر معجزہ جس کو رسولان کرام لائے سوائے اس کے نہیں کہ وہ معجزہ ان کو صرف بدولت حضور پرنور پہنچا ہے۔ وجہ اتصال یہ ہے کہ آپ آفتاب فضل وکمال ہیں اور انبیاء علیہم السلام اس آفتاب کے اقمار و کواکب ہیں (عطرالوردہ مولانا ذوالفقار علی الدیوبندی رحمہ اللہ تعالیٰ)

يَا رَبِّ صَلِّ وسَلِّمْ دَائِماً أَبَداً عَلَى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِم

سب دیکھو نور محمد کا سب بیچ ظہور محمد کا
جبریل مقرب خادم ہے سب جا مشہور محمد کا
جس مسجد میں میں سنتا ہوں تو ہے مذکور محمد کا
نا ہے کسی پیغمبر کا جو ہے مقدور محمد کا
وہ منشا سب اسماء کا ہے وہ مصدر ہر اشیاء کا ہے
وہ سر ظہور و خفا کا ہے سب دیکھو نور محمد کا

بقیہ حاشیہ
ہے۔ اور نقلی قرینہ خود ان اشعار میں ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کا سوزش سے محفوظ رہنا مسبّب بتایا گیا ہے آپ کے ورود فرمانے سے سو اگر اس جزو مادی کے ساتھ آپ کی روح کا کوئی خاص تعلق نہ مانا جاوے تو اس جزو کے وارد فی النار ہونے کے کیا معنی کیونکہ ورود کے معنی لغوی مقتضی ہیں وارد کے خارج ہونے کو اور جزو کو داخل کہا جاتا ہے وارد نہیں کہا جاتا پس یہ امر خارجی آپ کی روح مبارک ہے جس کا تعلق اس جزو مادی سے ہے کہ مجموعہ جزو اور روح کا بوجہ ترکیب من الداخل والخارج ہوگا پس اس تقریر پر ان اشعار سے یہ تطورات آپ کے نور مبارک کے لئے ثابت ہوگئے اور یہی مدعا ہے اس فصل کا اور چونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان اشعار پر سکوت فرمایا اس لئے حدیث تقریری سے ان کے مضامین کا صحیح اور حجت ہونا ثابت ہوگیا۔

کہیں روح مثال کہایا ہے کہیں جسم میں جاسمایا ہے
کہیں حسن و جمال دکھایا ہے سب دیکھو نور محمد کا

کہیں عاشق وہ یعقوب ہوا کہیں یوسف وہ محبوب ہوا
کہیں صابر وہ ایوب ہوا سب دیکھو نور محمد کا

کہیں موسیٰ وہ کلیم ہوا راز قدیم علیم ہوا
کہیں وہ ہارون ندیم ہوا سب دیکھو نور محمد کا

کہیں ابراہیم خلیل ہوا سن راز قدیم علیل ہوا
کہیں صادق اسمٰعیل ہوا سب دیکھو نور محمد کا

کہیں یار کہیں بیگانہ ہے کہیں شمع کہیں پروانہ ہے
کہیں دانا کہیں دیوانہ ہے سب دیکھو نور محمد کا

کہیں غوث ابدال کہایا ہے کہیں قطب بھی نام دھرایا ہے
کہیں دین امام کہا یا ہے سب دیکھو نور محمد کا

نالہ امداد غریب
(حضرت امداد اللہ مہاجر مکی)

والد ماجد اور جد امجد میں نور مبارک کے بعض آثار

حضرت عبد المطلب کے بدن سے مشک کی خوشبو

پہلی روایت۔ حافظ ابو سعید نیشاپوری ابی بکر بن ابی مریم سے اور انہوں نے سعید بن عمرو انصاری سے اور انہوں نے اپنے باپ سے اور انہوں نے کعب الاحبار سے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور مبارک جب عبد المطلب میں منتقل ہوا اور وہ جوان ہوگئے تو ایک دن حطیم میں سوگئے جب آنکھ کھلی تو دیکھا کہ آنکھ میں سرمہ لگا ہوا ہے، سر میں تیل پڑا ہوا ہے اور حسن و جمال کا لباس زیب بر ہے۔ ان کو سخت حیرت ہوئی کہ کچھ معلوم نہیں یہ کس نے کیا ہے ان کے والد ان کا ہاتھ پکڑ کا کاہنان قریش کے پاس لے گئے اور سارا واقعہ بیان کیا انہوں نے جواب دیا کہ معلوم کرلو کہ رب السموٰت نے اس نوجوان کو نکاح کا حکم فرمایا ہے۔

چنانچہ انہوں نے اول قیلہ سے نکاح کیا اور ان کی وفات کے بعد فاطمہ سے نکاح کیا اور وہ عبداللہ آپ کے والد ماجد کے ساتھ حاملہ ہو گئیں اور عبدالمطلب کے بدن سے مشک کی خوشبو آتی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور ان کی پیشانی میں چمکتا تھا اور جب قریش میں قحط ہوتا تھا تو عبدالمطلب کا ہاتھ پکڑ کر جبل ثبیر کی طرف جاتے تھے اور ان کے ذریعہ سے حق تعالیٰ کے ساتھ تقرب ڈھونڈتے اور بارش کی دعا کرتے تو اللہ تعالیٰ ببرکت نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے باران عظیم مرحمت فرماتے الخ۔

حضرت عبداللہ کے چہرہ میں نور نبوت

دوسری روایت۔ ابو نعیم اور خرائطی اور ابن عساکر نے طریق عطا سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب عبدالمطلب اپنے فرزند عبداللہ کو نکاح کرنے کی غرض سے لے کر چلے تو ایک کاہنہ پر گزرے جو یہودی ہو گئی تھی اور کتب سابقہ پڑھی ہوئی تھی اس کو فاطمہ خثعمیہ کہتے تھے اس نے عبداللہ کے چہرہ میں نور نبوت دیکھا تو عبداللہ کو اپنی طرف بلایا عبداللہ نے انکار کر دیا۔

ابرہہ کا نور مبارک کے اثر سے ہیبت میں آنا

تیسری روایت۔ جب ابرہہ بادشاہ اصحاب فیل خانہ کعبہ کے منہدم کرنے کو مکہ پر چڑھ آیا عبدالمطلب چند آدمی قریش کے ساتھ لے کر جبل ثبیر پر چڑھے اس وقت نور مبارک عبدالمطلب کی پیشانی میں گول بطور ہلال کے نمود ہو کر خوب درخشاں ہوا یہاں تک کہ شعاع اس کی خانہ کعبہ پر پڑی۔ عبدالمطلب نے یہ بات دیکھ کر قریش سے کہا کہ پھر چلو یہ نور اس طرح میری پیشانی میں جو چمکا یہ دلیل ہے اس بات کی کہ ہم لوگ غالب رہیں گے۔ اور عبدالمطلب کے اونٹ ابرہہ کے لشکر کے لوگ پکڑ لے گئے اور عبدالمطلب ان کے چھڑانے کو ابرہہ کے پاس گئے ان کی صورت دیکھتے ہی اس نے بہ ایں جہت کہ عظمت اور مہابت نور شریف کی ان کے چہرے سے نمایاں تھی ان کی نہایت تعظیم کی اور تخت سے اتر بیٹھا اور ان کو اپنے برابر بٹھلالیا۔ بالجملہ ایسی عظمت نور مبارک کی تھی کہ بسبب اس کے بادشاہ ہیبت میں آجاتے اور تعظیم و تکریم کرتے۔ (نشر الطیب)

اس واقعہ میں یہ ملحوظ رہے کہ اس وقت نور مبارک حضرت عبدالمطلب کی پیشانی سے حضرت عبداللہ کی طرف منتقل ہو چکا تھا اور یہ نتیجہ صرف اس کے آثار کا تھا جیسا کہ اگر کوئی گرم ہونے کی صلاحیت رکھنے والی چیز چند گھنٹے آفتاب کے سامنے رہے تو آفتاب کے وہاں سے ہٹ جانے کے بعد بھی حسب استعداد وہ چیز دیر تک گرم رہے گی۔ اور یہ گرمی اسی آفتاب کی ہو گی۔ تو اس نور عظیم کی تاثیر کیوں نہ ہوتی جب کہ اس نور مبارک کے فیض سے ساری کائنات کا ظہور ہوا شمس و قمر کو بھی اس نے روشن کیا اس نور عظیم کے تو کیا کہنے جب کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کی گھوڑی کے جہاں پاؤں لگے تھے اس مٹی میں اثر ہو جانے کا ذکر تو خود قرآن پاک میں سامری کے بچھڑے کے ذکر میں ہے۔
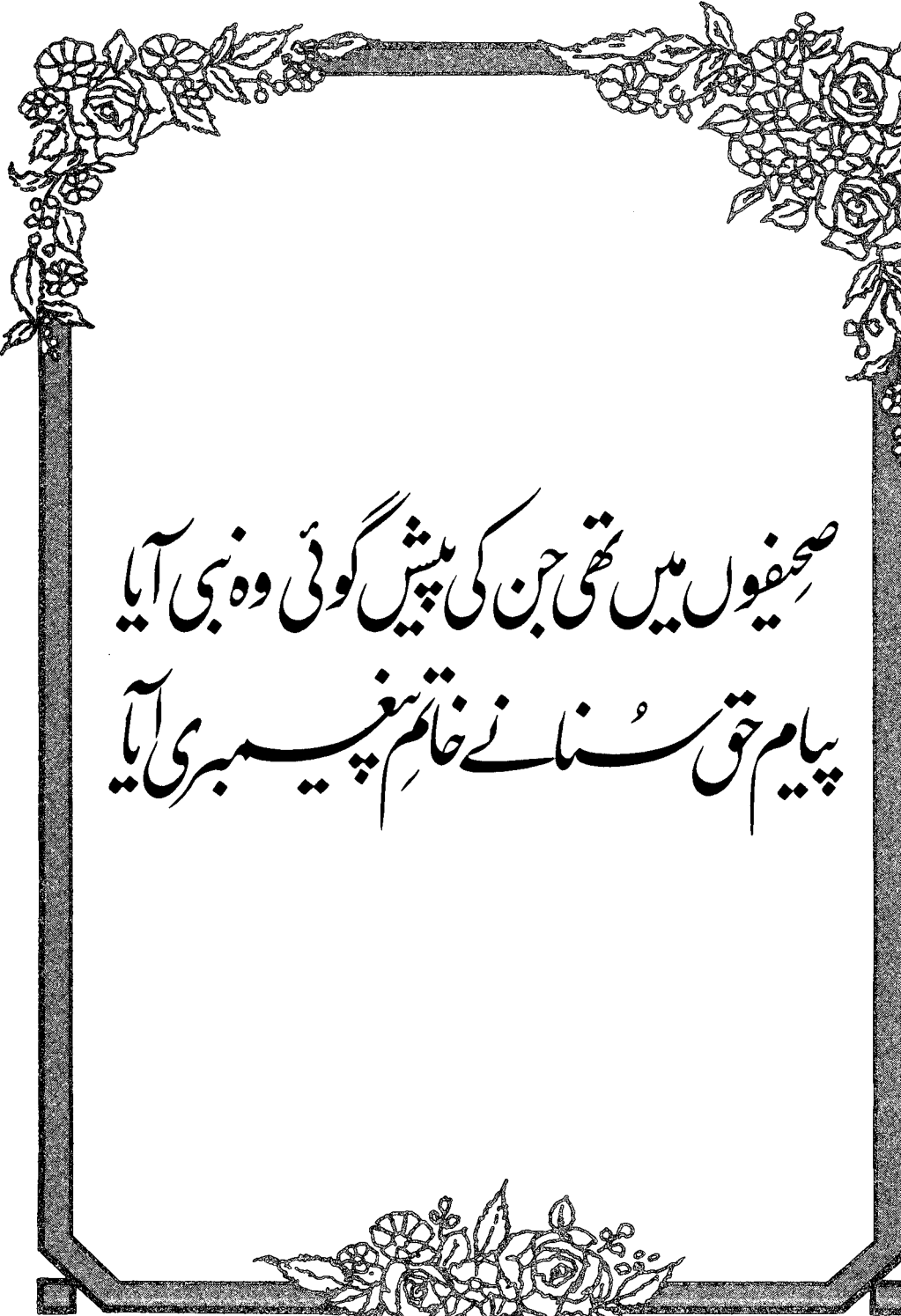
گر ارض و سما کی محفل میں لولاک لما کا شور نہ ہو
یہ نور نہ ہو سیاروں میں یہ رنگ نہ ہو گلزاروں میں

مِنَ الرَّوْض

مَا فِيهِ إِلاَّ هُمَامٌ قَدْ سَمَا عِظَمًا ... أَوْ سَيِّدٌ نَحْوَ فِعْلِ الْخَيْرِ مُبْتَدِرٌ
حَتَّى بَدَا مُشْرِقاً مِنْ وَالِدَيْهِ وَقَدْ ... تَجَمَّلَتْ بِحُلاَهُ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ
يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِماً أَبَداً ... عَلَى حَبِيبِكَ مَنْ زَانَتْ بِهِ الْعُصُرُ

ترجمہ: ۔ آپ کے سلسلہ نسب میں سب بڑے ہی بڑے ہیں جو عظمت میں شان رکھتے ہیں یا ایسے سردار ہیں کہ محل خیر کی طرف سبقت کرنے والے ہیں۔
۔ یہاں تک کہ آپ منور ہو کر اپنے والدین سے ظاہر ہوئے اور حالت یہ تھی کہ آپ کے انوار سے شمس و قمر بھی صاحب جمال ہو گئے تھے
۔ اے پروردگار ابد الآباد تک درود اور سلام بھیجیو اپنے حبیب پر جن سے زمانوں کی زینت ہو گئی

اللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰى عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ وَحَبِيْبِكَ سَيِّدِنَا وَمَوْلاَنَا مُحَمَّدٍ صَاحِبِ الْوَجْهِ الْأَنْوَرِ وَالْجَبِيْنِ الْأَزْهَرِ.

صحیفوں میں تھی جن کی پیش گوئی وہ نبی آیا
پیامِ حق سنانے خاتمِ پیغمبری آیا

تیسری مجلس کی خوشبوئیں

سابقین میں آپ کے فضائل

حضرت آدم علیہ السلام کا مغفرت طلب کرنا

پہلی روایت۔ حاکم نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک عرش پر لکھا دیکھا اور اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام سے فرمایا کہ اگر محمد نہ ہوتے تو میں تم کو پیدا نہ کرتا۔

ف۔ اس سے آپ کی فضیلت کا اظہار آدم علیہ السلام کے سامنے ظاہر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے سب سے پیارے کا نام اپنے نام کے ساتھ ملایا

دوسری روایت۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب آدم علیہ السلام سے خطا کا ارتکاب ہوگیا تو انہوں نے (جناب باری تعالیٰ میں) عرض کیا کہ اے پروردگار میں آپ سے بواسطہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے درخواست کرتا ہوں کہ میری مغفرت ہی کر دیجئے سو حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے آدم تم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کیسے پہچانا حالانکہ ہنوز میں نے ان کو پیدا بھی نہیں کیا۔ عرض کیا کہ اے رب میں نے اس طرح سے پہچانا کہ جب آپ نے مجھ کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور اپنی (شرف دی ہوئی) روح میرے اندر پھونکی تو میں نے سر جو اٹھایا تو عرش کے پایوں پر یہ لکھا ہوا دیکھا۔ لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ۔ سو میں نے معلوم کر لیا کہ آپ نے اپنے نام پاک کے ساتھ ایسے ہی شخص کے نام کو ملایا ہوگا جو آپ کے نزدیک تمام مخلوق سے زیادہ پیارا ہوگا حق تعالیٰ نے فرمایا اے آدم تم سچے ہو واقع میں وہ میرے نزدیک تمام مخلوق سے زیادہ پیارے ہیں اور جب

تم نے ان کے واسطہ سے مجھ سے درخواست کی ہے تو میں نے تمہاری مغفرت کی اور اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے تو میں تم کو بھی پیدا نہ کرتا۔ روایت کیا اس کو بیہقی نے اپنے دلائل میں عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم کی روایت سے اور کہا کہ اس کے ساتھ عبدالرحمٰن منفرد ہیں اور روایت کیا اس کو حاکم نے اور اس کی تصحیح کی اور طبرانی نے بھی اس کو ذکر کیا ہے اور اتنا اور زیادہ ہے کہ (حق تعالیٰ نے فرمایا کہ) وہ تمہاری اولاد میں سب انبیاء سے آخری نبی ہیں۔

ف۔ یہاں بھی مثل فائدہ بالا کے سمجھنا چاہئے۔

الٰہی کس سے بیاں ہوسکے ثنا اس کی　　کہ جس پہ ایسا تری ذات خاص کا ہو پیار
جو تو اسے نہ بناتا تو سارے عالم کو　　نصیب ہوتی نہ دولت وجود کی زنہار

آدم علیہ السلام کا (مہر میں) درود شریف بھیجنا

تیسری روایت۔ ابن الجوزی نے اپنی کتاب سلوۃ الاحزان میں ذکر کیا ہے کہ آدم علیہ السلام نے جب حضرت حوا علیہا السلام سے قربت کرنا چاہا تو انہوں نے مہر طلب کیا آدم علیہ السلام نے دعا کی کہ اے رب میں ان کو (مہر میں) کیا چیز دوں ارشاد ہوا اے آدم میرے حبیب محمد بن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر بیس دفعہ درود بھیجو۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔

حضرت ابراہیم کی دعا اور حضرت عیسیٰ کی بشارت کا مصداق

چوتھی روایت۔ احمد اور بزار اور طبرانی اور حاکم اور بیہقی نے عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کی دعا (کا مصداق) ہوں اور عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت (کا محکی عنہ) ہوں۔

ف۔ اس میں اشارہ ہے دو آیتوں کے مضمون کی طرف

أوّل: ﴿. . . رَبَّنا واجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَتِنا أُمَّةً مُسْلِمَةً لَكَ﴾ إلى قوله تعالى: ﴿رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُوْلاً مِنْهُمْ﴾.

ثاني: ﴿. . . يٰبَنِي إِسْرَائِيلَ إِنِّي رَسُوْلُ اللّهِ إِلَيْكُمْ مُصَدِّقاً لِمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَاةِ وَمُبَشِّراً بِرَسُولٍ يَأْتي مِنْ بَعْدِي اسْمُه أَحْمَدُ﴾.

یعنی اول آیت میں ابراہیم علیہ السلام اور اسمٰعیل علیہ السلام کی دعا ہے کہ ہماری اولاد میں ایک

جماعت مطیع پیدا کیجیو اور اس جماعت میں ایک ایسا پیغمبر قائم کیجیو مراد اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کیونکہ بجز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کوئی پیغمبر ایسے نہیں کہ دونوں حضرات کی اولاد میں ہوں۔ اور دوسری آیت میں عیسیٰ علیہ السلام کا قول نقل فرمایا کہ میں بشارت دینے والا ہوں ایک پیغمبر کی جو میرے بعد آویں گے جن کا نام احمد ہوگا۔ (صلی اللہ علیہ وسلم) (نشر الطیب)

مکہ بتو مشرف طیبہ بتو منور اخلاق تو حمیدہ حق را تو برگزیدہ

ترجمہ: یعنی مکہ کو آپ سے شرف ملا، اور مدینہ آپ سے منور ہوا۔ آپ کے اخلاق پاکیزہ اور آپ حق کے برگزیدہ ہیں۔

شمس و قمر علامت کہ تو نور کبریائی، کہ بشارت مسیحی و خلیل را دعائی

ترجمہ: شمس و قمر اس کی علامت ہیں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے نور ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کے مصداق ہیں۔

تورات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات

پانچویں روایت۔ مشکوٰۃ میں بخاری سے بروایت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما آیا ہے کہ تورات میں آپ کی یہ صفت لکھی ہے "اے پیغمبر ہم نے تم کو بھیجا ہے امت کے حال کا گواہ بنا کر اور بشارت دینے والا اور ڈرانے والا اور گروہ امیین کی پناہ بنا کر (مراد اس سے امت محمدیہ ہے جیسا کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہم ایک امی جماعت ہیں) آپ میرے بندے اور میرے پیغمبر ہیں میں نے آپ کا نام متوکل رکھا ہے نہ آپ بد خلق ہیں اور نہ سخت مزاج ہیں نہ بازاروں میں شور مچاتے پھرتے ہیں اور برائی کا بدلہ برائی نہیں کرتے بلکہ معاف کر دیتے ہیں اور بخش دیتے ہیں۔ آپ کو اللہ تعالیٰ کبھی وفات نہ دیں گے یہاں تک کہ آپ کی برکت سے راہ کج یعنی کفر کو درست یعنی مبدل بہ ایمان نہ کر دیں کہ لوگ کلمہ پڑھنے لگیں اور یہاں تک کہ اس کلمہ کی برکت سے نابینا آنکھوں کو اور ناشنوا کانوں کو اور سربستہ دلوں کو کشادہ نہ کر دیں" (مطلب یہ ہے کہ جب تک دین حق خوب نہ پھیل جائے گا آپ کی وفات نہ ہوگی)

آپ کے متعلق توریت میں پیشین گوئی

چھٹی روایت۔ مشکوٰۃ میں مصابیح اور دارمی سے بروایت حضرت کعب رضی اللہ عنہ مروی ہے وہ توریت سے نقل کرتے ہیں اس میں لکھا ہوا ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے بندے پسندیدہ ہیں بدی کا بدلہ بدی سے نہیں دیتے بلکہ معاف کر دیتے ہیں اور درگزر فرماتے ہیں مکہ ان کی جائے ولادت ہے اور مدینہ ان کا مقام ہجرت ہے اور مرکز سلطنت ملک شام ہے۔

ف۔ چنانچہ بعد خلفاء راشدین کا پایہ سلطنت ملک شام رہا اور وہاں سے اسلام کی خوب اشاعت ہوئی۔

ساتویں روایت۔ مشکوٰۃ میں ترمذی سے بروایت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ توریت میں نعت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی لکھی ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آپ کے ساتھ مدفون ہوں گے۔

ف۔ ان اخیر تین روایتوں کے راوی کتب سابقہ کے عالم ہیں اول اور اخیر صحابی ہیں اور اوسط تابعی ہیں اور بعض آیات بھی ان روایت کے ہم معنی ہیں چنانچہ دو آیتوں کا مضمون تو اس مجلس کی چوتھی روایت کی شرح میں مذکور ہو چکا ہے اور تین آیتیں اور مذکور ہوتی ہیں پہلی آیتوں کو ملا کر۔

تیسری آیت۔ سورہ اعراف میں فرمایا اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگ جو پیروی کرتے ہیں رسول نبی امی کی جن کا ذکر اس طرح لکھا ہوا پاتے ہیں تورات میں اور انجیل میں ان لوگوں کو نیک کام بتلاویں گے اور بری بات سے منع کریں گے اور ستھری چیزوں کو ان کے واسطے حلال کریں گے اور گندی چیزوں کو حرام کریں گے اور جو احکام بہت سخت اور گراں تھے ان کو موقوف کر دیں گے۔

چوتھی آیت۔ سورہ فتح میں فرمایا اللہ تعالیٰ نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں اور ان کے ساتھ کے لوگ ایسے ایسے صفات سے موصوف ہیں اور ان سب کی صفت توریت و انجیل میں اس اس طرح سے موجود ہے۔

آپ کا ذکر مبارک پہلی آسمانی کتابوں میں

پانچویں آیت۔ سورہ بقرہ میں فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ جب اہل کتاب کے پاس ان کے علوم حاصلہ کی تصدیق کرنے والی کتاب آئی یعنی قرآن اور وہ لوگ اس کے آنے سے پہلے (یعنی قبل

بعثت) کفار (یعنی مشرکین) کے مقابلہ میں آپ کے توسل سے فتح کی دعا کیا کرتے تھے۔ یا یہ کہ آپ کی خبر بعثت کو ان پر ظاہر کیا کرتے تھے سو جب ان کے پاس جانی پہچانی چیز پہنچی (یعنی قرآن و صاحب قرآن) تو وہ اس کے منکر ہوگئے۔

ف۔ یہ استفتاح اور معرفت ان لوگوں کو کتب سابقہ سے حاصل ہوئی تھی پس آپ کا پہلی کتابوں میں مذکور ہونا معلوم ہوا اسی معرفت کو اسی سورہ بقرہ کی ایک آیت میں اس طرح فرمایا ہے ﴿يَعْرِفُونَه كَمَا يَعْرِفُونَ أَبْنَاءَهُمْ﴾.

ومن القصيدة

فَاقَ النَّبِيِّيْنَ فِيْ خَلْقٍ وَفِيْ خُلُقٍ ۔۔۔ وَلَمْ يُدَانُوْهُ فِيْ عِلْمٍ وَلاَ كَرَم

وَكُلُّهُمْ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ مُلْتَمِس ۔۔۔ غَرْفاً مِّنَ الْبَحْرِ أَوْ رَشْفاً مِّنَ الدِّيَم

وَوَاقِفُوْنَ لَدَيْهِ عِنْدَ حَدِّهِم ۔۔۔ مِنْ نُقْطَةِ الْعِلْمِ أَوْ مِنْ شَكْلَةِ الْحِكَم

ترجمہ: حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم حسن صورت و سیرت میں سب انبیاء علیہم السلام سے بڑھ کے ہیں اور وہ سب حضرات آپ سے علم و کرم میں لگا نہیں کھاتے (یعنی ہمسر نہیں ہیں) اور تمام انبیاء علیہم السلام حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دریائے معرفت سے ایک چلو کے طالب ہیں یا آپ کے علم کی مسلسل موسلادھار بارش سے ایک قطرہ کے اور تمام انبیاء علیہم السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں اپنی حد اور مرتبہ کے موافق کھڑے ہیں اور وہ ان کی حد آپ کی کتاب علم سے مثل نقطہ کے ہے یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حکمتوں کی کتاب سے مثل اعراب کے (عطر الوردہ)

يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِماً أَبَداً ۔۔۔ عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِم

آپ کا شرف و نزاہت نسب میں

پہلی روایت۔ مشکوۃ میں ترمذی سے بروایت حضرت عباس رضی اللہ عنہ مروی ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں محمد ہوں عبداللہ کا بیٹا اور **عبدالمطلب** کا پوتا اللہ تعالیٰ نے جو مخلوق کو پیدا کیا تو مجھ کو اچھے گروہ میں بنایا یعنی انسان بنایا پھر انسان میں دو فرقے پیدا کئے عرب اور عجم مجھ کو اچھے فرقے یعنی عرب میں بنایا۔ پھر عرب میں کئی قبیلے بنائے اور مجھ کو سب سے اچھے قبیلے میں پیدا کیا یعنی قریش میں پھر قریش میں کئی خاندان بنائے اور مجھ کو سب سے

اچھے خاندان میں پیدا کیا یعنی بنی ہاشم میں پس میں ذاتی طور پر بھی سب سے اچھا ہوں اور خاندان میں بھی سب سے اچھا ہوں۔

دوسری روایت۔ مشکوٰۃ میں مسلم سے بروایت واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے کنانہ کو منتخب کیا اور کنانہ میں سے قریش کو اور قریش میں سے بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم میں سے مجھ کو اور ترمذی کی روایت میں یہ بھی ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے اسماعیل علیہ السلام کو منتخب کیا۔

لیکن تو چیزے دیگری

تیسری روایت۔ دلائل ابو نعیم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتی ہیں اور آپ جبرئیل علیہ السلام سے حکایت فرماتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ میں تمام مشارق و مغارب میں پھرا سو میں نے کوئی شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل نہیں دیکھا۔ اور نہ کوئی خاندان بنی ہاشم سے افضل دیکھا اور اسی طرح طبرانی نے اوسط میں بیان کیا ہے۔ شیخ الاسلام حافظ ابن حجر رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ آثار صحت کے اس متن (یعنی حدیث) کے صفحات پر نمایاں ہیں۔
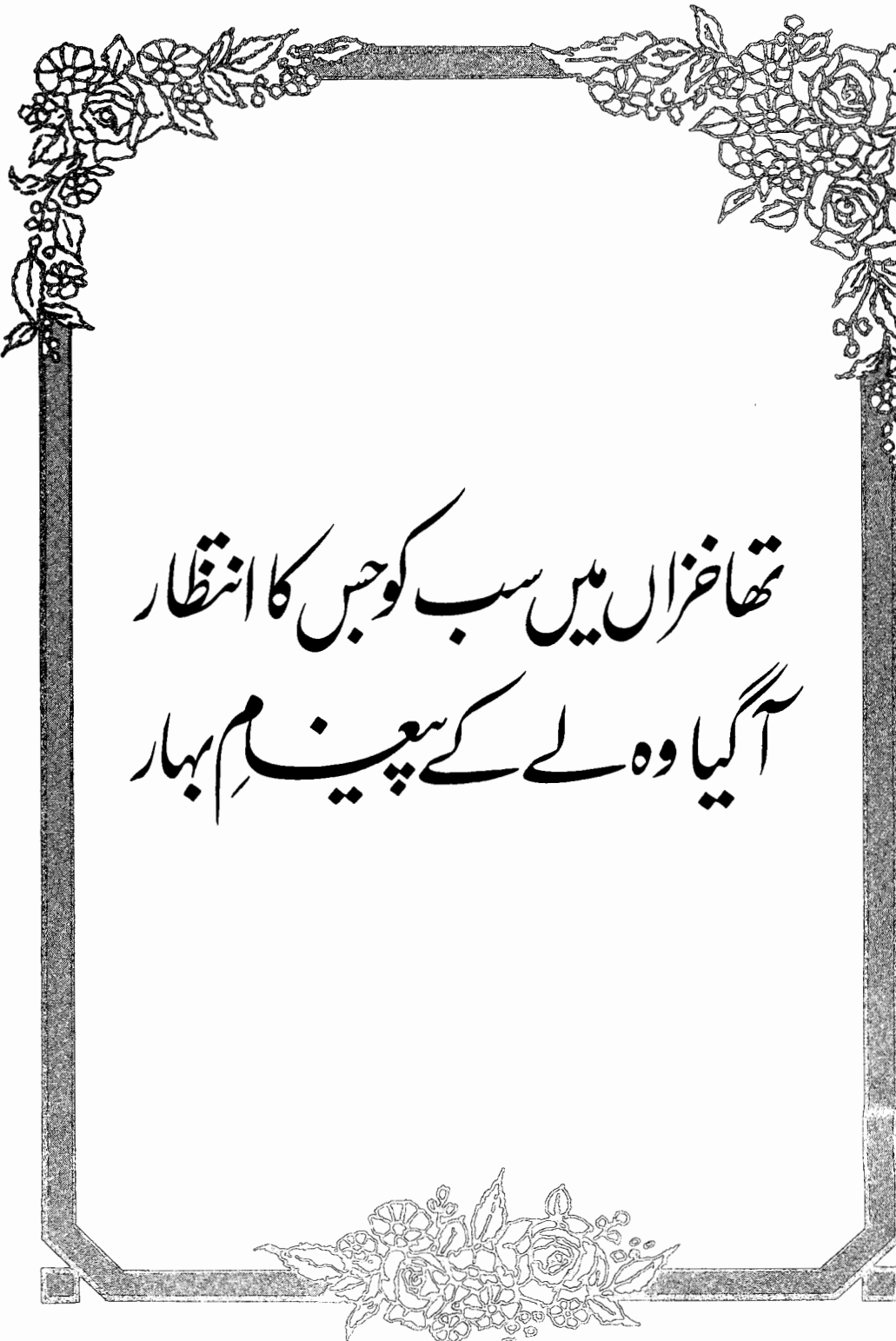
آفاقھا گردیدہ ام مہر بتاں ورزیدہ ام بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری

مِنَ الرَّوْض

أَكْرِم بِهِ نَسَباً طَابَتْ عَنَاصِرُه أَصلاً وَفرعاً وقَد سَادَتْ بِهِ الْبَشَر
مُطَهّر مِنْ سِفَاحِ الْجَاهِلِيَّةِ لَا يَشُوْبُه قَطُّ لَا نَقْص وَلَا كَدَر

آپ کا نسب کیسا کچھ باکرامت ہے کہ اس کے مواد پاکیزہ ہیں اصل سے بھی اور فرع سے بھی اور آپ کے سبب جنس بشر کو شرف حاصل ہو گیا

وہ نسب مطہر ہے لوث جاہلیت سے اس میں کبھی آمیزش نہیں ہوئی نہ نقص کی نہ کدورت کی

يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّم دَائِماً أَبَداً
عَلٰى حَبِيْبِكَ مَنْ زَانَتْ بِهِ الْعُصر

تھا خزاں میں سب کو جس کا انتظار
آگیا وہ لے کے پیغامِ بہار

چوتھی مجلس کی خوشبوئیں

ولادت شریفہ

نور مبارک جس کے فضائل گزشتہ مجلسوں میں ذکر ہوئے اسی مبارک ذات کو سب سے پہلے ربوبیت کا اقرار کرا کر عبدیت کاملہ اور پھر رسالت سے سرفراز فرمایا جب انسانوں کی طرف رسول بنا کر مبعوث فرمانا چاہا تو روح مبارک کو بشریت کا جامہ پہنا کر اور بشری لوازمات (ماسوئ ایسی باتوں کے جو شان نبوت کے منافی ہیں) کے ساتھ ایسے خصائص سے نوازا کہ خدائی مخصوص صفات مثلاً الوہیت، ربوبیت، صمدیت، یکتائی اور کبریائی کے علاوہ جو صفات کمال کسی بشر کو عطا کی جا سکتی تھیں ان سب کو جسد اطہر میں ودیعت رکھ کر اللہ تعالیٰ نے اپنے کمالات اور محاسن کا مظہر بنا کر بشری نظام کے مطابق پیدا فرمایا۔ لیکن بشر ہونے کے باوجود مافوق البشر خصوصیات بھی عطا کیں جس کے متعلق کسی نے آپ کی شان میں خوب کہا ہے۔

انما محمد بشر لیس کالبشر　　بل ھو یاقوت والناس کالحجر

یعنی آپ بشر تو ہیں مگر اور انسانوں کی طرح نہیں بلکہ آپ ایسے ہیں جیسے پتھروں میں یاقوت ہوتا ہے۔ حقیقت تو یاقوت کی بھی پتھر ہی ہے۔ مگر اس میں اور دوسرے پتھروں میں ایسا زمین آسمان کا فرق ہے کہ اس فرق پر نظر کر کے یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ پتھر نہیں کچھ اور چیز ہے پس یاقوت کا کمال یہی ہے کہ وہ پتھر ہو کر ایسا قیمتی اور ایسا خوش نما ہے اگر پتھر نہ ہوتا سونا ہوتا تو کوئی عجیب بات نہ تھی۔ اسی طرح حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کا کمال یہ ہے کہ آپ انسان ہو کر سب انسانوں سے اس طرح بڑھے ہوئے ہیں اور ایسے خصائص رکھتے ہیں جس کی مثال ساری کائنات میں نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کماحقہ تعریف سے زبانیں عاجز ہیں آخر

میں سب کو یہی کہنا پڑتا ہے۔ "بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر" اگر بشر کے بجائے فرشتہ ہوتے تو بعض خصائص کے لحاظ سے مثلاً معراج وغیرہ میں کچھ کمال نہ تھا۔

بندہ کے خیال میں اگر شاعر حجراسود کو شعر میں لاسکتا تو زیادہ اچھا ہوتا کہ وہ قیمت اور محبوبیت میں لاکھوں یاقوتوں سے بڑھ کر ہے۔ اس کو یمین اللہ کہا گیا ہے حالانکہ وہ بھی ایک پتھر ہے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم انسانوں میں حبیب اللہ ہیں اگر کوئی دوسرے انسانوں کے برابر کہے تو کفر ہے۔

ہر نبی علیہ السلام کو بشر ہونے کے باوجود مافوق البشر خصوصیات عطا کی جاتی ہیں، بالفاظ حضرت علامہ سید سلیمان ندوی رحمتہ اللہ علیہ:

"جس طرح ہمارا نفس اور ہماری روح یا ہمارے جسم کی پراسرار مخفی قوت ہمارے قالب خاکی پر حکمران ہے اور ہمارے اعضاء اور جوارح اس کے ایک ایک اشارہ پر حرکت کرتے ہیں اسی طرح نبوت کی روح اعظم اذن الٰہی سے سارے عالم جسمانی پر حکمران ہوجاتی ہے اور روحانی دنیا کے سنن و اصول عالم جسمانی کے قوانین پر غالب آجاتے ہیں، اس لئے وہ چشم زدن میں فرش زمین سے عرش بریں تک عروج کرجاتی ہے، سمندر اس کی ضرب سے تھم جاتا ہے، چاند اس کے اشارے سے دو ٹکڑے ہوجاتا ہے، اس کے ہاتھوں کی دی ہوئی چند روٹیاں ایک عالم کو سیر کردیتی ہیں، اس کی انگلیاں پانی کی نہریں بہاتی ہیں، اس کے نفس پاک سے بیمار تندرست ہوجاتے ہیں اور مردے جی اٹھتے ہیں، وہ تنہا مٹھی بھر خاک سے پوری فوج کو تہ و بالا کرسکتا ہے۔ کوہ، صحرا، بحروبر، جاندار اور بے جان بحکم الٰہی سب اس کے آگے سرنگوں ہوجاتے ہیں۔"

(سیرت النبی، ج ۳)

ف۔ قرآن وحدیث اور اجماع امت کی روشنی میں مسلمانوں کا نبوت کے بارہ میں وہی عقیدہ ہے جو سید سلیمان ندوی رحمتہ اللہ علیہ نے بیان فرمایا۔

حضرت نانوتوی رحمتہ اللہ علیہ اپنے قصیدہ میں فرماتے ہیں

بجز خدائی نہیں چھوٹا تجھ سے کوئی کمال — بغیر بندگی کیا ہے لگے جو تجھ کو عار
جو دیکھیں اتنے کمالوں پہ تیری یکتائی — رہے کسی کو نہ وحدت وجود کا انکار
یہ اجتماع کمالات کا تجھے اعجاز — دیا تھا تا نہ کریں انبیاء کہیں تکرار
تو آئینہ ہے کمالات کبریائی کا — وہ آپ دیکھتے ہیں اپنا جلوۂ دیدار
جمال کو ترے کب پہنچے حسن یوسف کا — وہ دلربائے زلیخا تو شاہد ستار
رہا جمال پہ تیرے حجاب بشریت — نہ جانا کون ہے کچھ بھی کسی نے جز ستار

آپ کے بعض برکات

پہلی روایت۔ آپ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ بنت وہب سے روایت ہے کہ جب آپ حمل میں آئے تو ان کو خواب میں بشارت دی گئی کہ تم اس امت کے سردار کے ساتھ حاملہ ہوئی ہو جب وہ پیدا ہوں تو یوں کہنا

أُعِيْذه بَالْوَاحِدِ مِنْ شَرِّ كُلِّ حَاسِدٍ.

اور اس کا نام محمد رکھنا۔

ولادت سے پہلے ہی آپ کے نور سے شام کے محل نظر آنا

دوسری روایت۔ نیز حمل رہنے کے وقت آپ کی والدہ ماجدہ نے ایک نور دیکھا جس سے شہر بصریٰ علاقہ شام کے محل ان کو نظر آئے۔

ف۔اور یہ نور کا دیکھنا اس قصہ کے علاوہ ہے جو عین ولادت کے وقت اسی طرح کا واقع ہوا۔

حمل سے والدہ ماجدہ کو کوئی تکلیف نہ ہوئی اور نہ کوئی کرب ہوا

تیسری روایت۔ نیز آپ کی والدہ ماجدہ روایت کرتی ہیں کہ میں نے (کسی عورت کا) کوئی حمل نہیں دیکھا جو آپ سے زیادہ سبک اور سہل ہو۔

ف۔ محاورہ میں اس عبارت کے معنی مساواۃ کی بھی نفی ہوتی ہے۔ سبک یہ کہ گراں نہ تھا اور سہل یہ کہ اس میں کسی قسم کی تکلیف غثیان یا کسل یا اختلال جوع (متلی سستی بھوک کی کمی)

وغیرہ نہ تھی اور شمامہ میں ہے کہ بعض[1] احادیث میں آیا ہے کہ ایسا ثقل ہوا جس کی شکایت عورتوں سے کی۔ حافظ ابو نعیم نے کہا ثقل ابتداء علوق (یعنی حمل) میں تھا پھر وقت استقرار حمل کے خفت ہو گئی ہر حال میں یہ حمل عادت معروف سے خارج تھا۔ (نشر الطیب)

یا رب صل وسلم دائماً ابدا
علی حبیبک من زانت بہ العصر

بعض واقعات وقت ولادت شریفہ

پہلی روایت۔ محمد بن سعد نے ایک جماعت سے حدیث بیان کی اس میں سے عطاء اور ابن عباس رضی اللہ عنہما بھی ہیں کہ آمنہ بنت وہب (آپ کی والدہ ماجدہ) کہتی ہیں کہ جب آپ یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم میرے بطن سے جدا ہوئے تو آپ کے ساتھ ایک نور نکلا جس کے سبب مشرق و مغرب کے درمیان سب روشن ہو گیا پھر آپ زمین پر آئے اور دونوں ہاتھوں پر سہارا دیئے ہوئے تھے۔ پھر آپ نے خاک کی ایک مٹھی بھری اور آسمان کی طرف سر اٹھا کر دیکھا۔

ف۔ اسی نور کا ذکر ایک دوسری حدیث میں اس طرح ہے کہ اس نور سے آپ کی والدہ نے شام کے محل دیکھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی واقعہ کی نسبت خود ارشاد فرمایا ہے "ورؤیا امی التی رأت" اور اسی میں یہ بھی آپ کا ارشاد ہے۔ "وکذالک امہات الانبیاء یرین" یعنی انبیاء علیہم السلام کی مائیں ایسا ہی نور دیکھا کرتی ہیں

خانہ کعبہ نور سے معمور ہو گیا ستارے زمین کے قریب آ گئے

دوسری روایت۔ عثمان بن ابی العاص اپنی والدہ ام عثمان ثقفیہ سے جن کا نام فاطمہ بنت عبداللہ ہے روایت کرتے ہیں وہ کہتی ہیں کہ جب آپ کی ولادت شریفہ کا وقت آیا تو آپ کے تولد کے

---

[1] میں کہتا ہوں کہ یہ ثقل عظمت کا تھا جیسے وحی کا ثقل ہوتا تھا اور ایسے ثقل سے نشاط طبعی زائل نہیں ہوتا۔ پس عین ثقل میں بھی بایں معنی خفت کا حکم صحیح ہے پس روایات میں تعارض نہ رہا۔

وقت میں نے خانہ کعبہ کو دیکھا کہ نور سے معمور ہو گیا اور ستاروں[1] کو دیکھا کہ زمین سے اس قدر نزدیک آگئے کہ مجھ کو گمان ہوا کہ مجھ پر گر پڑیں گے۔

تشریف آوری کے ساتھ ہی مشرق و مغرب کی سیر

تیسری روایت۔ ابو نعیم نے عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور وہ اپنی والدہ شفا سے نقل کرتے ہیں وہ کہتی ہیں کہ جب حضرت آمنہ سے آپ پیدا ہوئے تو میرے ہاتھوں میں آئے اور (موافق معمول بچوں کے) آپ کی آواز نکلی تو میں نے ایک کہنے والے کو سنا کہ کہتا ہے رحمک اللہ (یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو) شفا کہتی ہیں کہ تمام مشرق و مغرب کے درمیان روشنی ہو گئی۔ یہاں تک کہ میں نے روم کے بعضے محل دیکھے پھر میں نے آپ کو دودھ دیا (یعنی اپنا نہیں بلکہ آپ کی والدہ کا کیونکہ شفا کو کسی نے مرضعات میں ذکر نہیں کیا) اور لٹادیا تھوڑی دیر بھی نہ گزری تھی کہ مجھ پر ایک تاریکی اور رعب اور زلزلہ چھا گیا اور آپ میری نظر سے غائب ہو گئے۔ سو میں نے ایک کہنے والے کی آواز سنی کہ کہتا ہے کہ ان کو کہاں لے گئے تھے جواب دینے والے نے کہا کہ مشرق کی طرف وہ کہتی ہیں کہ اس واقعہ کی عظمت برابر میرے دل میں رہی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مبعوث فرمایا پس اول اسلام لانے والوں میں ہوئی۔

ف۔ مشرق کے ذکر سے مغرب کی نفی نہیں ہوئی دوسری روایات میں مغارب بھی آیا ہے شائد تخصیص ذکری اس روایت میں بنابر شرف سمت مشرق کے ہے بوجہ اس کے کہ وہ مطلع ہے شمس کا جیسا شروع والصّٰفّٰت میں رب المشارق فرمایا گیا ہے۔

---

[1] اگر آپ کی ولادت رات کے وقت ہوئی ہو جیسا کہ ایک قول ہے تب تو اس اخیر کے واقعہ میں کوئی تردد ہی نہیں اور اگر دن میں ہوئی جیسا کہ ایک قول ہے تو ستاروں کے نظر آنے کو بھی ایک خرق عادت کہا جاوے گا کذا قالوا اور احقر کے نزدیک یہ سہل ہے کہ صبح صادق کے وقت آپ کی ولادت کو کہا جاوے تو اس وقت ستارے بھی نمایاں ہوتے ہیں اور اس کو عوام رات سے اور خواص دن سے تعبیر کرتے ہیں پس دونوں قول متطابق بھی ہو جائیں گے واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

سلطنت شام و فارس کے زوال کے نشانات کا ظہور

چوتھی روایت۔ اور من جملہ آپ کے عجائب ولادت کے یہ واقعات روایت کئے گئے ہیں۔ کسریٰ کے محل میں زلزلہ پڑجانا اور اس سے چودہ کنگوروں کا گر پڑنا۔ اور بحیرہ طبریہ کا دفعتہً خشک ہوجانا اور فارس کے آتش کدہ کا بجھ جانا جو ایک ہزار برس سے برابر روشن تھا کہ کبھی نہ بجھا تھا روایت کیا اس کو بیہقی نے اور ابو نعیم نے اور خرائطی نے ہواتف میں اور ابن عساکر نے۔

ف۔ یہ واقعات اشارہ ہیں زوال سلطنت فارس و شام کی طرف۔ واللہ اعلم۔

پانچویں روایت۔ فتح الباری میں سیرۃ الواقدی سے نقل کیا ہے کہ آپ نے شروع ولادت میں کلام فرمایا آگے اہل کتاب کی خبریں دینا آپ کے تولد شریف سے مذکور ہیں[1]

علماء یہود کا اپنے علم و حساب سے ولادت شریفہ کی خبر دینا

چھٹی روایت۔ بیہقی اور ابو نعیم نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ میں سات آٹھ برس کا تھا اور دیکھی سنی بات کو سمجھتا تھا۔ ایک دن صبح کے وقت ایک یہودی نے یکایک چلانا شروع کیا کہ اے جماعت یہود کی سنو سب جمع ہوگئے اور میں سن رہا تھا کہنے لگے تجھ کو کیا ہوا۔ کہنے لگا کہ احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا وہ ستارا آج شب میں طلوع ہوگیا جس کی ساعت میں آپ پیدا ہونے والے تھے[2] ـــــ سیرۃ ابن ہشام میں یہ بھی ہے کہ محمد بن اسحاق

۱۔ اور اہل تنجیم و کہانت کی خبریں اس نظر سے ذکر نہیں کیں کہ یہ دونوں چیزیں شرع میں معتبر نہیں اور کتب سابقہ کی خبریں فی نفسہٖ صحیح ہیں جب کہ ان میں تحریف کا احتمال نہ ہو اور ظاہر ہے کہ اپنی مضر خبر دینا دلیل یقینی ہے کہ اس میں تحریف نہیں ہوئی اور جن علماء نے ان کے اقوال ذکر کئے ہیں بقصد حجت الزامیہ کے ذکر کئے ہیں اور یہ قصد صحیح ہے ولکل وجہۃ ہو مولیہا۔

۲۔ اس سے شبہ فن تنجیم کے صحیح ہونے کا نہ کیا جاوے کیونکہ اس ستارہ کا آپ کے تولد میں موثر و دخیل ہونا اس سے لازم نہیں آیا بلکہ معنی یہ ہیں کہ اس کو کسی نقل سے یہ معلوم تھا کہ آپ کے تولد کا ایسا وقت ہوگا۔ مثلاً کوئی حاکم رعایا کو بتلادے، کہ ہمارا فلاں نائب ہمارا فرستادہ فلاں ماہ کی فلاں تاریخ کو پہنچے گا تو ایک وقت کی تعیین ہے نہ کہ وقت کی تاثیر۔

صاحب اکسیر کہتے ہیں کہ میں نے سعید بن عبدالرحمٰن بن حسان بن ثابت سے پوچھا کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ میں تشریف لائے تو حسان بن ثابت کی کیا عمر تھی انہوں نے کہا کہ ساٹھ سال کی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ترپن سال کی عمر میں تشریف لائے ہیں تو اس حساب سے حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ (حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سات سال عمر میں زیادہ ہوئے تو انہوں) نے یہ مقولہ یہودی کا سات سال کی عمر میں سنا۔

مہر نبوت دیکھ کر یہودی کا بے ہوش ہو کر گر پڑنا

ساتویں روایت۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک یہودی مکہ میں آرہا تھا سو جس شب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے اس نے کہا اے گروہ قریش کیا تم میں آج کی شب کوئی بچہ پیدا ہوا ہے انہوں نے کہا کہ ہم کو معلوم نہیں کہنے لگا کہ دیکھو کیونکہ آج کی شب اس امت کا نبی پیدا ہوا ہے اس کے دونوں شانوں کے درمیان میں ایک نشانی ہے (جس کا لقب مہر نبوت ہے) چنانچہ قریش نے اس کے پاس سے جاکر تحقیق کیا تو خبر ملی کہ عبداللہ بن عبدالمطلب کے ایک لڑکا پیدا ہوا ہے وہ یہودی آپ کی والدہ کے پاس آیا انہوں نے آپ کو ان لوگوں کے سامنے کر دیا جب اس یہودی نے وہ نشانی دیکھی تو بے ہوش ہو کر گر پڑا اور کہنے لگا کہ بنی اسرائیل سے نبوت رخصت ہوئی اے گروہ قریش سن رکھو واللہ یہ تم پر ایسا غلبہ حاصل کریں گے کہ مشرق اور مغرب سے اس کی خبر شائع ہوگی (روایت کیا اس کو یعقوب بن سفیان نے اسناد حسن سے یہ فتح الباری میں ہے)

یوم، ماہ، سنہ، وقت اور مکان ولادت شریفہ

لِهٰذَا الشَّهْرِ فِيْ الْإِسْلَامِ فَضْلٌ ۔۔۔ وَمَنْقَبَةٌ تَفُوْقُ عَلَى الشُّهُوْرِ
رَبِيْعٌ فِيْ رَبِيْعٍ فِيْ رَبِيْعٍ ۔۔۔ وَنُوْرٌ فَوْقَ نُوْرٍ فَوْقَ نُوْرٍ

ترجمہ: اس ماہ مبارک کی اسلام میں فضیلت ہے اور اس کی ایک فضیلت ایسی ہے جو سب مہینوں پر سبقت لے جاتی ہے ایک بہار ہے موسم بہار کے وقت (یعنی صبح کے سہانے وقت میں) نور بالائے نور بالائے نور
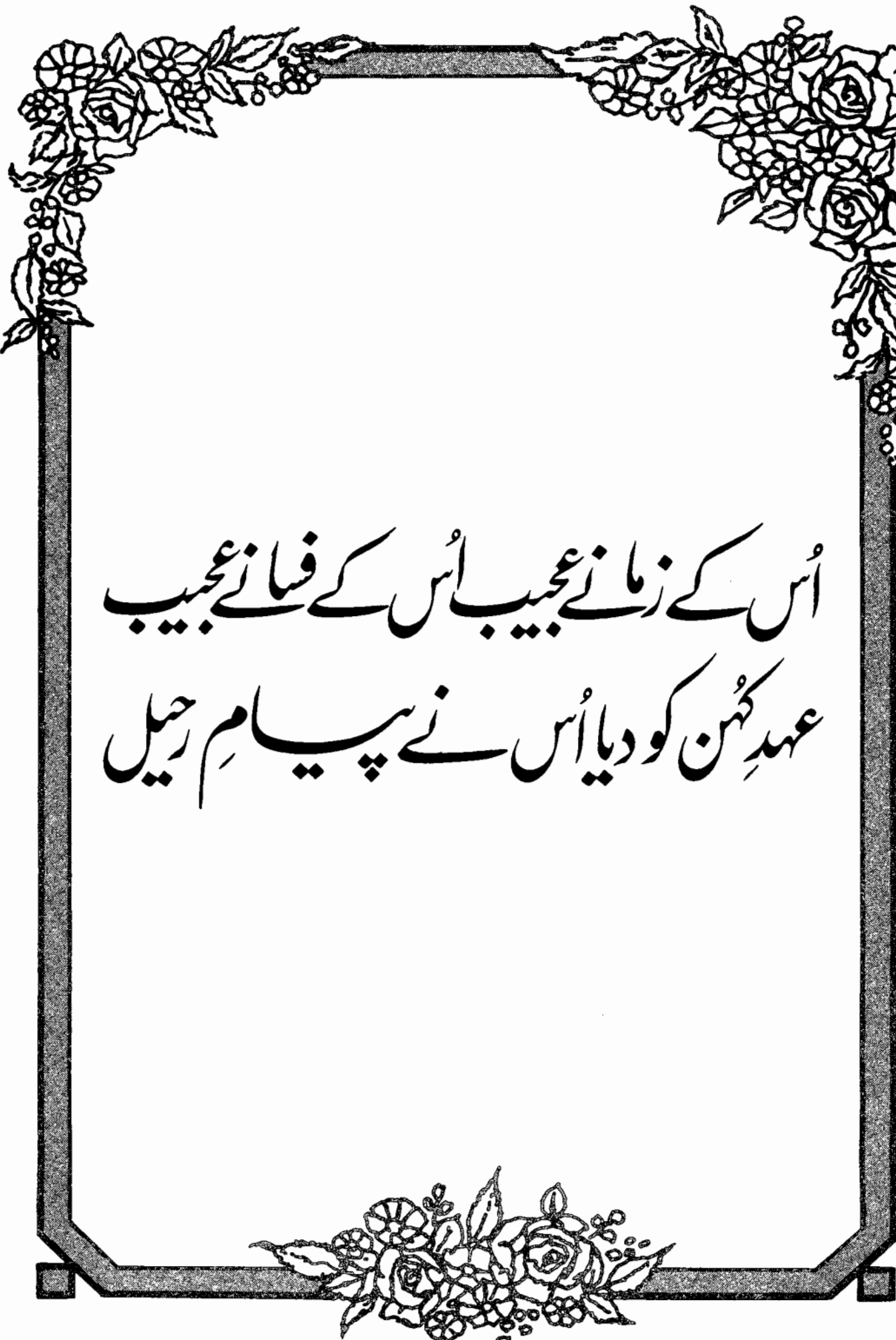
یوم و تاریخ۔ سب کا اتفاق ہے کہ دوشنبہ تھا اور تاریخ میں اختلاف ہے آٹھویں یا بارہویں۔

ماہ سب کا اتفاق ہے کہ ربیع الاول تھا۔ سنہ سب کا اتفاق ہے کہ عام الفیل تھا یعنی جس سال اصحاب الفیل ہلاک کئے گئے بقول سہیلی اس قصہ سے پچاس دن بعد اور بقول دمیاطی پچپن دن بعد وقت بعض نے شب کہا ہے بعض نے دن بعض نے طلوع فجر۔
مکان۔ بعض کے نزدیک مکہ میں بعض کے نزدیک شعب میں۔ بعض کے نزدیک ردم[1]
(نشر الطیب)

يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّم دَائِماً أَبَداً
عَلٰى حَبِيْبِكَ مَنْ زَانَتْ بِهِ الْعُصُر

---

[1] بالدال موضع بمکہ کذا فی القاموس

اُس کے زمانے عجیب اُس کے فسانے عجیب
عہدِ کُہن کو دیا اُس نے پیامِ رحیل

پانچویں مجلس کی خوشبوئیں

طفولیت سے نبوت تک

بعض واقعات زمانہ طفولیت میں

پہلی روایت۔ ابن شیخ نے خصائص میں ذکر کیا ہے کہ آپ کا گہوارہ (یعنی جھولا) فرشتوں کی جنبش دینے سے ہلا کرتا تھا۔ (کذافی المواہب)

آپ کا اول کلام

دوسری روایت۔ بیہقی اور ابن عساکر نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کہتی تھیں کہ انہوں نے جب آپ کا دودھ چھڑایا ہے تو آپ نے دودھ چھڑانے کے ساتھ ہی سب سے اول جو کلام فرمایا ہے وہ یہ تھا

اَللّٰهُ أَكْبَرُ كَبِيْراً وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيراً وَسُبْحَانَ اللّٰهِ بُكْرَةً وَأَصِيْلاً.

جب آپ ذرا سیانے ہوئے تو باہر تشریف لے جاتے اور لڑکوں کو کھیلتا دیکھتے مگر ان سے علیحدہ رہتے (یعنی کھیل میں شریک نہ ہوتے) (کذافی المواہب)

آپ پر بادل سایہ کرتے تھے

تیسری روایت۔ ابن سعد اور ابو نعیم اور ابن عساکر نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہیں دور نہ جانے دیا کرتیں ایک بار ان کو کچھ خبر نہ ہوئی آپ اپنی رضاعی بہن شیماء کے ساتھ عین دوپہر کے وقت مواشی کی طرف چلے گئے حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا آپ کی تلاش میں نکلیں یہاں تک کہ آپ کو بہن کے ساتھ پایا کہنے لگیں کہ اس گرمی میں (ان کو لائی ہو) بہن نے کہا اماں میرے بھائی کو گرمی ہی نہیں

لگی میں نے ایک بادل کا ٹکڑا دیکھا جوان پر سایہ کئے ہوئے تھا جب ٹھہر جاتے تھے وہ بھی ٹھہر جاتا تھا اور جب چلنے لگتے وہ بھی چلنے لگتا تھا یہاں تک کہ اس موقع تک اسی طرح پہنچے۔

حلیمہ سعدیہ کے بخت جاگ اٹھے

چوتھی روایت۔ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں (طائف سے) بنی سعد کی عورتوں کے ہمراہ دودھ پینے والے بچوں کی تلاش میں مکہ کو چلی (اس قبیلہ کا یہی کام تھا) اور اس سال سخت قحط تھا میری گود میں میرا ایک بچہ تھا مگر اتنا دودھ نہ تھا کہ اس کو کافی ہوتا رات بھر اس کے چلانے سے نیند نہ آتی اور نہ ہماری اونٹنی کے دودھ ہوتا میں ایک دراز گوش پر سوار تھی جو غایت لاغری سے سب کے ساتھ نہ چل سکتا تھا ہمراہی بھی اس سے تنگ آ گئے تھے ہم مکہ آئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو عورت دیکھتی اور سنتی کہ آپ یتیم ہیں کوئی قبول نہ کرتی (کیونکہ زیادہ انعام واکرام کی توقع نہ ہوتی اور ادھر ان کو دودھ کی کمی کے سبب کوئی بچہ نہ ملا) میں نے اپنے شوہر سے کہا کہ یہ تو اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ میں خالی جاؤں۔ میں تو اس یتیم کو لاتی ہوں شوہر نے کہا کہ بہتر شائد اللہ تعالیٰ برکت کرے۔

غرض میں آپ کو جا کر لے آئی۔ جب اپنی فرود گاہ پر لائی اور گود میں لے کر دودھ پلانے بیٹھی تو دودھ اس قدر اترا کہ آپ اور آپ کے رضاعی بھائی نے خوب آسودہ ہو کر پیا اور آسودہ ہو کر سو گئے اور میرے شوہر نے جو اونٹنی کو جا کر دیکھا تو تمام دودھ ہی دودھ بھرا تھا غرض اس نے دودھ نکالا اور ہم سب نے خوب سیر ہو کر پیا اور رات بڑے آرام سے گزری اور اس کے قبل سونا میسر نہیں ہوتا تھا۔ شوہر کہنے لگے اے حلیمہ تو تو بڑی برکت والے بچہ کو لائی میں نے کہا ہاں مجھ کو بھی یہی امید ہے پھر ہم مکہ سے روانہ ہوئے اور میں آپ کو لے کر اسی دراز گوش پر سوار ہوئی پھر تو اس کا یہ حال تھا کہ کوئی سواری اس کو پکڑ نہ سکتی تھی میری ہمراہی عورتیں تعجب سے کہنے لگیں کہ حلیمہ ذرا آہستہ چلو یہ وہی تو ہے جس پر تم آئی تھیں میں نے کہا ہاں وہی ہے وہ کہنے لگیں کہ بیشک اس میں کوئی بات ہے پھر ہم اپنے گھر پہنچے اور وہاں سخت قحط تھا سو میری بکریاں دودھ سے بھری آتیں اور دوسروں کو اپنے جانوروں میں ایک قطرہ دودھ نہ ملتا۔ میری قوم کے لوگ اپنے چرواہوں سے کہتے کہ ارے تم بھی وہاں ہی چراؤ جہاں حلیمہ کے جانور چرتے ہیں مگر جب بھی وہ جانور خالی آتے اور میرے جانور بھرے آتے (کیونکہ چراگاہ میں کیا

رکھا تھا وہ تو بات ہی اور تھی) غرض ہم برابر خیر و برکت مشاہدہ کرتے رہے یہاں تک کہ دو سال پورے ہوگئے اور میں نے آپ کا دودھ چھڑایا اور آپ کا نشو ونما اور بچوں سے بہت زیادہ تھا یہاں تک کہ دو سال کی عمر میں اچھے بڑے معلوم ہونے لگے پھر ہم آپ کو آپ کی والدہ کے پاس لائے مگر آپ کی برکت کی وجہ سے ہمارا جی چاہتا تھا کہ آپ اور رہیں اس لئے آپ کی والدہ سے اصرار کر کے وباء مکہ کے بہانے سے پھر اپنے گھر لے آئے۔

پہلا شق صدر

سو چند ہی مہینے بعد ایک بار اپنے رضاعی بھائی کے ساتھ مواشی میں پھر رہے تھے کہ یہ بھائی دوڑتا ہوا آیا اور مجھ سے اور اپنے باپ سے کہا کہ میرے قریشی بھائی کو دو سفید کپڑے والے آدمیوں نے پکڑ کر لٹایا اور شکم چاک کیا میں اسی حال میں چھوڑ کر آیا ہوں سو ہم دونوں گھبرائے ہوئے گئے دیکھا کہ آپ کھڑے ہیں مگر رنگ (خوف سے) متغیر ہے میں نے پوچھا بیٹا کیا تھا فرمایا دو شخص سفید کپڑے پہنے ہوئے آئے اور مجھ کو لٹایا اور پیٹ چاک کر کے اس میں کچھ ڈھونڈ کر نکالا معلوم نہیں کیا تھا۔ ہم آپ کو اپنے ڈیرے پر لائے اور شوہر نے کہا حلیمہ اس لڑکے کو آسیب کا اثر ہوا ہے قبل اس کے کہ اس کا زیادہ ظہور ہو ان کے گھر پہنچا آ۔ میں والدہ کے پاس لے کر گئی کہنے لگیں کہ تو تو اس کو رکھنا چاہتی تھی پھر کیوں لے آئی میں نے کہا اب خدا کے فضل سے ہوشیار ہو گئے اور میں اپنی خدمت کر چکی خدا جانے کیا اتفاق ہوتا اس لئے لائی ہوں۔ انہوں نے فرمایا یہ بات نہیں سچ بتلا میں نے سب قصہ بیان کیا کہنے لگیں تجھ کو ان پر شیطان کے اثر کا اندیشہ ہوا ۔ میں نے کہا ہاں۔ کہنے لگیں ہرگز نہیں واللہ شیطان کا ان پر کچھ اثر نہیں ہو سکتا میرے بیٹے کی ایک خاص شان ہے پھر انہوں نے بعض حالات حمل و ولادت کے بیان کئے جو پہلے مذکور ہو چکے (اور فرمایا) اچھا ان کو چھوڑ دو اور خیریت کے ساتھ جاؤ۔

ف ۱۔ اس روایت میں متعدد واقعات پر کرامات مذکور ہیں جیسا کہ ظاہر ہے۔

ف ۲۔ اور حلیمہ کے اس لڑکے کا نام عبداللہ ہے اور یہ انیسہ اور جذامہ کے بھائی ہیں اور یہ جذامہ شیماء کے نام سے مشہور ہیں اور یہ سب اولاد ہیں حارث بن عبدالعزیٰ کی جو شوہر ہیں حضرت حلیمہ کے بعض اہل علم نے ان سب کے ایمان لانے کی تصریح کی ہے۔

طفولیت میں عدل، نظافت اور حیا

پانچویں روایت۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پستان راست (دائیں) کا دودھ پیا کرتے اور پستان چپ (بائیں) اپنے بھائی رضاعی یعنی حلیمہ (رضی اللہ عنہا) کے بیٹے کے لئے ہمیشہ چھوڑ دیتے تھے۔ ایسا عدل آپ کی طبیعت میں تھا۔ اور لڑکپن میں کبھی آپ نے بول وبراز کپڑے میں نہیں کیا بلکہ دونوں کے وقت مقرر تھے کہ اسی وقت رکھنے والے آپ کو جائے ضرور میں اٹھا کر پیشاب کرالیتے اور کبھی ستر آپ کا برہنہ نہ ہوتا۔ اور جو کپڑا اتفاقاً اٹھ جاتا تو فرشتے فوراً ستر چھپا دیتے۔ ایک بار اپنے بچپن کا واقعہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر فرمایا کہ میں ایک بار بچوں کے ساتھ پتھر اٹھا اٹھا کر لا رہا تھا اور سب اپنی لنگی اتار کر گردن پر پتھر کے نیچے رکھے ہوئے تھے۔ میں نے بھی ایسا ہی کرنا چاہا (کیونکہ اتنے بچپن میں انسان مکلّف بھی نہیں ہوتا اور طبعاً و عرفاً بھی ایسے بچے سے ایسا امر خلاف حیا نہیں سمجھا جاتا) دفعتاً (غیب سے) زور سے ایک دھکا لگا اور یہ آواز آئی کہ اپنی لنگی باندھو پس میں نے فوراً باندھ لی اور گردن پر پتھر لانے شروع کئے۔

صغر سنی میں انگلی کے اشارے سے پانی برسنا

چھٹی روایت۔ ابن عساکر نے حلیمہ بن عرفطہ سے روایت کیا ہے کہ میں مکہ معظمہ پہنچا اور وہ لوگ سخت قحط میں تھے قریش نے کہا اے ابو طالب چلو پانی کی دعا مانگو ابو طالب چلے اور ان کے ساتھ ایک لڑکا تھا اس قدر حسین جیسے بدلی میں سے سورج نکلا ہو۔ (یہ لڑکے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے جو اس وقت ابو طالب کی پرورش میں تھے) ابو طالب نے ان صاحبزادے کی پشت خانہ کعبہ سے لگائی اور صاحبزادے نے انگلی سے اشارہ کیا اور آسمان میں کہیں بدلی کا نشان نہ تھا سب طرف سے بادل آنا شروع ہوا اور خوب پانی برسا اور یہ واقعہ آپ کی صغر سنی میں ہوا۔

ساتویں روایت۔ ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ابو طالب کے ساتھ بارہ برس کی عمر میں سفر تجارت پر شام کو گئے راہ میں بحیرا راہب نصاریٰ کے پاس اتفاق قیام ہوا۔ راہب نے آپ کو علامات نبوت سے پہچانا اور قافلہ کی دعوت کی اور ابو طالب سے کہا کہ یہ پیغمبر سردار سب

عالموں کے ہیں اور اہل کتاب اور یہود اور نصاریٰ ان کے دشمن ہیں ان کو ملک شام میں نہ لے جاؤ مبادا ان کے ہاتھ سے ان کو گزند پہنچے سو ابو طالب نے مال تجارت وہیں بیچا اور بہت نفع پایا اور وہیں سے مکہ کو پھر آئے۔

ف۔ سیرت ابن ہشام میں یہ قصہ بہت مفصل و مبسوط ہے۔

صغر سنی میں کرامات و برکات

آٹھویں روایت۔ آپ جب ابو طالب کی کفالت و تربیت میں تھے۔ جب ان کے عیال کے ہمراہ کھانا کھاتے سب شکم سیر ہو جاتے اور جب نہ کھاتے تو وہ بھوکے رہتے۔

قلب اطہر میں عالم ملکوت و عالم لاہوت کے مشاہدہ کی طاقت کا بھرنا

نویں روایت۔ محمد بن اسحاق نے ثور بن یزید سے (پہلے شق صدر کے بعد کا واقعہ) مرفوعاً ذکر کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ان دو سفید پوش شخصوں میں سے ایک نے دوسرے سے کہا کہ ان کو ان کی امت کے دس آدمیوں کے ساتھ وزن کرو چنانچہ وزن کیا تو میں بھاری نکلا پھر اسی طرح سو کے ساتھ پھر ہزار کے ساتھ وزن کیا پھر کہا کہ بس کرو واللہ اگر ان کو ان کی تمام امت سے وزن کرو گے تب بھی یہی وزنی نکلیں گے۔

ف۔ اس جملہ میں آپ کو بشارت سنا دی کہ آپ نبی ہونے والے ہیں۔

ف۔ اور شق صدر اور قلب اطہر کا دھلنا چار بار ہوا ایک تو یہی جو مذکور ہوا دوسری بار بعمر دس سال یہ صحرا میں ہوا تھا۔ تیسری بار وقت بعثت کے بماہ رمضان غار حرا میں۔ چوتھی بار شب معراج میں اور پانچویں ثابت نہیں۔ شاہ عبدالعزیز قدس سرہ نے تفسیر سورہ الم نشرح میں اس کے متعلق نکتہ لکھا ہے کہ پہلی بار کا شق کرنا اس لئے تھا کہ آپ کے دل سے حب لہو و لعب جو لڑکوں کے دل میں ہوتی ہے نکال ڈالیں۔ اور دوسری بار اس لئے کہ جوانی میں آپ کے دل میں رغبت ایسے کاموں کی جو بمقتضائے جوانی خلاف مرضی الٰہی سرزد ہوتی ہیں نہ رہے۔ اور تیسری بار اس لئے کہ آپ کے دل کو طاقت مشاہدہ عالم ملکوت اور لاہوت کی ہو۔

مِنَ الرَّوْض

وَيَا هَنَا ابنَةَ سَعْدٍ فَهِي قَدْ سَعِدَت   سَعَادَةً قَدْرُهَا بَيْنَ الْوَرَىٰ خَطر

إِذْ أَرْضَعَتْ خَيْرَ خَلْقِ اللّٰهِ كُلِّهِم هٰذَا هُوَ الْفَوْزُ لَا مَلْكٌ وَلَا وَزَر
رَأَتْ لَه مُعْجِزَاتٍ فِيْ الرِّضَاعِ بَدَتْ وَشَاهَدَتْ بَرَكَاتٍ لَيْسَ تَنْحَصِر
وَحَدَّثَتْ قَوْمَه أَهْلُ الْكُتُبِ بِمَا يَكُوْنُ مِنْ شَأْنِه مُذْ شَخْصَه نَظَرُوا

ترجمہ:۔ اور کیا خوش قسمتی ہے حضرت سعدیہ رضی اللہ عنہا کی ان کو ایسی سعادت حاصل ہوئی جس کی قدر مخلوق میں عظیم ہے کیونکہ انہوں نے بہترین تمام خلائق کو دودھ پلایا یہ بڑی کامیابی ہے (اس کے برابر) نہ شاہی ہے نہ وزارت۔ انہوں نے آپ کے بہت سے معجزات دیکھے جو رضاعت کی حالت میں ظاہر ہوئے اور ایسی برکات کا مشاہدہ کیا جن کا حصر نہیں ہو سکتا اور اہل کتاب نے اپنی قوم سے آپ کے حالات بیان کئے جب سے کہ آپ کو دیکھا۔

يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّم دَائِماً أَبَداً
عَلٰى حَبِيْبِكَ مَنْ زَانَتْ بِهِ الْعُصُر

وہ اشخاص، جن کے متعلق آپ کی تربیت و رضاع تھی

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) زمانہ حمل میں تھے کہ آپ کے والد عبداللہ کی وفات ہو گئی صرف دو مہینے حمل پر گزرے تھے کہ عبداللہ شام کو قافلہ قریش کے ساتھ تجارت کو گئے تھے وہاں سے پھرتے ہوئے مدینہ میں اپنے ماموں کے پاس بیمار ہو کر ٹھہر گئے کہ وہاں ہی وفات پائی۔ اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم چھ سال کے ہوئے تو آپ کی والدہ آمنہ آپ کو لے کر مدینہ میں اپنے اقارب سے ملنے گئیں تھیں مکہ کو واپس آتے ہوئے درمیان مکہ و مدینہ کے موضع ابواء میں انہوں نے وفات پائی۔ اور اس وقت ام یمن بھی ساتھ تھیں پھر آپ اپنے دادا عبدالمطلب کی پرورش میں رہے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم آٹھ سال کے ہوئے عبدالمطلب کی بھی وفات ہوئی اور انہوں نے ابو طالب کو آپ کی نسبت وصیت کی تھی چنانچہ پھر آپ ان کی کفالت میں رہے یہاں تک کہ انہوں نے نبوت کا زمانہ بھی پایا۔ اور سات روز تک آپ نے والدہ ماجدہ کا دودھ پیا پھر چند روز تک ثوبیہ نے دودھ پلایا جو ابولہب کی آزاد کردہ لونڈی تھی اور ان کے اسلام میں اختلاف ہے اور آپ ہی کے ساتھ حضرت ابو سلمہ اور حضرت حمزہ کو بھی دودھ پلایا اور اس وقت ان کا بیٹا مسروح دودھ پیتا تھا پھر حلیمہ سعدیہ نے پلایا۔ انہی حلیمہ نے آپ کے ساتھ آپ کے چچا زاد بھائی ابو سفیان بن الحارث بن عبدالمطلب کو بھی دودھ پلایا یہ عام فتح میں

مسلمان ہوئے اور بہت پکے مسلمان ہوئے اور اس زمانہ میں حضرت حمزہ بھی بنی سعد میں کسی عورت کا دودھ پیتے تھے سو اس عورت نے بھی ایک روز آپ کو دودھ پلا دیا۔ جب آپ حلیمہ کے پاس تھے تو حضرت حمزہ دو عورتوں کے دودھ کی وجہ سے آپ کے رضاعی بھائی ہیں ایک ثویبہ کے دودھ سے دوسرے اس سعدیہ کے دودھ سے اور جن کے آغوش میں آپ رہے وہ یہ ہیں۔ آپ کی والدہ اور ثویبہ اور حلیمہ اور شیماء آپ کی رضاعی بہن اور ام ایمن حبشیہ جن کا نام برکت ہے یہ آپ کو آپ کے والد سے میراث میں ملی تھیں اور آپ نے ان کا نکاح حضرت زید رضی اللہ عنہ سے کیا تھا جن سے اسامہ پیدا ہوئے

شباب سے نبوت تک کے بعض واقعات

پہلی روایت۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم چودہ یا پندرہ سال کے ہوئے اور بقولے بیس سال کے ہوئے تو قریش اور قیس غیلان میں ایک لڑائی ہوئی تو اس واقعہ کے بعض تاریخوں میں آپ بھی تشریف فرمائے معرکہ ہوئے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اپنے اعمام کو عدو کے تیروں سے بچاتا تھا اور اس واقعہ کا بڑا قصہ ہے۔

ف۔ اس سے آپ کا اول ہی سے شجاع ہونا ثابت ہوتا ہے۔

حضرت خدیجہ کا آپ سے نکاح کا پیغام
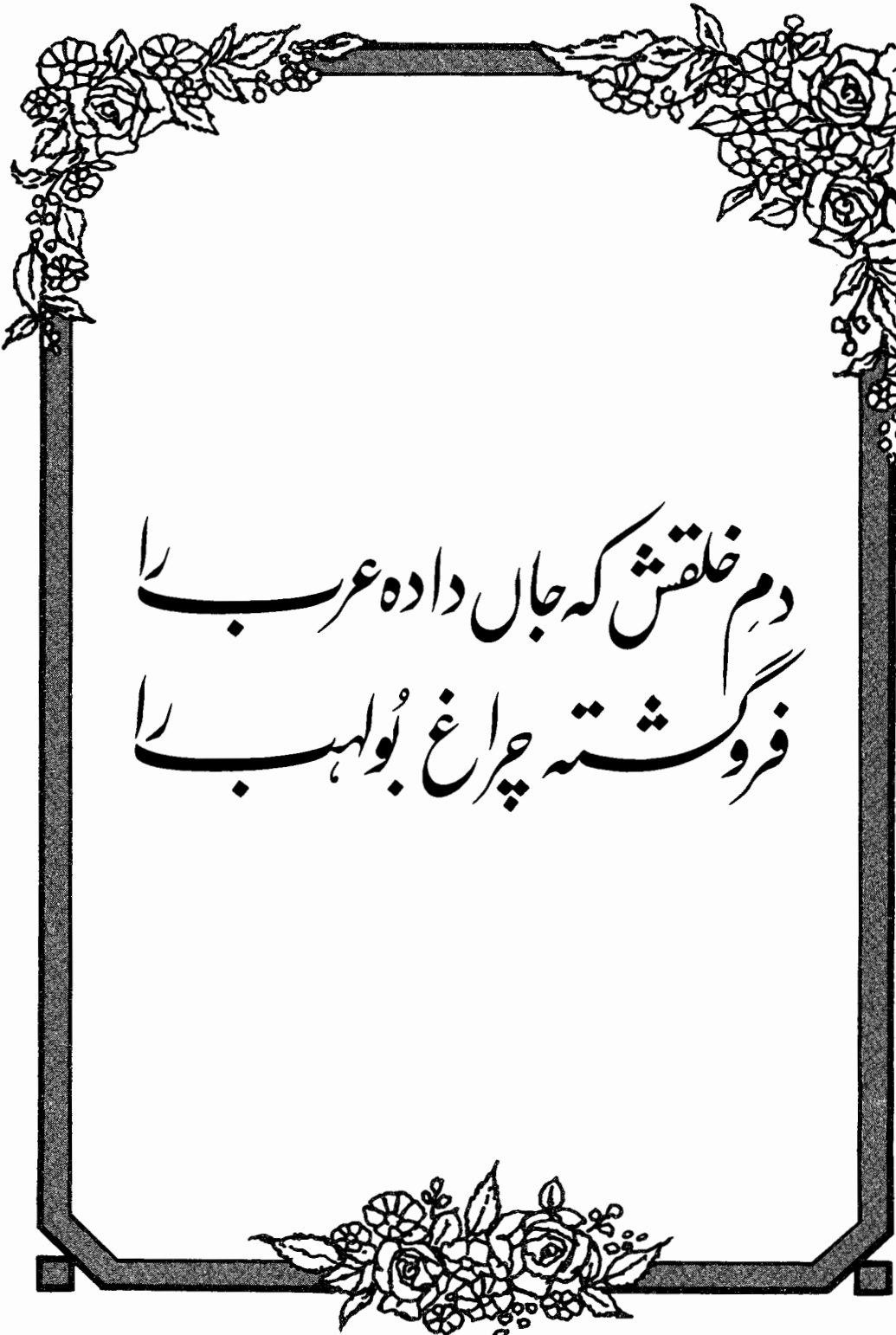
دوسری روایت۔ جب آپ پچیس سال کے ہوئے تو حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا نے جو کہ قریش میں ایک مالدار بی بی تھیں اور تاجروں کو اپنا مال اکثر مضاربت پر دیتی رہا کرتی تھیں آپ کے صدق و امانت و حسن معاملہ و اخلاق کی خبر سن کر آپ سے درخواست کی کہ میرا مال مضاربت پر شام کی طرف لے جایئے۔ اور میرا غلام میسرہ آپ کے ساتھ جاوے گا۔ آپ نے قبول فرمایا یہاں تک کہ آپ شام میں پہنچے اور کسی موقع پر آپ ایک درخت کے نیچے اترے وہاں ایک راہب کا صومعہ تھا اس راہب نے آپ کو دیکھا اور میسرہ سے پوچھا یہ کون شخص ہیں میسرہ نے کہا قریش اہل حرم میں سے ایک شخص ہیں۔ راہب نے کہا اس درخت کے نیچے بجز نبی کے کوئی کبھی نہیں اترا۔ آپ شام سے خوب نفع لے کر واپس ہوئے۔ اور میسرہ نے دیکھا کہ جب دھوپ تیز ہوتی تھی تو دو فرشتے آپ پر سایہ کرتے تھے۔ جب آپ مکہ پہنچے تو حضرت خدیجہ

رضی اللہ عنہا کو ان کا مال سپرد کیا تو دیکھا کہ دوگنا یا اس کے قریب نفع ہوا (یہ تو آپ کے صدق وامانت کی بین دلیل تھی) اور میسرہ نے ان سے اس راہب کا قول اور فرشتوں کے سایہ کرنے کا قصہ بیان کیا حضرت خدیجہ نے ورقہ بن نوفل سے جو کہ ان کے چچازاد بھائی اور عیسائی مذہب کے بڑے عالم تھے ذکر کیا۔ ورقہ نے کہا اے خدیجہ اگر یہ بات صحیح ہے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس امت کے نبی ہیں اور مجھ کو (کتب سماویہ سے) معلوم ہے کہ اس امت میں ایک نبی ہونے والا ہے اور اس کا یہی زمانہ ہے۔ حضرت خدیجہ بڑی عاقل تھیں یہ سب سن کر آپ کے پاس پیغام بھیجا کہ میں آپ کی قرابت اور اشرف القوم اور امین اور خوش خو اور صادق القول ہونے کے سبب آپ سے نکاح کرنا چاہتی ہوں۔ آپ نے اپنے اعمام سے ذکر کیا اور ان کے اہتمام سے نکاح ہو گیا۔ اس راہب کا نام نسطورا تھا

قریش پکار اٹھے یہ محمد ہیں۔ امین ہیں

تیسری روایت۔ جب آپ پینتیس سال کے ہوئے قریش نے خانہ کعبہ کی از سرنو تعمیر کرنے کا ارادہ کیا جب حجر اسود کے موقع تک تعمیر پہنچی تو ہر قبیلہ اور ہر شخص یہی چاہتا تھا کہ حجر اسود کو اس کی جگہ پر میں رکھوں قریب تھا کہ ان میں ہتھیار چلے آخر اہل الرائے نے یہ مشورہ دیا کہ مسجد حرام کے دروازے سے جو سب میں پہلے آوے اس کے فیصلہ پر سب عمل کرو۔ سو سب سے اول حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ سب دیکھ کر کہنے لگے کہ یہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں امین ہیں اور قریش آپ کو نبوت سے پہلے امین کے لقب سے یاد کرتے تھے اور آپ کی خدمت میں یہ معاملہ پیش کیا۔ آپ نے فرمایا ایک بڑا کپڑا لاؤ چنانچہ لایا گیا آپ نے حجر اسود اپنے دست مبارک سے اس کپڑے میں رکھا اور فرمایا کہ ہر قبیلہ کا آدمی اس چادر کا ایک ایک پلہ تھام لے اور خانہ کعبہ تک لاویں جب وہاں تک پہنچا آپ نے خود اس کو اٹھا کر اس کے موقع پر رکھ دیا۔ اس فیصلہ سے سب راضی ہو گئے اٹھانے کا شرف تو سب کو حاصل ہو گیا اور چونکہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا تھا کہ سب آدمی مجھ کو اس کے موقع پر رکھنے کے لئے اپنا وکیل بنا دیں کہ فعل وکیل کا بمنزلہ موکل کے ہوتا ہے تو اس طرح رکھنے میں بھی سب شریک ہو گئے۔ (نشر الطیب)

یارب صل وسلم دائماً ابدا علی حبیبک خیر الخلق کلھم

دمِ خلقش که جاں دادہ عرب را
فروگشتہ چراغ بولہب را

چھٹی مجلس کی خوشبوئیں

نبوت تا ہجرت

دعوت اور کار نبوت کی اہلیت، خلوت اور ذکر و فکر

حق تعالیٰ فرماتے ہیں۔

﴿قُلْ هٰذِهِ سَبِيْلِي أَدْعُوْا إِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ أَنَا وَمَنْ اتَّبَعَنِي﴾.

ترجمہ: کہہ دے اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ ہے میرا راستہ میں تم کو وصف بصیرت و مشاہدہ و رویت قلبی و تصدیق ایمانی کے ہوتے ہوئے اللہ کی طرف بلا رہا ہوں اور اسی طرح میرے تابعین بھی بصیرت و مشاہدہ سے (لوگوں کو دین اور ایمان کی طرف) بلاتے ہیں۔

امام ربانی حضرت گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس (آیت) سے معلوم ہوا کہ مشائخ جو تابع ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان کو بصیرت و وحدانیت و عظمت خداوندی کی معرفت تامہ ضرور حاصل ہوتی ہے ورنہ نیابت رسالت کی خدمت کا انجام دینا اور رشد و ہدایت کی طرف مخلوق کا بلانا صحیح نہیں ہو سکتا۔

دعوت کی تاریخ شاہد ہے کہ مذکورہ بالا صفات ان کے حصول کے طریقوں کے ساتھ (جس میں خلوت اور ذکر و شغل وغیرہ کرایا جاتا ہے) حاصل کئے بغیر جس کسی نے بھی دعوت کا کام محض ظاہری علم اور مطالعہ کی بنا پر کیا وہ یا تو فتنے کا باعث بن گیا یا اس کا اثر جلدی ختم ہو گیا۔

البتہ حقیقی داعیان کے ماتحت بطور کارکنوں کے اگر کوئی محض اپنی اصلاح کی نیت سے یہ کام کرے تو کوئی خطرہ نہیں جیسا کہ استاد جماعت میں سے کسی ہوشیار بچے کو حکم دیتے ہیں کہ تم یہ سبق ساری جماعت کو بار بار کہلا کر یاد کراؤ تو اس بچے کو اپنا سبق خوب یاد ہو جاتا ہے اور دوسروں کو بھی نفع پہنچتا ہے۔ یہ گویا استاد کے کام کی معاونت ہوئی۔

خلوت، ذکر و فکر اور تبتل

امام ربانی حضرت گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نبوت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں پوشیدہ تھی چنانچہ خود ارشاد ہے کہ میں نبی تھا اور آدم علیہ السلام ہنوز روح اور بدن ہی میں تھے اور ایک روایت میں آیا ہے کہ پانی اور مٹی ہی میں تھے پس جب اس عالم ظاہر میں نبوت کا ظہور چاہا تو خلوت اختیار کی۔ ماسویٰ اللہ سے انقطاع فرمایا۔

جناب رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نبوت سے پندرہ سال قبل سے خلوت کو پسند فرمایا اور غار حرا میں ایک ایک دو دو ہفتہ عبادت کرتے (وہ عبادت صرف ذکر و فکر ہی تھی) اور انوار کا مشاہدہ فرماتے تھے اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم اس غار میں ایک ایک مہینہ تشریف رکھتے تھے۔

(ماخوذ از امداد السلوک)

حضرت شیخ الحدیث رحمتہ اللہ علیہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات میں خلوت کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں

کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا زمانہ جوں جوں قریب آ رہا تھا آپ کو خلوت اور تنہائی زیادہ پسند ہوتی گئی۔ اکثر آپ ستو اور پانی اپنے ہمراہ لے کر مکہ مکرمہ سے تین میل پر کوہ حرا میں تشریف لے جاتے تھے اور کئی کئی دن تک وہاں تنہائی و یکسوئی میں قیام فرماتے۔ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور تسبیح و تہلیل میں مشغول رہتے جب توشہ ختم ہو جاتا تو تشریف لا کر دوبارہ واپس چلے جاتے اور کئی کئی دن وہاں گزار دیتے رمضان المبارک میں اپنے اہل و عیال کو بھی لے جاتے اور تمام رمضان وہیں گزار دیتے۔ نبوت سے چھ ماہ قبل آپ کو سچے خواب بڑی کثرت سے نظر آنے لگے تھے۔ جو صبح کی طرح روشن ہوتے تھے اور صاف طور سے پورے ہو جاتے تھے۔ بسا اوقات پہاڑ کی آمدورفت میں آپ کو السلام علیک یا رسول اللہ کی آواز درختوں اور پتھروں سے سنائی دیتی تھی۔ اسی دوران میں جب کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس خلوت نشینی اور تنہائی کی عبادات و ریاضات کی وجہ سے بار وحی کے متحمل ہو گئے تو ایک دفعہ حضرت جبرئیل علیہ السلام سورہ اقراء کی شروع کی آیتیں یعنی۔

﴿اقْرَأْ بَاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خلقَ * خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ * اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَم * عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ﴾ .

ایک ریشمی کپڑے پر لکھی ہوئی لائے۔ اس میں اختلاف ہے کہ رمضان المبارک کا مہینہ تھا یا ربیع الاول کا اور کون سی تاریخ تھی۔

کار نبوت کے دوران خلوت کا اہتمام

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کسی نے دریافت کیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آبادی چھوڑ کر جنگلوں میں تشریف لے جایا کرتے تھے انہوں نے فرمایا ہاں۔ آپ ان وادیوں کی طرف تشریف لے جایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ نے صحرا میں جانے کا ارادہ فرمایا تو ایک سرکش اونٹنی میرے پاس بھیجی اور کہلوایا کہ اس کو سواری کے واسطے تیار کر لو اور اس کے ساتھ نرمی کرنا زیادہ سختی سے نہ پیش آنا اس لئے کہ نرمی ہر چیز میں زینت پیدا کر دیتی ہے۔
(تاریخ مشائخ چشت)

عوام الناس میں کام کرنے سے جو دل پر اثر پڑتا ہے وہ خلوت ہی سے دور ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد سید المرسلین امام المتقین صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے

﴿إِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحاً طَوِيْلاً * واذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلاً﴾.

ترجمہ: آپ کو دن میں لمبا شغل رہتا ہے (دن میں لوگوں کو سمجھانا۔ ملاقاتیں اور دعوت و تبلیغ کا شغل رہتا ہے) اس لئے بلاواسطہ مناجات و ذکر اللہ کے لئے سب سے الگ ہو کر کچھ وقت کے لئے خلوت کی ضرورت ہے۔

سورہ الم نشرح میں ارشاد ہے فاذا فرغت فانصب والیٰ ربک فرغب (الایہ) پھر جب تو فارغ ہو تو محنت کر۔ اور اپنے رب کی طرف دل لگا۔

حضرت اقدس مولانا محمد الیاس کاندھلوی رحمتہ اللہ علیہ بانی جماعت تبلیغ فرماتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام جو کہ معصوم اور محفوظ ہیں اور علوم وہدایت براہ راست حق تعالیٰ سے حاصل کرتے ہیں لیکن جب ان کا تعلیمات وہدایات کی تبلیغ میں ہر طرح کے لوگوں سے ملنا جلنا اور ان کے پاس آنا جانا ہوتا ہے تو ان کے مبارک اور منور قلوب پر بھی ان عوام الناس کی کدورتوں کا اثر پڑتا ہے۔ پھر تنہائی کے ذکر و عبادت کے ذریعہ وہ اس گرد و غبار کو دھوتے ہیں۔ پھر ہم لوگوں کو جو عوام میں کام کرتے ہیں ان کو خلوت اور کثرت ذکر کی جس قدر حاجت ہے وہ ظاہر ہے (اس بارے میں حضرت دہلوی مولانا محمد الیاس رحمتہ اللہ علیہ کے مفصل و مدلل ملفوظات

اور تاکیدی ارشادات رسالہ "ملفوظات" میں ملاحظہ کریں۔

دعوت کی ابتداء اور کفار کی دشمنی

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اول اول مخفی طور پر لوگوں کو توحید کی تعلیم فرماتے رہے۔ لیکن جب آپ نے دین کی تبلیغ میں یوماً فیوماً زیادتی فرمائی اور اہتمام شروع کیا اسی وقت سے کفار مکہ کی عداوت شروع ہو گئی آپ کے لائے ہوئے پاکیزہ دین کی تعلیم سے گو مسلمانوں میں اضافہ بھی ہوتا رہا لیکن جوں جوں مسلمانوں میں اضافہ ہوتا تھا بد باطن کافروں میں حسد کی آگ بہت زیادہ بڑھتی جاتی تھی ابو طالب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت بھی فرماتے تھے لیکن کفار کا از خود رفتہ جوش عداوت تکالیف پہنچانے سے باز نہیں رہتا تھا۔ مسلمانوں کی جماعت اول نہایت قلیل تھی اس وجہ سے وہ عبادت الٰہی مخفی طور پر کرتے تھے لیکن اس پر بھی جب ان کو عبادت کرتے ہوئے کوئی کافر اور مشرک دیکھ لیتا تو تمسخر کرتا۔ تکلیف پہنچاتا اور مار پیٹ سے بھی باز نہ رہتا۔ بنو امیہ کا سردار ابو سفیان مسلمانوں کا سخت دشمن ہو گیا تھا اور اس کوشش میں رہتا تھا کہ جو شخص مسلمان ہو اس کو عرب کے گرم ریت پر لٹا دیا جائے اور کہہ دیا جائے کہ یا تو بتوں کی پرستش کرو ورنہ ملک عدم کی راہ لو۔

تین سال تک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے رفقاء اسی طرح خاموشی سے اسلام کی تبلیغ اور اللہ کی عبادت کرتے رہے۔

تین سال کے بعد دعوت کا طریقہ

تین سال بعد قرآن پاک کی آیت "وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ" نازل ہوئی۔ اس آیت شریفہ میں آپ کو اپنے رشتہ داروں کو عذاب الٰہی سے ڈرانے کا حکم دیا گیا تھا۔ اس حکم کے نازل ہونے پر آپ کو اپنی قوم کی سرکشی کی وجہ سے ہرچند تشویش تھی مگر حکم الٰہی کی تعمیل بھی ضروری تھی اس لئے آپ نے دعوت کا اہتمام فرمایا اور اپنے سب اعزہ کو اس میں مدعو کیا اول مرتبہ کوئی حرف زبان پر لانے کی نوبت بھی نہ آئی کیونکہ تھوڑی سی مقدار کھانے کی چالیس آدمیوں کو کافی ہو جانا خود اس بات کے لئے بہت کافی تھا کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبہ کی کھوج لگاتے۔ اور آپ کے لائے ہوئے دین سے تعلق پیدا کرتے مگر ابو لہب یہ کہہ کر سب کو اپنے ساتھ لے گیا

کہ کھانے میں تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جادو کر دیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری مرتبہ پھر دعوت فرمائی اور سرداران قریش کو مدعو کیا اور کھانے کے بعد آپ نے نہایت پیارے الفاظ میں نصیحت فرمائی اور توحید کی ترغیب، شرک سے نفرت دلائی مگر کم بخت ابولہب نے ایک قہقہہ لگایا اور کہا کہ ابو طالب تمہارا یہ بھتیجا جو تم کو اولاد سے زیادہ پیارا ہے تمہیں یہ کہتا ہے کہ میری اطاعت کرو اور میرے تابعدار بن جاؤ یہ کہہ کر سب نے مذاق اڑایا اور قہقہہ لگاتے ہوئے چلے گئے۔

علی الاعلان دعوت کا حکم ۔ کوہ صفا کا وعظ

حتیٰ کہ آیت کریمہ "فاصدع بما تومر" نازل ہوئی۔ اس آیت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو علی الاعلان تبلیغ کا حکم ہوا تو آپ کوہ صفا پر تشریف لے گئے اور کفار کے سب قبائل کو نام بنام پکارا عرب کے دستور کے موافق سب جمع ہو گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اول ان سے دریافت کیا کہ اگر میں اس بات کی خبر دوں کہ عنقریب تم پر کوئی دشمن حملہ کرنے والا ہے اور اس پہاڑ کے پیچھے چھپا ہوا بیٹھا ہے تو تم لوگ میری تصدیق کرو گے سب نے بیک زبان اقرار کیا کہ ہم نے تمہیں جھوٹ بولتے کبھی نہیں دیکھا اس لئے ضرور سچا سمجھیں گے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر عذاب الٰہی سے ڈرایا۔ مگر وہ کفار جو ابھی ابھی آپ کی صداقت کا اقرار کر چکے تھے یہ سن کر ہنس پڑے۔

ابولہب کی عداوت

ابولہب نے غصہ میں آکر کہا "تبالک سائر الیوم الھذا جمعتنا" یعنی تیرے لئے ہلاکت ہو۔ کیا اسی لئے ہم کو جمع کیا تھا (العیاذ باللہ) مجمع وہاں سے منتشر تو ہو گیا مگر جگہ جگہ آپ کی ایذارسانی اور تکلیف دہی کے منصوبے شروع ہو گئے جس سے جو بن پڑا وہ اس نے کیا۔ ابولہب کی بیوی جو ابو سفیان کی بہن تھی وہ جنگل سے کانٹے لاکر آپ کے راستہ میں بچھاتی تاکہ رات کی آمدورفت میں آپ کو تکلیف پہنچے۔ آپ کی دو صاحبزادیوں کے نکاح ابولہب کے دو بیٹوں سے ہو چکے تھے ان کو ہر طرح سے تکلیف دی جاتی اور بالآخر لڑکوں سے کہہ کر ان کو طلاق دلوا دی تاکہ آپ کو اور بھی تکلیف پہنچے۔

ابو طالب کی حمایت

ابو طالب ہر چند کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت کرتے تھے مگر اول تو وہ تنہا دوسرے وہ خود اس نئے مذہب سے علیحدہ تھے۔ ایک مرتبہ کفار کا بہت سا مجمع اکٹھا ہو کر ابو طالب کے پاس گیا کہ آپ یا تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ان باتوں سے روک دیں ورنہ ہمارے حوالہ کر دو کہ خود ہم ان سے نمٹ لیں گے۔ ابو طالب سخت متحیر تھے نہ آپ کو چھوڑ سکتے تھے کہ باپ کی آخری وصیت اور آپ کے اخلاق و کمالات اس میں مانع تھے۔ نہ کفار کے بار بار آنے والے وفود سے انکار کر سکتے تھے۔ بالآخر ایک مرتبہ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بلا کر بڑی لجاجت اور طویل گفتگو کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ آپ اپنے مقصد سے ہٹ جائیں اور دعوت دین کے کام کو چھوڑ دیں۔

پیغمبرانہ استقلال

مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت ہی استقلال سے فرمایا کہ میرے چچا اگر کفار مکہ میرے ایک ہاتھ میں آفتاب اور دوسرے میں چاند رکھ دیں تب بھی میں اپنا کام نہیں چھوڑ سکتا یہاں تک کہ اللہ جل شانہ دینی مقصد کو پورا فرما دیں یا میں شہید ہو جاؤں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اندازہ فرما لیا تھا کہ اب چچا جان بھی حفاظت سے عاجز ہو گئے مگر اس کے باوجود آپ کے اطمینان میں کوئی فرق نہیں آیا۔ کفار مکہ جوں جوں اپنی کوششوں میں ناکام ہوتے تھے اتنے ہی ان کا غصہ بڑھتا جاتا تھا۔ جس اذیت اور تکلیف کے دینے پر قادر ہوتے اس میں کسر نہ چھوڑتے تھے۔ بالخصوص نماز کی حالت میں آپ کو خاص طور پر ستاتے تھے۔ ایک مرتبہ نماز پڑھتے ہوئے سجدہ کی حالت میں چند لوگوں نے مل کر آپ کی کمر مبارک پر اونٹ کا پیٹہ (اوجھڑی) رکھ دیا جس کے بوجھ کی وجہ سے آپ کو سجدہ سے اٹھنا مشکل ہو گیا اور جب آپ سر نہ اٹھا سکے تو خوب قہقہہ لگایا۔ آپ پر راستہ میں پتھر مارے جاتے تھے نجاست اور گندگی ڈالی جاتی تھی اور اسی پر بس نہ تھا بلکہ قتل کرنے کی تدابیر ہر وقت کی جاتیں۔

حضرت بلال اور دیگر صحابہ پر ظلم

جب خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یہ معاملہ تھا تو آپ کے رفقاء مسلمان صحابہ

رضی اللہ عنہم کا تو ذکر ہی کیا۔ جب کہ ان حضرات کو تکلیف دینے میں کوئی مانع بھی نہ تھا، حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو روزانہ دوپہر کے وقت ریت پر لٹا کر ببول کے درخت کے کانٹے چبھوئے جاتے اور سینہ پر ایک سخت پتھر رکھ دیا جاتا کہ آپ تڑپ بھی نہ سکیں۔ چاروں طرف آگ جلا دی جاتی تاکہ اسی حالت میں مرجاویں یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر ایمان لانا چھوڑ دیں۔ لیکن جب یہ تمام صورتیں بیکار ہوگئیں تو رات کو زنجیر میں باندھ کر چند لوگ باری باری کوڑے مارتے تھے تاکہ اگلے روز یہ زخم دھوپ میں گرم ہو کر تکلیف پہنچائیں اور سوزش پیدا کریں مگر اس اللہ کے مخلص بندے کی زبان سے احد، احد کے سوا کچھ نہ نکلتا تھا، حضرت عمار اور ان کے والد حضرت یاسر رضی اللہ عنہما کے ساتھ بھی یہ معاملہ ہوتا کہ روزانہ ان کو دھوپ میں لٹا کر گرم ریت کے ذریعہ ان کو تکلیف دی جاتی آخر حضرت یاسر رضی اللہ عنہ اس کا تحمل نہ کر سکے اور چند روز میں انتقال کر گئے۔ حضرت عمار کی والدہ کے ابو جہل نے شرم گاہ پر ایک برچھی ماری جس سے وہ شہید ہوگئیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان احوال کو دیکھتے تھے مگر خود آپ کی یا اور کسی کی بھی مجال نہ تھی کہ کسی کی اعانت کر سکے۔

حبشہ کی طرف پہلی ہجرت

بہرحال جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر حد سے زائد تکالیف کی بارش ہونے لگی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مکہ چھوڑ کر کسی دوسری جگہ چلے جانے کی اجازت مرحمت فرمادی بہت سے لوگوں نے حبشہ میں جا کر اقامت فرمائی اور شاہ حبشہ جس کا نام اصحمہ اور لقب نجاشی تھا کے پاس جا کر سکون و آرام کی زندگی بسر کرنے لگے۔ یہ حبشہ کی پہلی ہجرت تھی جو نبوت کے پانچویں سال ماہ رجب میں ہوئی۔ اس جماعت میں گیارہ یا بارہ مرد اور چار یا پانچ عورتیں تھیں اس کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک اور جماعت حبشہ گئی جس میں تراسی مرد اور اٹھارہ عورتیں شامل تھیں۔ یہ حبشہ کی دوسری ہجرت کہلاتی ہے۔ کفار مکہ اپنی حماقت سے اس کوشش میں بھی لگے رہے کہ وہاں سے بھی یہ مظلوم نکال دیئے جائیں۔ مگر وہ ساری تدابیر بیکار رہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس خود مکہ معظمہ میں مقیم رہے اور ہر نوع کی تکالیف

برداشت فرماتے رہے چھ سال کامل یہی مشقت اور تکالیف برداشت کرتے ہوئے گزر گئے۔

ایذا رسانی کی نئی تجویز۔ شعب ابی طالب

یکم محرم ۷ نبوی میں کفار مکہ نے ایک نئی تجویز ایذا رسانی کی نکالی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام کنبہ کو برادری سے الگ کر کے شعب ابی طالب میں محبوس کر دیا۔ عام لوگوں کا کھانا پینا بھی ان حضرات کے ساتھ بند تھا اس گھاٹی سے باہر نکلنے کی اجازت نہیں تھی۔ نہ ہی کسی دکاندار سے کسی چیز کے خریدنے کی اجازت تھی۔ نہ وہاں کھانے پینے کا کوئی سامان لیجانے کی اجازت۔ خود ان حضرات کے پاس کھانے پینے کا جو سامان تھا وہ کچھ دن بعد جب ختم ہو گیا تو اس کے بعد فاقے پر فاقے شروع ہوئے بچے اور عورتیں بھوک کی شدت سے بیتاب ہو گئے۔ کفار کا یہ معاہدہ زبانی معاہدہ نہ تھا اور ایک دو آدمیوں کی قرارداد نہ تھی بلکہ تمام سرداران مکہ کے اس پر دستخط کرائے گئے تھے۔ اس معاہدہ کا لکھنے والا منصور ابن عکرمہ عبدری تھا۔ حق تعالیٰ کی طرف سے اس کو یہ سزا ملی کہ اس کے ہاتھ شل ہو گئے۔ لیکن جب بدبختی غالب ہوتی ہے تو کوئی بات بھی دل پر اثر نہیں کرتی۔ جب تین سال کامل اسی مجاہدہ کو ہو گئے اور اس امتحان میں مسلمان کامیاب ہو گئے تو اللہ تعالیٰ کی بے پایاں رحمت نے چند لوگوں کے دل میں اس معاہدہ کی مخالفت پیدا فرما دی اور خود کفار و مشرکین میں سے چند لوگ ایسے اٹھ کھڑے ہوئے جن کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں پر ترس آ گیا۔

معاہدہ کے کاغذ کو دیمک لگنے کی بذریعہ وحی اطلاع

ابھی یہ بات چل ہی رہی تھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی اس کی اطلاع ملی کہ وہ کاغذ جس پر معاہدہ لکھا ہوا ہے اس کو دیمک کھا گئی اور صرف وہ جگہ صحیح و سالم باقی رہ گئی جس پر اللہ پاک کا نام ہے۔ ابو طالب نے اس موقعہ پر قریش کے سرداروں سے کہا مجھے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے خبر دی ہے کہ وہ کاغذ دیمک کھا گئی اب فیصلہ اسی پر ہے اگر واقعی وہ معاہدہ دیمک کی نذر ہو گیا تو اب تم اپنی حرکت سے باز آ جاؤ۔ معاہدہ کو دیکھا تو وہ واقعی ایسا ہی ہو چکا تھا جن لوگوں کو پہلے سے مخالفت کا خیال پیدا ہو چکا تھا ان کو تقویت ہوئی اور تین برس بعد یہ

سب حضرات اس ابتلاء سے نکلے۔

غم کا سال

مگراس کے قریب ہی آپ پر یکے بعد دیگرے دو سخت صدمے پیش آئے ایک آپ کے چچا ابو طالب کاانتقال تھا جن کا وجود کفار مکہ کی بہت سی اذیتوں کو روکنے والا تھا۔ دوسرا صدمہ آپ کی جانثار مونس بیوی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا انتقال تھا یہ سال مسلمانوں میں عام الحزن (غم کا سال) سے تعبیر کیا جاتا ہے کہ اس ظاہری اعانت اور رفاقت کا سہارا بھی جاتا رہا۔ مگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو باوجود تمام تکالیف اور اذیتوں کے اور باوجود صدمات اور رنج و غم کے اپنے اللہ کے ساتھ لگاؤ اور اس کے دین کی اشاعت اور تبلیغ سے کوئی چیز بھی ہٹانے والی نہ تھی۔ کفار مکہ ہر وقت آپ کو مجنون، دیوانہ کاہن، جادوگر، شاعر وغیرہ وغیرہ القاب سے پکارتے طعنے دیتے۔ مگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت ان کی فلاح و بہبود اور مسلمان ہو جانے کی فکر میں لگے رہتے تھے۔ کوئی مصالحت کی گفتگو ہوتی تب بھی آپ کا جواب یہ تھا کہ مصالحت صرف ایک صورت سے ہو سکتی ہے وہ یہ کہ تم مسلمان ہو جاؤ۔ اور اللہ پاک کی عبادت کرنے لگو۔ مگر ان لوگوں کی طرف سے اس پر قہقہے لگتے۔ مذاق اڑایا جاتا۔

مکہ مکرمہ کے اطراف میں تبلیغ اور طائف کا سفر

خاص شہر مکہ سے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مایوسی ہوئی تو آپ نے مکہ کے اطراف میں تبلیغ شروع فرمائی۔ اور ہر ہر قبیلہ سے جا کر اللہ کے دین میں داخل ہونے اور اللہ کے پاک رسول کی مدد کرنے کی درخواست کی مگر ان لوگوں نے بجائے اعانت اور مدد کے صاف انکار کر دیا اور مذاق اڑایا۔

طائف میں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے دین کو پھیلانے کا ارادہ فرمایا تو وہاں کے سرداروں نے نہ صرف آپ کا مذاق اڑایا بلکہ بچوں اور شہر کے اوباش لوگوں کو آپ کے پیچھے لگا دیا کہ آپ کو اینٹیں ماریں اور پتھر برسائیں اس پتھراؤ کے بعد آپ کے دونوں جوتے خون کے بہنے کی وجہ سے سرخ ہو گئے۔

اللہ کے راستہ میں قربانیوں کا ثمرہ

اللہ جل شانہ کے یہاں ہر مجاہدہ پر اس کے موافق انعام ملتا ہے اور اللہ کے راستہ میں جس قدر قربانیاں دی جائیں اس کے موافق ثمرہ عطا ہوتا ہے۔ یہ قصہ خود اپنے اندر بہت بڑی قربانی اور مجاہدہ کو لئے ہوئے ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان مجاہدات کا ثمرہ وہ تقرب الٰہی ہے جو معراج کے نام سے مشہور ہے۔ کہ یہ تقرب اولین و آخرین میں کسی کو بھی نصیب نہیں ہوا۔ اسی معراج میں مسلمانوں کو ایک انتہائی عظیم الشان تحفہ یہ دیا گیا کہ ان پر پانچ وقت کی نماز فرض کر دی گئی جو حق تعالیٰ سے مناجات کا ذریعہ بھی ہے اور سب سے اہم عبادت بھی ہے۔ مگر افسوس ہے ان لوگوں پر جو احکم الحاکمین کی بار گاہ کے تقرب سے منہ موڑ کر چند کوڑیوں کے مالک اور چند لمحوں کے حاکموں کا درباری تقرب ڈھونڈنے کے لئے اپنا جان و مال حتیٰ کہ اپنا دین بھی قربان کر دیتے ہیں۔ (تاریخ مشائخ چشت)

طلع البدر علينا　　من ثنيات الوداع
وجب الشكر علينا　　ما دعى لله داع
أيها المبعوث فينا　　جئت بالأمر المطاع

ساتویں مجلس کی خوشبوئیں

ہجرت سے صلح حدیبیہ تک

آپ کی ہجرت مدینہ منورہ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پہلے ہی سے باہر کے آنے والوں کو تبلیغ فرمایا کرتے تھے۔ اسی وجہ سے سنہ ۱۱ نبوی سے مدینہ طیبہ میں اسلام کی داغ بیل پڑ چکی تھی۔ مدینہ والے جو اپنی ضرورتوں یا حج کی ادائیگی کی وجہ سے مکہ مکرمہ آتے تھے وہ یہاں سے مسلمان ہو کر جاتے اور پھر مہاجرین بھی ہجرت کر کے مدینہ طیبہ جانے شروع ہو گئے تھے۔ اس اعتبار سے مدینہ طیبہ میں مسلمانوں کی تعداد اچھی خاصی تھی اور یہ حضرات چاہتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مستقل مدینہ تشریف لے آئیں اور ہمیں مشرف فرمائیں مگر آپ ہر مرتبہ یہی فرماتے کہ مجھے ابھی حق تعالیٰ کی طرف سے ہجرت کا حکم نہیں ملا۔ چنانچہ آپ حکم الٰہی کے انتظار میں مکہ ہی میں قیام فرما رہے اور رات دن عبادت الٰہی میں لگے رہے ادھر کفار مکہ بھی اپنی انتقامی کاروائیوں سے نہیں رکتے تھے آپ نماز پڑھتے تو سجدہ کی حالت میں آپ کو ستایا جاتا۔ آپ پر راستہ میں مٹی اور ڈھیلے پھینکے جاتے مگر آپ نہایت صبر و تحمل سے ان سب چیزوں کو برداشت فرماتے رہتے۔

ایک روز کفار مکہ نے ایک جلسہ کیا جس میں یہ طے پایا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کر ڈالو اور یہ قتل ایک شخص نہ کرے بلکہ پانچ قبیلوں میں سے ایک ایک آدمی لے کر ان کے ذریعہ سے یہ قتل ہو تاکہ بنو ہاشم اگر انتقام اور بدلہ لینا چاہیں تو ان کے لئے مشکل ہو اور وہ مجبوراً دیت پر راضی ہو جائیں۔ اس منصوبہ کی اطلاع آپ کو بذریعہ وحی ہوئی اور ساتھ ہی ہجرت کر جانے کی اجازت بھی مل گئی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بستره پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو لٹایا اور ان کو وہ تمام امانتیں حوالہ کر آئے جو مکہ کے لوگوں نے اپنی

دشمنی کے باوجود آپ کے پاس رکھوار کھی تھیں۔ یہ انتظام فرما کر رات کے وقت آپ گھر سے باہر نکلے چاروں طرف کافروں کا پہرہ تھا جو شام ہی سے آپ کے گھر پر آ گئے تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مٹھی میں مٹی لے کر ان ذلیلوں پر پھینکی جس کی گرد نے ان کی آنکھوں سے آپ کو اوجھل کر دیا۔ اس کے بعد آپ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائے اور ان کو اپنے ہمراہ لے کر غار ثور میں جا کر چھپ گئے اور تین شب وہیں مقیم رہے۔ ادھر صبح کو جب کفار کو اپنی ناکامی کا احساس ہوا تو طیش میں آ گئے اور چاروں طرف سوار دوڑا دیئے اور اعلان کر دیا کہ جو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو گرفتار کر لائے گا بہت بڑا انعام پائے گا مگر چونکہ آپ خدا کی حفاظت اور نگہداشت میں تھے اس لئے بخیر و عافیت رہے اور کوئی آپ کا بال بیکا نہ کر سکا غار ثور میں تین شب قیام فرمانے کے بعد آپ مدینہ طیبہ کے لئے روانہ ہوئے. راستہ میں چار روز قبا میں قیام فرمایا۔ قبا مدینہ منورہ کے نزدیک ہی ایک چھوٹی سی بستی ہے۔ جمعہ کے دن بارہ ربیع الاول مطابق ۲۴ ستمبر ۶۲۲ء کو آپ نے مدینہ منورہ میں نزول فرمایا۔

(تاریخ مشائخ چشت)

جب کہ آمادۂ خون ہو گئے کفار قریش
لاجرم سرور عالم نے کیا عزم سفر

کوئی نوکر تھا نہ خادم نہ برادر نہ عزیز
گھر سے نکلے بھی تو اس شان سے نکلے سرور

اک فقط حضرت بوبکر تھے ہمراہ رکاب
ان کی اخلاص شعاری تھی جو منظور نظر

رات بھر چلتے تھے دن کو کہیں چھپ رہتے تھے
کہ کہیں دیکھ نہ پائے کوئی آمادۂ شر

تین دن رات رہے ثور کے غاروں میں نہاں
تھا جہاں عقرب و افعی کی حکومت کا اثر

بیم جان، خوف عدو، ترک غذا، سختی راہ
ان مصائب میں ہوئی اب شب ہجرت سے سحر

ہاں مدینہ میں ہوا غل کہ رسول آتے ہیں
راہ میں آنکھ بچھانے لگے ارباب نظر
لڑکیاں گانے لگیں ذوق میں آ کر اشعار
نغمہ ہائے طلع البدر سے گونج اٹھے گھر
آل نجار چلے شہر سے ہو کر تیار
زرہ و جوشن و چار آئینہ و تیغ و سپر

اہل مدینہ کی اس روز کی خوشی کا اندازہ نہیں ہو سکتا چھوٹی چھوٹی لڑکیاں شوق میں یہ نظم پڑھتی تھیں۔

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا مِنْ ثَنِيَّاتِ الْوَدَاعِ
وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا مَا دَعَا لِلّٰہِ دَاعٍ
أَيُّهَا الْمَبْعُوثُ فِيْنَا جِئْتَ بِالْأَمْرِ الْمُطَاعِ

ترجمہ:۔ ۔ یعنی ہم پر بدر نے طلوع کیا ثنیات الوادع سے۔ ثنیات الوداع کے معنی ہیں گھاٹیاں رخصت کی، اہل مدینہ رخصت کرنے کے لئے مسافر کو جو بجانب مکہ جاتا تھا ان گھاٹیوں تک جایا کرتے تھے اور بعض نے کہا ہے کہ ثنیات الوداع مدینہ سے شام کی جانب ہے اور شعر مذکور آپ کی واپسی کے وقت غزوہ تبوک سے پڑھا گیا تھا۔

میں[1] کہتا ہوں کہ اگر دونوں جانب ایسا موقع ہو اور یہی نام ہو اور دونوں وقت یہ اشعار پڑھے گئے ہوں تو کیا استبعاد ہے۔

۔ ہم پر شکر کرنا فرض ہے جب تک اللہ تعالیٰ سے کوئی دعا مانگنے والا رہے

۔ اے نبی جو ہم میں مبعوث ہوئے ہیں آپ ایسا حکم لے کر آئے ہیں کہ اس کی اطاعت ضروری ہے

آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے دو شنبہ کے روز ربیع الاول کے مہینہ میں اور بقول بعض صفر[2] کے، ترپن سال کی عمر میں چلے تھے اور دو شنبہ ہی کے دن بارہویں ربیع الاول کو مدینہ منورہ میں پہنچے اور پہنچ کر محلّہ قبا میں کہ کنارہ شہر پر ذرا فاصلہ سے ہے منازل بنی عمرو بن عوف

۱۔ حضرت تھانوی رحمتہ اللہ علیہ

۲۔ ممکن ہے کہ مکہ سے تو آخر صفر میں چلے ہوں اور غار سے چلتے وقت ربیع الاول شروع ہو گیا ہو۔

میں چودہ دن ٹھہرے اور تیسرے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی امانتیں ادا کر کے آپ سے آ ملے پھر آپ نے شہر مدینہ کے اندر تشریف رکھنے کا ارادہ کیا ہر ایک کی آرزو تھی کہ ہمارے محلہ میں ٹھہریں جب آپ سوار ہوئے ہر قبیلہ کے لوگ ساتھ تھے اور وہی آرزو بر زبان تھی آپ نے فرمایا میری اونٹنی مامور ہے جہاں بیٹھ جاوے گی وہاں ہی مقیم ہوں گا اونٹنی چلتے چلتے وہاں آ بیٹھی جہاں اب منبر مسجد شریف ہے متصل اس جگہ کے حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا گھر تھا وہاں اسباب آپ کا اتارا گیا اور آپ ان کے گھر ٹھہرے پھر آپ نے وہ زمین جہاں اونٹنی بیٹھی تھی خریدی اور مسجد نبوی کی تعمیر شروع کی۔

مِنَ الرَّوْض

وَلِيَهْنِهِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ مَنْقِبَةٌ شَرِيْفَةٌ مَّا حَوَاهَا قَبْلَهُ بشر
وَهَاجَرا مِنْهُ لَمَّا حاوَلاَ سَفَرا لِطَيْبَةٍ وَتَنَاهٰى عِنْدَهَا السَّفَر

ترجمہ:۔ ؎ اور آپ کو غار میں دونوں صاحبوں کے ہونے کے وقت کی ایسی منقبت شریفہ مبارک ہو کہ آپ کے قبل کسی بشر نے اس کو حاصل نہیں کیا
؎ اور دونوں صاحبوں نے اس غار سے نکل کر ہجرت کی جب کہ مدینہ کے سفر کا عزم کیا اور مدینہ پہنچ کر سفر ختم ہو گیا۔ (نشر الطیب)

خواب کے ذریعہ اذان کا جاری فرمانا

سنہ ۱ ہجری اس سال اسلام میں اذان کی ابتداء ہوئی۔ مسلمان جب ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئے تو ان کو نمازوں کی ادائیگی میں اوقات معلوم نہ ہونے کی وجہ سے بڑی دقت ہوتی تھی۔ صحابہ رضی اللہ عنہم محض اندازہ سے مسجد میں جمع ہو جاتے تھے اور نماز ادا کر لیا کرتے تھے۔ لیکن چونکہ یہ دقت اور تکلیف روز مرہ کی تھی اس لئے صحابہ نے دربار نبوی سے اس کا مستقل حل چاہا۔ خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس تکلیف کو محسوس فرماتے تھے۔ آخر کار تمام صحابہ رضی اللہ عنہم نے ایک روز جمع ہو کر مشورہ کیا۔ اور نماز کے اوقات کی اطلاع بسہولت ملنے کے لئے اپنی اپنی رائے دینی شروع کی۔ ایک رائے یہ تھی کہ نماز کے وقت جھنڈا بلند جگہ پر کھڑا کر دیا جائے اس کو دیکھ کر نماز کے لئے سب جمع ہو جایا کریں۔ اس کے علاوہ

ناقوس، بگل اور سنکھ بجانے کے بھی رائے ہوئی۔ مگر یہ سب طریقے چونکہ دوسرے مذاہب میں رائج تھے اس لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے کسی کو پسند نہ کیا اور فرمایا کہ ناقوس نصاریٰ کے یہاں رائج ہے۔ بگل یہود کے یہاں بجتا ہے اور ہم کفار کی مشابہت اختیار نہیں کرتے۔ الغرض بات ادھوری رہ گئی اور کوئی نتیجہ اس گفتگو سے نہ نکل سکا۔ اسی شب میں حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کو کسی غیبی فرشتہ نے اذان کے کلمات تعلیم فرمائے۔ وہ یہ خواب دیکھ کر دربار نبوی میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے یا رسول اللہ میں کچھ سو رہا تھا اور کچھ جاگ رہا تھا کہ کسی نے مجھے یہ کلمات (جواب اذان میں دہرائے جاتے ہیں) تلقین کیے ہیں آپ نے انہیں سن کر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو یاد فرمایا۔ اور فرمایا کہ یہ کلمات کسی اونچی جگہ کھڑے ہو کر دہراؤ۔ یہ کلمات جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سنے تو انتہائی خوشی کے باعث اپنی چادر گھسیٹتے ہوئے تشریف لائے اور فرمایا کہ یا رسول اللہ یہی الفاظ بیس دن قبل میں نے بھی کسی کہنے والے سے سنے تھے مگر شرم کی وجہ سے عرض نہ کر سکا۔

حضرت بلال کو مؤذنی کا شرف ملنا

اس ناکارہ[1] کا خیال یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کے خواب میں کلمات اذان سننے کے باوجود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو ترجیح دی تو یہ ان کی ان مشقتوں اور تکلیفوں کا بدلہ تھا جو انہوں نے ابتداء اسلام میں کفار مکہ کے ہاتھوں برداشت کی تھیں کہ مشرکین ان کو مکہ کی تپتی ہوئی ریت پر لٹا دیا کرتے تھے۔ اور اس وقت بھی احد احد (یعنی اللہ ایک ہے، اللہ ایک ہے) کی صدا بلند کیا کرتے تھے۔ اگرچہ حدیث پاک میں اس ترجیح کی وجہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا بلند آواز ہونا بتلایا گیا ہے مگر وہ میرے اس قول کے منافی نہیں۔ اسی سال محرم کی دسویں تاریخ یعنی یوم عاشورہ کا روزہ ابتداً فرض ہوا مگر جب رمضان کے روزے امت مسلمہ کے حق میں فرض ہو گئے تو یہ یوم عاشورہ کا روزہ صرف مستحب رہ گیا۔

---

[1] قطب الاقطاب حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی رحمتہ اللہ علیہ۔

حضرت عائشہ کی رخصتی

اسی سال حضرت سلمان فارسی، حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہما، سلسلہ اسلام میں داخل ہوئے جن کی قربانی اور جانفروشی کے واقعات مشہور ہیں۔

اسی سال نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا اور اپنی صاحبزادیوں رضی اللہ عنہن کو مکہ سے مدینہ بلوالیا۔ انصار و مہاجرین کے درمیان مواخات اور بھائی چارہ اسی سال قائم ہوا۔ نیز اسی سال شوال کے مہینہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی ہوئی۔

حضرت فاطمہ کا نکاح

سنہ ۲ ہجری۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ اسی سال ہوا۔ جہیز میں جو سامان حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ملا وہ یہ تھا۔ ایک پلنگ، دو چادریں، ایک تکیہ، دو بازو بند چاندی کے، ایک مشکیزہ اور مٹی کے دو گھڑے۔

ارکان اسلام میں سے دو اہم رکن، روزے اور زکوٰۃ نیز عیدین کی نماز، صدقہ فطر کے احکامات یہ سب اسی سال نازل ہوئے۔ مسلمان اب تک نماز بیت المقدس کی طرف منہ کر کے پڑھتے تھے امسال تحویل قبلہ کا حکم نازل ہوا اور مسلمانوں کے لئے دائمی قبلہ بیت اللہ قرار دیا گیا۔ عید الاضحیٰ کی نماز سب سے اول اس سال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امامت کے ساتھ عید گاہ میں ہوئی۔

غزوہ بدر

مشہور لڑائی غزوہ بدر جس میں مسلمان تین سو تیرہ (۳۱۳) اور کفار نو سو پچاس (۹۵۰) تھے وہ بھی اسی سال ہوئی۔ اس لڑائی میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شریک نہ ہو سکے۔ کیونکہ ان کی اہلیہ محترمہ یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا سخت بیمار تھیں۔ ان کی خیر و خبر اور دیکھ بھال کے لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو حکماً مدینہ میں چھوڑ گئے تھے۔ جس دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ بدر سے فارغ ہو کر مدینے پہنچے اس سے ایک دن پہلے حضرت

رقیہ رضی اللہ عنہا انتقال کر چکی تھیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ چونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے روک دیئے گئے تھے اس لئے مال غنیمت میں برابر کے حصہ دار بنائے گئے۔ اس غزوہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر تضرع وزاری اور خدا کی بے پرواہ ذات کا جو خوف طاری تھا اس کا اندازہ اس دعا سے ہو سکتا ہے جو آپ نے میدان جنگ میں فرمائی اور ہاتھ دعا کے لئے اتنے اونچے اٹھے کہ کندھے پر سے چادر گر گئی تھی۔ آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑی جاری تھی اور فرما رہے تھے۔ اے خدا اپنے وعدہ کو آج پورا فرما آج مدد کا دن ہے اگر یہ چھوٹی سی جماعت ختم ہو گئی تو کوئی بھی تیری عبادت کرنے والا نہ رہے گا۔ تجھ کو ایک سمجھنے والے یہی چند لوگ ہیں جو تیرے کہلاتے ہیں ان کی مدد آپ ہی کے ذمہ ہے اور اسلام کی عزت تیرے ہاتھ میں ہے۔ لڑائی شروع ہوئی۔ اور بڑی گھمسان کی ہوئی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مٹھی مٹی کی اٹھا کر کافروں کی طرف پھینکی اور فرمایا "شَاھتِ الوُجُوہ" یعنی یہ منہ ذلیل ہو جائیں۔ خدا کی قدرت کہ اس مٹی کا اثر سارے کافروں پر ہوا۔ کسی کافر کی آنکھ ایسی نہ رہی جس میں یہ مٹی نہ گری ہو۔

خدا کی مدد اور فرشتوں کی اعانت

ایک صحابی فرماتے ہیں کہ میں اس لڑائی میں ایک کافر کا پیچھا کر رہا تھا۔ یکایک بہت زور سے کوڑا مارنے کی آواز سنائی دی اور کسی کو یہ کہتے ہوئے سنا "اے حیزوم ہاں آگے بڑھ" کہنے والا تو نظر نہ آیا مگر جس کافر کا میں پیچھا کر رہا تھا اس کو اپنے آگے مرا ہوا پایا اس کی ناک پھٹ چکی تھی اور کوڑے کی چوٹ سے نیلی پڑ گئی تھی ایسے ہی حضرت عباس کو جس صحابی رضی اللہ عنہ نے گرفتار کیا وہ بہت کمزور اور لاغر آدمی تھے جب ان سے پوچھا گیا کہ تم نے عباس جیسے پہلوان اور مضبوط آدمی کو کیسے گرفتار کر لیا تو فرمایا کہ اسوقت میری ایک ایسے آدمی نے مدد کی جس کو نہ اس سے پہلے میں نے دیکھا تھا اور نہ اس کے بعد پھر کبھی دیکھا۔ اتنی بڑی معرکہ الاراء لڑائی ہوئی لیکن خدا کی مدد شامل حال تھی۔ اس لئے پانچ مہاجر اور آٹھ انصار مسلمان شہید ہوئے جن کو انہی کپڑوں میں دفن کر دیا گیا۔ لڑائی ختم ہونے کے بعد کافروں کی لاشیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے کنوئیں میں ڈال دی گئیں۔ چوتھے دن آپ اس کنوئیں پر تشریف لائے اور فرمایا۔ "اب تو تم تمنا کرتے ہو گے کہ ہائے کاش اللہ و رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی

اطاعت کر لیتے۔ اللہ کا ہم سے جو کچھ وعدہ تھا اس کو ہم نے ٹھیک پالیا۔ تم نے بھی اپنے وعدہ کو ٹھیک پایا " اس کے بعد آپ بخیر و عافیت مدینہ منورہ تشریف لے آئے۔

جنت البقیع میں سب سے پہلے صحابی کی تدفین

سنہ ۳ ہجری۔ اس سال حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا۔ یہی وہ سب سے پہلے صحابی ہیں جو جنت البقیع میں دفن ہوئے۔ مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنے والے صحابہ میں سب سے پہلے انہی کا انتقال ہوا۔ اسی سال ماہ رمضان میں حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔

غزوہ احد

غزوہ احد اسی سال ہوا جس میں مسلمانوں کی تعداد سات سو (۷۰۰) اور کافروں کی تعداد تین ہزار (۳۰۰۰) تھی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جان نثاروں کے ساتھ مدینہ طیبہ سے چل کر جبل احد کے لئے روانہ ہوئے۔ لڑائی کے مقام پر پہنچ کر آپ نے صف بندی فرمائی اور پچاس تیر انداز جن پر حضرت عبد اللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ امیر مقرر کئے گئے تھے فوج کے پیچھے پہاڑی درہ کے قریب بٹھا دیئے گئے تاکہ دشمن پیچھے سے حملہ نہ کر سکے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جماعت کو ہدایت فرما دی کہ خواہ ہم کامیاب ہوں یا ناکام مگر تم اپنی جگہ نہ چھوڑنا۔

لڑائی پوری شدت کے ساتھ ہوئی میدان صحابہ رضی اللہ عنہم کے ہاتھ رہا۔ شکست کھانے کے بعد جب کفار ہر چہار جانب منتشر ہو گئے اور ان کا زور بالکل ٹوٹ گیا تو مال غنیمت پر مسلمانوں نے قبضہ کرنا شروع کیا وہ تیر انداز دستہ یہ سوچ کر کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم پہاڑی درہ میں قیام کا صرف لڑائی تک تھا جو اب ختم ہو چکی ہے نیچے اتر آئے ان کے امیر حضرت عبد اللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ نے بہت روکا مگر سوائے دس آدمیوں کے کسی نے بھی ان کا کہنا نہ مانا۔ چنانچہ وہی ہوا جس کا خطرہ تھا کہ خالد بن ولید جو اس وقت تک مسلمان نہ ہوئے تھے فوج کو اپنے ساتھ لے کر اسی درہ میں داخل ہو گئے اور مسلمانوں پر یک بارگی حملہ کر دیا۔ اس حملہ کی مسلمان تاب نہ لا سکے ستر (۷۰) صحابہ رضی اللہ عنہم شہید ہو گئے جن میں حضرت امیر حمزہ

رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ کافروں کی کوشش یہ تھی کہ کسی طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کیا جائے۔ چنانچہ عتبہ بن ابی وقاص نے ایک پتھر مارا جس کی بنا پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نیچے کا دانت اور نیچے کا ہونٹ زخمی ہوا۔ جس میں سے خون بہنے لگا۔ ابن قمیہ نے تلوار سے ایسا حملہ کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی تاب نہ لاسکے۔ بدن مبارک پر چونکہ دو زرہ کا بوجھ بھی تھا اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک غار میں گر گئے باہر نکلنا دشوار ہو گیا۔ زخمی ہو جانے کی وجہ سے چہرہ مبارک خون آلودہ ہو گیا۔ چونکہ خون برابر بہہ رہا تھا۔ اس لئے آپ کمزور اور نڈھال ہو گئے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ پانی بھر بھر کر لاتے تھے اور آپ کے چہرہ سے خون دھو رہے تھے۔ لیکن جب کسی طرح وہ خون بند نہ ہوا تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے بوریہ کا ایک ٹکڑا جلا کر زخم میں بھر دیا تاکہ خون رک جائے۔ کفار کے اس حملہ کی وجہ سے مسلمان تتر بتر ہو گئے۔ بڑے بڑے صحابہ جیسے حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت علی اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہم تو اپنی اپنی جگہ ثابت قدم رہے لیکن بقیہ صحابہ دو طرفہ حملہ کی تاب نہ لا کر ادھر ادھر بھاگ نکلے یہ صورت حال دیکھ کر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو للکارا اور ان کو جمع کر کے یکبارگی کافروں پر حملہ کرنے کا جوش دلایا۔ چنانچہ صحابہ فوراً رک گئے اور پھر کافروں سے قتال میں مشغول ہو گئے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کفار کے حوصلے پست اور ہمتیں کمزور ہو گئیں۔ اس لڑائی میں بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ شہید ہوئے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بھی درجہ شہادت کو پہنچے کہ ایک حبشی غلام وحشی نے اپنی تلوار پوری شدت کے ساتھ آپ کی ناف میں اس زور سے ماری کہ آپ کا سنبھلنا مشکل ہو گیا چنانچہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ دو، چار قدم چل کر گر پڑے اور انتقال فرما گئے۔ ہندہ بنت عتبہ کو جب اس کی خبر ملی تو دوڑی ہوئی آئی اور نعش مبارک پر بیٹھ کر ناک۔ کان کاٹ لئے۔ پیٹ چیر کر جگر نکالا اور دانتوں سے چبا کر بولی کہ آج کلیجہ میں ٹھنڈک پڑی ہے کہ باپ کے قاتل کا خون پیا۔

لڑائی کے متعلق یہ تمام خبریں مدینہ طیبہ میں پہنچ رہی تھیں۔ جس کی وجہ سے وہاں کی عورتوں، ضعیف مردوں میں ایک طرح کا خوف پھیلا ہوا تھا۔ ہر شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کی خیریت کا منتظر تھا، چنانچہ ۱۵ شوال ۳ ہجری کو آپ مدینہ طیبہ میں

داخل ہوئے۔ مرد اور عورتیں آپ کی تشریف آوری کی مسرت میں اپنے شہداء کا غم بھول گئیں۔ حالانکہ ان شہید ہونے والوں میں ان کے بھائی بھی تھے، شوہر بھی تھے اور جوان اولاد بھی تھی۔ (تاریخ مشائخ چشت)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بسلامت تشریف آوری میں اپنے شہدا کا غم بھول جانے کے منظر کو علامہ شبلی نے ایک صحابیہ رضی اللہ عنہا کے حال میں اس طرح بیان کیا ہے۔

وہ بھی نکلیں کہ جو تھیں پردہ نشین عفاف
جن میں تھیں سیدہ پاک بھی بادیدہ نم

ایک خاتون کہ انصار نکو نام سے تھیں
سخت مضطر تھیں نہ تھے ہوش و حواس ان کے بہم

موقع جنگ پہ پہنچیں تو یہ لوگوں نے کہا
کیا کہیں تجھ سے کہ کہتے ہوئے شرماتے ہیں ہم

تیرے بھائی نے لڑائی میں شہادت پائی
تیرے والد بھی ہوئے کشتہ شمشیر ستم

سب سے بڑھ کر یہ کہ شوہر بھی ہوا تیرا شہید
گھر کا گھر صاف ہوا ٹوٹ پڑا کوہ الم

اس عفیفہ نے یہ سن کر جو کہا تو یہ کہا
یہ تو بتلاؤ کہ کیسے ہیں شہنشاہ امم

سب نے دی اس کو بشارت کہ سلامت ہیں حضور
گرچہ زخمی ہے سروسینہ و پہلو و شکم

بڑھ کے اس نے رخ اقدس کو جو دیکھا تو کہا
تو سلامت ہے تو پھر ہیچ ہے سب رنج و الم

میں بھی اور باپ بھی شوہر بھی برادر بھی فدا
اے شہ دین ترے ہوتے ہوئے کیا چیز ہیں ہم

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت

سنہ ۴ ہجری۔ اس سال حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔

بیر معونہ کا دل دوز واقعہ

بیر معونہ کا دل دوز واقعہ اسی سال پیش آیا۔ جس میں ستر صحابہ جو سب کے سب حافظ قرآن تھے شہید کئے گئے صرف حضرت عمرو بن امیہ بچ سکے جو بعد میں آزاد ہو کر مدینہ پہنچ گئے۔ یہ واقعہ اس طرح پیش آیا کہ نجد کا رہنے والا ایک شخص جس کا نام عامر بن مالک تھا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میں دین اسلام سے محبت رکھتا ہوں اور اسلام لانے کا خواہشمند ہوں مگر اپنی قوم سے ڈرتا ہوں کہ کہیں وہ لوگ میرے ساتھ برا معاملہ نہ کریں۔ لہٰذا آپ چند سمجھدار صحابہ کو میرے ہمراہ بھیج دیں۔ تاکہ میں ان کو اپنی قوم میں لیجاؤں اور وہاں جاکر یہ لوگ وعظ و تبلیغ کریں اور اس کا میں ذمہ دار ہوں کہ کوئی آدمی ان کو تکلیف نہیں پہنچائے گا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت منذر بن عمر رضی اللہ عنہ کو ستر صحابہ پر امیر بنا کر اس مقصد کے لئے اس کے ساتھ روانہ کر دیا اور ساتھ ہی ایک خط نجد کے رؤساء اور بااثر لوگوں کو لکھ دیا جس میں اسلام کی ترغیب اور دعوت تھی یہ حضرات روانہ ہو کر مکہ اور عسفان کے درمیان ایک مقام پر ٹھہر گئے جس کا نام بیر معونہ ہے۔ حضرت حرام بن ملحان رضی اللہ عنہ اپنے دو ساتھیوں کو لے کر آگے بڑھ گئے تاکہ عامر بن طفیل کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مکتوب پہنچا دیں۔

جب یہ تینوں حضرات اس کے نزدیک پہنچے تو حضرت حرام بن ملحان نے فرمایا کہ تم دونوں یہیں ٹھہر جاؤ۔ پہلے میں جاکر دیکھتا ہوں اگر مجھ کو امان مل گئی تو تم بھی میرے پاس آ جانا ورنہ واپس لوٹ جانا۔ تینوں کے مارے جانے سے بہتر یہ ہے کہ میں ہی اکیلا مارا جاؤں۔ یہ بات طے کر کے حضرت حرام آگے بڑھے اور پکار کر فرمایا کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قاصد ہوں اگر مجھے امان دی جائے تو حضور کا پیغام پہنچا دوں۔ ابھی اتنا ہی کہنے پائے تھے کہ ایک مشرک نے پیچھے سے آکر ایسا نیزہ مارا کہ پار نکل گیا۔ حضرت حرام صرف اتنا فرما کر "فزت و رب الکعبۃ" (یعنی خدائے کعبہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا) زمین پر گر گئے اور انتقال کر گئے۔ اس

کے بعد کفار باقی صحابہ کی طرف متوجہ ہوئے اور ان پر یکبارگی حملہ کر دیا۔ یہاں تک کہ سارے صحابہ شہید ہو گئے۔ ان شہید ہونے والوں میں حضرت عامر بن فہیرہ بھی تھے جو ہجرت کے وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہ چکے تھے۔ شہید ہونے کے بعد ان کو یہ اعزاز ملا کہ ان کی نعش فرشتے آسمان کی جانب اٹھا کر لے گئے۔ اس واقعہ کی اطلاع جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوئی تو آپ کو انتہائی رنج ہوا اور ہرچند کہ آپ کی عادت مبارکہ کسی کو بد دعا دینے کی نہ تھی مگر آپ نے اکیس روز تک صبح کی نماز میں قنوت پڑھی جس میں ان کافروں کے حق میں بد دعا کی گئی تھی۔

یہود کی فطرت اور غزوہ بنو نضیر

غزوہ بنو نضیر بھی اسی سال ہوا جس کی مختصر سی تاریخ یہ ہے کہ یہود کی سرشت اور فطرت میں ہمیشہ سے دغا بازی اور مکاری رہی ہے اور یہ غزوہ بھی ان کی مکاری کی وجہ سے پیش آیا کہ ان بدنصیبوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے جان نثار صحابہ حضرت ابو بکر صدیق حضرت عمر فاروق اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کو ایک دیوار کے نیچے بٹھا کر آپس میں یہ مشورہ کیا کہ ان حضرات کو دیوار کے اوپر سے پتھر گرا کر شہید کر دیں مگر آپ کو وحی کے ذریعہ اس کی اطلاع مل گئی اور آپ وہاں سے اٹھ کر چلے آئے۔ چونکہ ان یہودیوں نے اپنا وعدہ اور معاہدہ خود ہی توڑ دیا تھا اس لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ تشریف لا کر ان کو کہلا بھیجا کہ یا تو مسلمان ہو جاؤ یا مدینہ سے نکل جاؤ۔ مگر یہ بدنصیب عبد اللہ بن ابی اور دوسرے منافقوں کی مدد امداد پر بھروسہ کئے ہوئے تھے اس لئے لڑنے کی تیاریاں کرنے لگے۔ لیکن موقعہ پر کوئی بھی مدد کو نہ آیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ربیع الاول سنہ ۴ ھ میں ان کا محاصرہ فرمایا اور چھ روز تک ان کی نگرانی فرمائی۔ آپ کے حکم سے ان کے باغات اور جائدادیں نذر آتش کر دی گئیں۔ ان حالات کو دیکھ کر یہود پریشان ہو گئے اور جب پانی سر سے اونچا ہو گیا تو صلح کی درخواست بھیجی آپ نے اس کو منظور فرما لیا اور ان کو انتہائی رعایت دیتے ہوئے کہہ دیا کہ اسباب منقولہ جتنا لے جا سکتے ہو مع اپنے اہل و عیال اور رشتہ داروں کے لے جاؤ البتہ ہتھیار جس قدر ہوں وہ سب چھوڑ جاؤ۔ چنانچہ یہ لوگ مدینے سے نکل گئے اور چلتے ہوئے اپنے

مکانات صرف اس وجہ سے توڑ گئے کہ ان میں مسلمان نہ رہ سکیں۔ مکانوں کے کواڑ، چھتوں کی کڑیاں تک نکال کر لے گئے۔ اور خیبر میں جا بسے اسی محاصرہ کے دوران شراب کی حرمت نازل ہوئی۔

اسی سال شوال کے مہینہ میں ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آئیں نیز اسی سال نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح سے آٹھ ماہ بعد انتقال ہوا۔

غزوہ ذات الرقاع

سنہ ۵ ہجری اس سال ماہ محرم میں غزوہ ذات الرقاع پیش آیا۔ اس لڑائی میں صحابہ کرام اپنی غربت کی وجہ سے ننگے پاؤں بھی تھے اور بغیر سواریوں کے بھی تھے۔ پیدل چلتے چلتے پیروں میں زخم اور چھالے پڑ گئے تھے۔ زخموں کی تکلیف سے نجات پانے کے لئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے پیروں پر کپڑوں کے ٹکڑے (چیتھڑے) باندھ رکھے تھے اسی بناء پر اس کو غزوہ ذات الرقاع کہتے ہیں۔ یعنی چیتھڑوں والی لڑائی۔ اس غزوہ سے واپس آتے وقت دوپہر ہو جانے کی وجہ سے مسلمانوں نے ایک جنگل میں قیام کیا اور سب صحابہ رضی اللہ عنہم تھوڑی دیر آرام کرنے کی نیت سے ادھر ادھر سو رہے۔ خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایک کیکر کے درخت کے نیچے آرام فرمانے کی غرض سے لیٹ گئے اور تلوار درخت میں لٹکا دی دفعتاً آنکھ کھلی تو دیکھا کہ ایک کافر ننگی تلوار ہاتھ میں لئے کھڑا ہے۔ اور یہ کہتا ہے۔ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اب بتاؤ کون ہے جو اس وقت تمہاری جان بچائے۔ اس کے اس حال میں ہونے کا آپ پر ذرا اثر نہ ہوا اور پورے اطمینان سے جواب دیا کہ خدا بچائے گا۔ یہ جواب سننا تھا کہ اس کافر کے ہاتھ سے تلوار چھوٹ گئی اور بدن کپکپا اٹھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑے اطمینان سے وہ تلوار زمین سے اٹھائی اور فرمایا۔ اب بتلا اس وقت تجھے میرے ہاتھ سے کون بچائے گا۔ اس نے کہا کوئی بھی نہیں۔ آپ نے فرمایا رحم کرنا مجھ سے سیکھ اور یہ فرما کر تلوار نیچے کر لی۔ یہ معاملہ دیکھ کر وہ کافر مسلمان ہو گیا۔

صلوٰۃ الخوف اور آپ کو چوٹ لگنا

نیز اسی ہجرت کے پانچویں سال صلوٰۃ خوف مشروع ہوئی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا گھوڑے پر سے گر جانا اور تکلیف کی وجہ سے پانچ یوم مشربہ (دوچھتی) میں قیام فرمانا تاریخ کا ایک مشہور واقعہ ہے۔ اسی سال نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا (جو غزوہ بنی المصطلق میں قید ہو کر آئی تھیں) کو آزاد فرما کر اپنی زوجیت کے شرف سے مشرف فرمایا۔

واقعہ افک ــ حضرت صدیقہ کی براءت میں اٹھارہ آیات کا نزول

منافقین کی جانب سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر اتہام اسی سال لگایا گیا جو تاریخ و سیر میں قصہ افک کے نام سے مشہور ہے۔ اجمالی واقعہ اس کا یہ ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ مریسیع کے لئے روانہ ہو رہے تھے تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آپ کے ہمراہ تھیں غزوہ سے واپسی پر اسلامی لشکر نے ایک جگہ قیام کیا۔ وہاں پہنچ کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا قضائے حاجت کے لئے جنگل چلی گئیں۔ جہاں ان کے گلے کا ہار ٹوٹ کر راستہ میں گم ہو گیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس کے گرنے کی بالکل خبر نہ ہوئی۔ جب اپنے خیمہ میں پہنچ گئیں اور اتفاقی طور سے گلے پر ہاتھ پڑا تو پتہ چلا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس کی تلاش میں فوراً جنگل کی طرف روانہ ہو گئیں تلاش میں دیر لگی آ کر دیکھا تو قافلہ کوچ کر چکا تھا۔ اور چونکہ خود ہلکی پھلکی تھیں اس لئے ان کا ہودج (سواری) اٹھانے والوں کو اس کا احساس بھی نہ ہوا کہ یہ خالی اٹھایا جا رہا ہے۔ یہ ماجرا دیکھ کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہیں بیٹھ گئیں اور اپنا بدن کپڑے سے چھپا کر سو گئیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ کو اس خدمت پر مامور فرما رکھا تھا کہ وہ لشکر کے پیچھے پیچھے رہا کریں تاکہ اگر کوئی چیز کوچ کرنے کے بعد ملے تو یہ اسے اٹھا کر مالک تک پہنچا دیں۔ حضرت صفوان رضی اللہ عنہ نے جب دیکھا کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جنگل بیابان میں تنہا ہیں تو پریشان ہو گئے اور بلند آواز سے انا للہ پڑھی۔ آواز سن کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیدار ہو گئیں۔ دیکھا تو حضرت صفوان تھے فوراً اپنا منہ چھپا لیا کیونکہ

اس وقت پردہ کا حکم نازل ہو چکا تھا۔ حضرت صفوان رضی اللہ عنہ حرم محترم کی انتہائی عزت کی بناء پر اونٹنی سے اتر گئے اور مہار پکڑ کر اونٹنی بٹھا دی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس پر سوار ہو گئیں اور امام بخاری کی تصریح کے مطابق جو خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے نہ کوئی بات چیت ہوئی نہ گفتگو اور دوپہر سے پہلے پہلے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گئیں۔

واقعہ صرف اتنا ہی تھا اور بالکل بے غبار تھا لیکن منافقین کو بہانہ مل گیا اور انہوں نے حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کو حضرت صفوان رضی اللہ عنہ سے متہم کرنے کی ناپاک کوشش شروع کر دی۔ اس واقعہ میں تین مسلمان صحابی جن کے مخلص ہونے میں کوئی کلام نہیں کیا جاسکتا، بھی مبتلا ہو گئے۔ دو مرد حضرت مسطح بن اثاثہ اور حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہما اور ایک عورت حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس واقعہ کی بالکل خبر نہ تھی لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں چونکہ یہ بات آچکی تھی اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت غمگین اور افسردہ تھے۔ مختلف صحابہ سے آپ نے دریافت کیا اور مشورے لئے سب نے ہی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاکدامنی پر زور دیا۔ خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی باندی حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا نے بڑے زور سے صفائی پیش کی لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اس بدشہرت کا اتنا اثر تھا کہ آپ کا دل صاف نہ ہوا۔ ادھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بخار کے ساتھ ساتھ اس غم میں گھلی جارہی تھیں کہ آپ کی وہ محبت اور الفت کیوں یکدم ختم ہو گئی۔ ان ایام میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی جب طبیعت کچھ سنبھلی تو وہ اپنی سہیلی (جو حضرت مسطح کی والدہ تھیں) کے ساتھ قضائے حاجت کے لئے جنگل گئیں۔ راستہ میں سہیلی نے اس قصہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو آگاہ کیا اور مدینہ کے گلی کوچوں میں جو طوفان آیا ہوا تھا اس سے خبردار کیا۔ حضرت عائشہ اس واقعہ سے بڑی متاثر ہوئیں اور کچھ تو اپنی بیماری کی وجہ سے پہلے ہی کمزور تھیں اس واقعہ نے طبیعت پر بہت برا اثر ڈالا۔ بخار اور شدت کے ساتھ چڑھ آیا۔ گھر میں آکر لیٹ گئیں۔ آنسوؤں کا ایسا دریا بہہ رہا تھا جو تھمنے کا نام نہیں لے رہا تھا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب مکان پر تشریف لائے تو حضرت عائشہ نے اپنے میکے جانے کی اجازت چاہی آپ نے اجازت مرحمت فرما دی حضرت عائشہ اپنے گھر پہنچ گئیں اور

اپنی والدہ سے مل کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں۔ اماں جان نے تسلی دی۔ اطمینان دلایا مگر جو دل صدمہ سے پاش پاش ہو چکا تھا اس کو کچھ ڈھارس نہ بندھی اپنے میکہ پہنچ کر ایک دن دو رات مسلسل روتے گزری۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا "اے عائشہ اگر تم پاک دامن ہو تو حق تعالیٰ یقیناً تمہارا بے قصور ہونا ثابت کر دے گا اور اگر تم سے غلطی ہو گئی ہو تو توبہ کر لو۔ حق تعالیٰ معاف کر دے گا۔ حضرت عائشہ نے اپنے ابا جان حضرت ابو بکر سے کہا کہ اس بات کا جواب دو۔ حضرت ابو بکر نے فرمایا مجھے کیا معلوم میں کیا جواب دوں۔ حضرت عائشہ نے اپنی اماں جان سے درخواست کی کہ تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کا جواب دو۔ مگر انہوں نے بھی یہی جواب دیا۔ اس پر حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں ایک نو عمر بچی تھی۔ قرآن پاک بھی اچھی طرح یاد نہیں تھا۔ میں نے کہا کہ میرے متعلق جو بہتان ہے وہ چونکہ تمہارے دل میں بیٹھ گیا۔ اس لئے اگر میں اپنی صفائی بھی پیش کروں گی تو تم میں سے کسی کو یقین نہیں آئے گا اب سوائے اس کے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے باپ کی طرح یہ کہہ دوں ﴿فَصَبْرٌ جَمِيلٌ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُونَ﴾.

ترجمہ: یعنی صبر ہی کرنا بہتر ہے اور تمہاری بنی بنائی باتوں پر اللہ ہی سے مدد لینی چاہئے۔

رنج و غصہ اور جوش کے ملے جلے جذبات کی وجہ سے حضرت یعقوب علیہ السلام کا نام بھی یاد نہ رہا اور یوسف کے باپ سے تعبیر فرمایا۔ یہ فرما کر شدت رنج سے آنسو بھی خشک ہو گئے۔

یہ بات چیت چل ہی رہی تھی سارا گھرانہ اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھا اتنے میں آپ پر وحی کے آثار شروع ہوئے (کیونکہ اللہ تعالیٰ شانہ کی شان بے نیازی سے اس سلسلہ میں ایک ماہ تک وحی نازل نہ ہوئی تھی اس ایک ماہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر کیا کچھ گزری ہوگی) پیشانی مبارک پر پسینہ آگیا جو وحی آنے کی ایک بڑی علامت تھی۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور سورۂ نور کی اٹھارہ آیات نازل ہوئیں ان آیات میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بری ہونا. پاک ہونا. عفت مآب ہونا بڑے زور شور سے بتلایا گیا تھا۔ جب وحی کے آثار ختم ہو گئے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے اور فرمایا لو عائشہ تمہاری براءت کا پروانہ آگیا جس پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے خدا کا شکر ادا کیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لے گئے منبر پر جا کر ایک وعظ

فرمایا اور قرآن کی یہ آیات (جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی براءت کے لئے نازل ہوئی تھیں) مجمع کو سنائیں اور شریعت کے حکم کے مطابق جھوٹی تہمت لگانے والوں کو اسی اسی کوڑے مارے گئے۔

غزوہ خندق

غزوہ خندق اسی سال ہوا اور چونکہ یہ لڑائی حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خندق کھود کر لڑی تھی اس لئے غزوہ خندق ہی کے نام سے مشہور ہے۔ یہ خندق حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے مشورے سے کھودی گئی تھی۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دعوت کا مشہور واقعہ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک معجزہ کھانے میں برکت اور وسعت کا اسی کھدائی کے دوران پیش آیا۔ وہ یہ کہ خندق کھودنے کے موقعہ پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بھی مصروف عمل تھے۔ حضرت جابر نے جب دیکھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیٹ پر پتھر بندھا ہوا ہے تو چپکے سے اپنے گھر گئے اور اپنی بیوی سے کہا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فاقہ ہے اور پیٹ سے پتھر بندھا ہوا ہے اس لئے جو کچھ گھر میں ہو اس کو تیار کر لو۔ چنانچہ فوراً ایک پلی ہوئی بکری کے گلے پر چھری پھیری گئی اور جو کا آٹا جو تین سیر سے کچھ زائد تھا گوندھا گیا۔ اس کام سے فارغ ہو کر حضرت جابر رضی اللہ عنہ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میں نے تھوڑا سا کھانا آپ کے لئے تیار کرایا ہے۔ جناب کے ہمراہ ایک دو ساتھی بھی چلیں۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ اس کھانے کی مقدار کتنی ہے انہوں نے مقدار بھی بتلا دی۔ آپ نے فرمایا عمدہ ہے اور بہت ہے۔ یہ فرما کر تمام اہل خندق سے فرمایا کہ جابر نے تمہاری دعوت کی ہے سب چلو اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ میرے آنے تک ہانڈی چولہے پر سے مت اتارنا اور میرے آنے تک روٹی نہ پکائی جائے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سب کو ساتھ لے کر روانہ ہوئے۔ حضرت جابر فرماتے ہیں کہ میں لپک کر اپنے گھر پہنچا اور بیوی سے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو پورے لشکر کو ساتھ لے کر آ رہے ہیں۔ وہ پریشان ہو کر کہنے لگیں کہ مجھے سب کے سامنے شرمندگی ہوگی۔ کیونکہ کھانا بہت تھوڑا ہے پھر کہنے لگیں کیا حضور صلی اللہ علیہ

وسلم نے کھانے کی مقدار دریافت کر لی تھی؟ حضرت جابر نے فرمایا کہ ہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کھانے کی مقدار بتلا دی گئی تھی۔ اس پر ان کی اہلیہ مطمئن ہو گئیں کہ اب کوئی فکر کی بات نہیں۔

تھوڑی دیر بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے یہاں پہنچے۔ سالن اور آٹے پر دم کیا اور فرمایا پکانے والی کو بلاؤ روٹی تیار ہوتی رہی اور صحابہ کرام کو پیالوں میں کھلانا شروع کیا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا بھیڑ مت کرنا اطمینان سے کھانا۔

یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا کہ ایک ہزار مہمان اطمینان سے فارغ ہو گئے اور کھانا بچ رہا۔ یہ بچا ہوا کھانا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے گھر والوں اور ان کے پڑوسیوں نے کھایا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قسم کے معجزات کھانے میں برکت اور پانی وغیرہ میں وسعت کے بکثرت ہیں۔

(تاریخ مشائخ چشت)

یارب صل وسلم دآئماً ابدا   علیٰ حبیبک خیر الخلق کلھم

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّؤْيَا بِالْحَقِّ
لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ
اٰمِنِيْنَ مُحَلِّقِيْنَ رُؤُسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ
لَا تَخَافُوْنَ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ
مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا

آٹھویں مجلس کی خوشبوئیں

صلح حدیبیہ سے فتح مکہ تک

زیارت خانہ کعبہ کے لئے سفر اور صلح حدیبیہ

سنہ ۶ ہجری سورج گہن اور نماز کسوف کی مشروعیت اسی سال ہوئی۔ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو کامل چھ سال ایسے گزر گئے کہ اس میں نہ ہی انہوں نے خانہ کعبہ کی زیارت کی، حج کیا اور نہ ہی اپنے وطن اصلی مکہ مکرمہ کو دیکھ سکے۔ خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش تھی کہ مکہ معظمہ جاکر خانہ کعبہ کی زیارت کریں۔ حج و طواف کریں۔ اسی دوران نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب دیکھا کہ آپ اپنے صحابہ کے ہمراہ مکہ معظمہ تشریف لے گئے اور عمرہ کیا یہ خواب سن کر تمام صحابہ زیارت خانہ کعبہ کے لئے تیار ہو گئے۔ چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کے ایک جم غفیر کے ساتھ مکہ مکرمہ کے لئے روانہ ہو گئے۔ مدینہ منورہ سے روانہ ہو کر ذوالحلیفہ میں پہلا پڑاؤ ہوا۔ وہاں پہنچ کر آپ نے بسر بن ابی سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اہل مکہ کے حالات کی خبر لانے کے لئے بھیجا جو تحقیق واقعہ کے بعد آپ سے عسفان میں ملے اور بتلایا کہ کفار مکہ لڑائی کی تیاری کر رہے ہیں۔ تاکہ یہ حضرات مکہ مکرمہ میں داخل نہ ہو سکیں۔

تدبیر کو اختیار کرنا اور استغفار

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عسفان ہی میں صحابہ سے فرمایا کہ خالد بن ولید وادی غمیم میں تمہارے حالات کی خبر لینے کے لئے آئے ہیں لہٰذا اپنا راستہ بدل دو اور فرمایا کوئی ہے جو کسی دوسرے راستہ سے ہم کو لے جائے۔ حضرت حمزہ بن عمرو اسلمی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں لے جاؤں گا۔ چنانچہ وہ آپ کو مع صحابہ کے نہایت دشوار گزار گھاٹیوں میں کو لے کر چلے۔ آپ

نے صحابہ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ سب "نستغفر اللہ و نتوب الیہ" (ہم اللہ سے مغفرت چاہتے ہیں اور توبہ کرتے ہیں) پڑھیں صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان کلمات کو دہرایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ کلمات بنی اسرائیل پر پیش کئے گئے تھے مگر انہوں نے نہیں پڑھے۔ اس کے بعد آپ نے داہنی طرف چلنے کا حکم فرمایا

صحابہ کرام سے مشورہ

اسی موقعہ پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے مشورہ کیا اور فرمایا کہ ایک صورت یہ ہے کہ جو لوگ باہر سے مکہ گئے ہوئے ہیں ان کے مکانوں پر حملہ کیا جائے تاکہ وہ یہ خبر سن کر اپنے گھروں کو لوٹ جائیں۔ دوسری صورت یہ ہے کہ سیدھے مکہ چلیں۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اس وقت آپ بیت اللہ کے ارادہ سے آئے ہیں۔ لڑائی کا ارادہ نہیں ہے اس لئے آگے بڑھیں۔ اگر وہ ہمیں روکیں گے تو ہم ان کا مقابلہ کریں گے ورنہ نہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تجویز پسند فرمالی اور آگے بڑھ کر منزل بہ منزل حدیبیہ پہنچے۔ وہاں پہنچ کر بدیل بن ورقا ایک جماعت کے ساتھ آئے اور کہنے لگے کہ مکہ والے آپ سے مقابلہ کی تیاری کر رہے ہیں اور وہ آپ کو مکہ میں داخل نہ ہونے دیں گے۔ یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہی (بدیل بن ورقا) کے ذریعہ پیغام بھیجا کہ ہمارا مقصد لڑنا جھگڑنا ہرگز نہیں ہے ہم تو صرف خانہ کعبہ کا طواف اور اس کی زیارت کے لئے آئے ہیں لہٰذا ہمیں عمرہ کرنے سے نہ روکو مگر کفار نے نہ مانا۔

بیعت رضوان ـــ موت تک لڑنے کا عہد

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو مستقل سفیر بنا کر بھیجا تاکہ وہ سرداران مکہ سے گفتگو فرما کر مصالحت کر لیں مگر قریش نے اپنی ضد نہ چھوڑی اور صاف کہہ دیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو تو ہم اتنے جان میں جان ہے مکہ میں داخل نہ ہونے دیں گے ہاں اگر تمہارا جی چاہے تو تم طواف و عمرہ کر سکتے ہو۔ مگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر عمرہ اور طواف سے انکار کر دیا۔ یہ بات چیت کافی دیر تک ہوتی رہی اس لئے مسلمان متفکر ہوئے۔ ادھر لشکر اسلام میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ

کے شہید ہو جانے کی خبر پھیل گئی جس سے سب کو تفکر ہوا۔ خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس خبر سے غمگین تھے۔ چنانچہ آپ نے ایک کیکر کے درخت کے نیچے بیٹھ کر تمام صحابہ سے اس پر عہد و پیمان لئے کہ جب تک دم میں دم ہے کافروں سے لڑیں گے۔ اس بیعت کا نام بیعت الرضوان ہے۔ جب کافروں نے اس بیعت کا قصہ سنا تو بوکھلا گئے اور ایک قاصد کو بھیج کر مصالحت کی گفتگو شروع کر دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی ہر شرط کو قبول فرمایا اگرچہ ان میں سے بعض شرطیں اتنی سخت تھیں کہ مسلمان ان کو کسی بھی طرح ماننے کے لئے تیار نہ تھے۔
اسی کے ساتھ کفار مکہ نے اپنی ضد اور ہٹ دھرمی بھی خوب دکھلائی جس کی ادنیٰ سی مثال یہ ہے کہ صلح نامہ میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھے جانے پر انہوں نے انکار کر دیا اور کہنے لگے کہ ہم رحمٰن کو نہیں جانتے۔ لہٰذا قومی دستور کے مطابق باسمک اللّٰھم لکھو۔ مسلمانوں کی طرف سے بسم اللہ لکھنے پر اصرار تھا, مگر آپ نے کفار کی یہ بات منظور فرمالی۔ معاہدہ کی ابتدا ان الفاظ سے تھی۔ ھٰذا ما قاضیٰ علیہ رسول اللہ یعنی یہ وہ تحریر ہے جس پر محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا معاہدہ ہوا ہے اس پر سہیل (جو کفار کی طرف سے معاہدہ لکھ رہے تھے) بولے۔ اگر ہم تمہیں رسول اللہ مان لیتے تو یہ جھگڑا ہی کیوں ہوتا۔ ہم ہرگز رسول اللہ تم کو نہیں لکھنے دیں گے بلکہ محمد بن عبداللہ لکھو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بخدا میں اللہ کا رسول ہوں چاہے تم جتنا جھٹلاؤ۔ یہ فرما کر کاتب معاہدہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا اے علی لفظ رسول اللہ کاٹ کر محمد بن عبداللہ لکھ دو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں آپ کا نام مبارک نہیں کاٹ سکتا چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اس جملہ کو کاٹ کر اس کی جگہ محمد بن عبداللہ لکھ دیا الغرض صلح نامہ مرتب ہونے تک یہ اسی طرح جھگڑتے رہے آخر صلح نامہ مرتب ہوا۔

صلح نامہ کی چند شرطیں

صلح نامہ میں من جملہ دیگر شرائط کے یہ شرطیں بھی تھیں۔

۱۔ اس سال مسلمان بلا عمرہ کئے ہوئے واپس چلے جائیں اور آئندہ سال صرف تین دن کے لئے آئیں۔

۲۔ دس سال تک لڑائی بالکل موقوف کر دی جائے۔

۴۔قریش کا کوئی بھی آدمی اگر مسلمان ہو کر مدینہ پہنچ جائے تو اسے فوراً واپس کر دیا جائے۔ اور اگر کوئی مسلمان مکہ آ جائے تو ہم اس کو مدینہ منورہ واپس نہ بھیجیں گے۔ ظاہر ہے کہ یہ تمام شرطیں صرف یک طرفہ تھیں۔ تمام صحابہ کرام خصوصاً حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ان شرائط پر بڑا طیش آ رہا تھا چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور عرض کیا یارسول اللہ! آپ نبی نہیں؟ فرمایا کیوں نہیں۔ عرض کیا ہم حق پر اور یہ کفار باطل پر نہیں؟ فرمایا کیوں نہیں۔ عرض کیا پھر ہم اپنے دین کے بارے میں اتنی ذلت کیوں برداشت کریں؟ فرمایا میں اللہ کا رسول ہوں اور وہ میرا مددگار ہے میں اس کی نافرمانی نہیں کر سکتا۔ عرض کیا آپ نے ہم سے یہ وعدہ نہیں کیا تھا کہ ہم مکہ جا کر طواف کریں گے؟ فرمایا ضرور کیا تھا۔ مگر میں نے یہ کب کہا تھا کہ اسی سال طواف کریں گے۔ عرض کیا ہاں یہ تو نہیں فرمایا تھا۔ آپ نے فرمایا عمر میں اب بھی یہ کہتا ہوں کہ تو مکہ جائے گا طواف کرے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہاں سے فارغ ہو کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور یہی گفتگو وہاں جا کر کی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بھی وہی جوابات لفظ بہ لفظ تھے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہے۔ آخر میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ او آدمی یہ اللہ کے رسول ہیں ان کی رکاب کو مضبوط پکڑو

نسبت اتحادی

اس قسم کے واقعات کی بناء پر یہ ناکارہ[1] اپنے اسباق میں کہا کرتا تھا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نسبت اتحادی حاصل تھی۔

اس صلح نامہ کی تکمیل فریقین کے دستخطوں کے ساتھ مکمل کر لی گئی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مع حضرات صحابہ کرام کے بغیر طواف و عمرہ کئے واپس تشریف لائے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ خواب بیشک سچا خواب تھا۔ جس کی تعبیر پوری ہوئی۔ لیکن چونکہ خود خواب میں وقت اور سال کی تعیین نہیں کی گئی تھی اس لئے نہ ہی اس خواب کا اس مرتبہ پورا ہونا ضروری تھا اور نہ ہی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خواب پر کوئی حرف آ سکتا ہے۔

---

[1] قطب الاقطاب حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہ

صحابہ کرام کی جان فروشی۔

اس صلح کے موقعہ پر بہت سے واقعات پیش آئے لیکن دو واقعے بطور خاص تحریر کرتا ہوں۔ جس سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے معاہدہ کو نبھانا اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی جانفروشی اچھی طرح کھل کر سامنے آجاتی ہے۔

حضرت ابو جندل رضی اللہ عنہ جو اسلام لانے کی وجہ سے طرح طرح کی تکلیفیں برداشت کر رہے تھے اور زنجیروں میں بندھے ہوئے تھے اسی حالت میں گرتے پڑتے مسلمانوں کے لشکر میں اس امید پر پہنچے کہ ان لوگوں کی حمایت میں جاکر اس مصیبت سے چھٹکارا پاؤں گا۔ ان کے باپ سہیل نے جو اس صلح نامہ میں کفار کی طرف سے وکیل تھے اور اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے انہوں نے صاجزادے کے طمانچے مارے اور واپس لے جانے پر اصرار کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ابھی صلح نامہ مرتب بھی نہیں ہوا۔ اس لئے ابھی پابندی کس بات کی۔ مگر انہوں نے اصرار کیا، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک آدمی مجھے مانگا ہی دے دو مگر وہ لوگ ضد پر تھے نہ مانے۔ ابو جندل رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو پکار کر فریاد بھی کی کہ میں مسلمان ہو کر آیا اور کتنی مصیبتیں اٹھا چکا اب واپس کیا جارہا ہوں۔ اس وقت مسلمانوں کے دلوں پر جو گزر رہی ہوگی اللہ ہی کو معلوم ہے۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے واپس ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تسلی فرمائی اور صبر کرنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ عنقریب حق تعالیٰ شانہ تمہارے لئے راستہ نکالیں گے۔ صلح نامہ کے مکمل ہو جانے کے بعد ایک دوسرے صحابی ابو بصیر رضی اللہ عنہ بھی مسلمان ہو کر مدینہ منورہ پہنچے۔ کفار نے ان کو واپس بلانے کے لئے دو آدمی بھیجے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حسب وعدہ واپس فرما دیا۔ ابو بصیر رضی للہ عنہ نے عرض بھی کیا کہ یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں مسلمان ہو کر آیا آپ مجھے کفار کے پنجہ میں پھر بھیجتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے بھی صبر کرنے کو ارشاد فرمایا اور فرمایا کہ انشاء اللہ عنقریب تمہارے واسطے راستہ کھلے گا۔ یہ صحابی رضی اللہ عنہ ان دونوں کافروں کے ساتھ واپس ہوئے۔ راستہ میں ان میں سے ایک سے کہنے لگے کہ یار تیری یہ تلوار تو بڑی نفیس معلوم ہوتی ہے۔ شیخی باز آدمی ذرا سی بات میں پھول ہی

جاتا ہے وہ نیام سے نکال کر کہنے لگا کہ ہاں میں نے بہت سے لوگوں پر اس کا تجربہ کیا۔ یہ کہہ کر تلوار ان کے حوالے کر دی۔ انہوں اسی پر اس کا تجربہ کیا۔ دوسرا ساتھی یہ دیکھ کر کہ ایک تو نمٹا دیا اب میرا نمبر ہے، بھاگا ہوا مدینہ آیا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میرا ساتھی مر چکا ہے اب میرا نمبر ہے اس کے بعد ابو بصیر رضی اللہ عنہ پہنچے اور عرض کیا یا رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ اپنا وعدہ پورا فرما چکے کہ مجھے واپس کر دیا اور مجھ سے کوئی عہد ان لوگوں کا نہیں ہے جس کی ذمہ داری ہو، وہ مجھے میرے دین سے ہٹاتے ہیں۔ اس لئے میں نے یہ کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لڑائی بھڑکانے والا ہے۔ کاش کوئی اس کا معین مدد گار ہوتا۔ وہ اس کلام سے سمجھ گئے کہ اب بھی اگر کوئی میری طلب میں آئے گا تو میں واپس کر دیا جاؤں گا۔ اس لئے وہ وہاں سے چل کر سمندر کے کنارے ایک جگہ آ پڑے۔ مکہ والوں کو اس قصہ کا حال معلوم ہوا۔ تو ابو جندل رضی اللہ عنہ بھی جن کا قصہ پہلے گزرا چھپ کر وہیں پہنچ گئے۔ اسی طرح جو شخص مسلمان ہوتا وہ ان کے ساتھ جاملتا۔ چند روز میں یہ ایک مختصر سی جماعت ہو گئی، جنگل میں جہاں نہ کھانے کا کوئی انتظام نہ وہاں باغات اور آبادیاں۔ اس لئے ان لوگوں پر جو گزری ہو گی وہ تو اللہ ہی کو معلوم ہے مگر جن ظالموں کے ظلم سے پریشان ہو کر یہ لوگ بھاگتے تھے۔ ان کا ناطقہ بند کر دیا جو قافلہ ادھر کو جاتا اس سے مقابلہ کرتے اور لڑتے۔ حتیٰ کہ کفار مکہ نے پریشان ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عاجزی اور منت کر کے اللہ کا اور رشتہ داری کا واسطہ دے کر آدمی بھیجا کہ اس بے سری جماعت کو آپ اپنے پاس بلالیں کہ یہ معاہدہ میں تو داخل ہو جائیں اور ہمارے لئے آنے جانے کا راستہ کھلے۔ لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اجازت نامہ جب ان حضرات کے پاس پہنچا تو ابو بصیر رضی اللہ عنہ مرض الموت میں گرفتار تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا والا نامہ ہاتھ میں تھا کہ اسی حالت میں انتقال ہوا۔ (رضی اللہ عنہ وارضاہ)

جان دے دے کے خریدار بنے ہیں انصار
عشق زار مدنی مصر کا بازار نہیں
صید مژگان محمد ہیں غزالان حرم
اس لئے ناوک پیکان کے سزاوار نہیں

غزوہ خیبر جس کی وجہ یہود کی شرارتیں تھیں

سنہ ۷ ہجری۔ جو یہود مدینہ سے جلا وطن کئے گئے تھے وہ خیبر میں آباد ہو گئے تھے لیکن یہاں پہنچ کر بھی وہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ریشہ دوانیوں میں لگے رہتے تھے اور کفار کو مسلمانوں پر حملہ کرنے کے واسطے ابھارتے رہتے تھے۔ چنانچہ ان کی سرکشی کو ختم کرنے کے لئے غزوہ خیبر اسی سال ہوا جس میں ۲۰ یا ۲۱ محرم الحرام کو ایک ہزار چار سو مسلح صحابہ کرام نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ماتحتی میں خیبر کی جانب کوچ کیا اور خوب کھل کر لڑائی ہوئی جب تمام قلعے مسلمانوں کے قبضے میں آ گئے تو یہود نے اپنی جانوں سے مایوس ہو کر مسلمانوں کے ماتحت رہنے کی درخواست کی اور کہا کہ تم لوگ کھیتی باڑی سے واقف نہیں ہو اور ہم لوگ اس سے واقف ہیں۔ لہٰذا اگر تم اپنی ماتحتی میں ہمیں بطور مضاربت کے رکھ لو تو احسان ہو گا۔ رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی درخواست قبول کر لی اور اس طرح ان کی جانوں کو امان مل گئی۔

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا جو حیی بن اخطب کی بیٹی اور حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد میں سے تھیں اس غزوہ خیبر میں گرفتار ہو کر مسلمانوں کے قبضے میں آئیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو آزاد فرما کر اپنی زوجیت کا شرف بخشا۔ اسی سال متعہ کی حرمت نازل ہوئی۔ نیز گدھے کا گوشت اور تمام درندوں کا گوشت حرام کر دیا گیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی والدہ حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا کا انتقال بھی اسی سال ہوا۔

صلح حدیبیہ والے عمرے کی قضا

سال گذشتہ (سنہ ٦ھ) کے صلح نامہ کے مطابق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اکیس سو صحابہ کے ہمراہ عمرہ قضا پورا کرنے کی نیت سے مکہ معظمہ کا رخ کیا اور وعدہ کے مطابق تین دن قیام فرما کر مدینہ منورہ کے لئے روانہ ہوئے اسی سفر میں مکہ مکرمہ جاتے ہوئے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح ہوا۔ آپ کا ارادہ مکہ ہی میں رہ کر رخصتی اور دعوت ولیمہ کا تھا۔ تاکہ کفار مکہ بھی اس میں مدعو ہوں۔ مگر ان بد نصیبوں نے اس دعوت عظمیٰ کی بھی قدر نہ کی اور صاف انکار کرتے ہوئے کہنے لگے کہ یہاں سے چلے جاؤ۔ ہمیں

تمہاری دعوت کی ضرورت نہیں۔ چنانچہ آپ وہاں سے روانہ ہوئے۔ اور واپسی میں موضع سرف میں رخصتی ہوئی۔ اور اسی جگہ ولیمہ ہوا۔

قدرت کے کرشمے ہیں کہ جس جگہ نکاح ہوا اسی جگہ واپسی میں رخصتی ہوئی اور جس مقام پر رخصتی کا خیمہ لگا ہوا تھا ٹھیک اسی جگہ پر سنہ ۶۱ ہجری میں انتقال فرمایا۔

یہود کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو زہر کھلانا

اسی سال خیبر کی صلح کے بعد ایک یہودیہ نے بکری کا گوشت پکا کر اس میں زہر ملایا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدیہ بھیجا۔ آپ نے اپنے اخلاق کریمانہ سے اس کو قبول فرمایا۔ اور نوش فرمانا شروع کیا۔ لقمہ منہ میں رکھا ہی تھا کہ حق تعالیٰ نے اس گوشت کو قوت گویائی مرحمت فرمائی۔ اس نے کہا یا رسول اللہ مجھ کو نہ کھایئے میرے اندر زہر ملایا گیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً لقمہ ڈال دیا اور صحابہ سے صورت حال بیان کی آپ کے علاوہ ایک صحابی نے بھی اس زہر آلودہ گوشت میں سے کچھ کھایا تھا اس لئے وہ جانبر نہ ہو سکے اور انتقال کر گئے۔ خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی اس زہر آلود گوشت کا اثر عمر بھر رہا اور وصال کے وقت اس کی سمّیت نے زور دکھلایا۔ چنانچہ مرض وفات میں آپ نے فرمایا، اے عائشہ غزوہ خیبر میں جو گوشت کھایا تھا اس کا اثر میں اب تک اپنے بدن میں پا رہا ہوں اور اس وقت میں اپنی رگ جان کو اس زہر کی وجہ سے کٹتا ہوا محسوس کر رہا ہوں۔

یہ بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل میں سے ہے کہ آپ کو شہادت کا درجہ بھی عطا فرما دیا گیا۔

سنہ ۸ ہجری۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ (جو حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے بطن مبارک سے تھے) اسی سال پیدا ہوئے۔

غزوۂ موتہ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے اس سال جمادی الاول کے مہینہ میں عیسائیوں کی ایک بہت بڑی فوج سے جہاد کیا جو غزوۂ موتہ کے نام سے مشہور ہے۔ یہ غزوہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک قاصد حضرت حارث بن عمیر

رضی اللہ عنہ کو شہید کر دینے کی وجہ سے پیش آیا۔ دشمن کی فوج ایک لاکھ سے بھی زیادہ تھی اور مسلمان صرف تین ہزار تھے کوئی بھی تناسب نہ تھا اس لئے مسلمان یک گونہ پریشان تھے بعض حضرات کا خیال تھا کہ چندے انتظار کر کے مدینہ منورہ سے مزید فوج طلب کی جائے مگر صحابہ کی اکثریت نے تاخیر نامناسب سمجھتے ہوئے خدا کی مدد اور نصرتوں کو دل میں جما کر لڑنے کا فیصلہ فرمالیا۔ اس لڑائی میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جھنڈا حضرت زید رضی اللہ عنہ کو مرحمت فرمایا اور فرمایا کہ اگر زید شہید ہو جائیں تو حضرت جعفر کو امیر بنا لینا اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو حضرت عبداللہ بن رواحہ کو امیر لشکر بنالینا اور اگر یہ بھی شہید ہو جائیں تو موقعہ پر مسلمان جس کو بھی چاہیں امیر بنالیں ایک یہودی آپ کی یہ گفتگو سن رہا تھا۔ کہنے لگا یہ تینوں حضرات تو یقیناً شہید ہوں گے۔ کیونکہ پہلے زمانہ کے انبیاء بھی جب اس قسم کی گفتگو فرماتے تھے تو اس کا مطلب یہی ہوتا تھا کہ یہ چیز ضرور واقع ہو گی۔ چنانچہ یہ سارے حضرات شہید ہوئے اور جھنڈا حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے پاس آگیا۔ بس پھر کیا تھا رومی فوج میں ایک زلزلہ آگیا حضرت خالد نے اس لڑائی میں نو تلواریں یکے بعد دیگرے بدلیں کیونکہ ہر تلوار کشت و خون کی کثرت کی وجہ سے ناقابل استعمال ہو گئی تھی۔ بالاخر روم کی فوج نے شکست کھائی اور اسلامی لشکر خیر و عافیت کے ساتھ واپس مدینہ منورہ لوٹ آیا۔ اس لڑائی میں صرف بارہ مسلمان شہید ہوئے۔

اسطوانہ حنانہ کا رونا

جب سے مسجد نبوی کی تعمیر ہوئی تھی اس وقت سے لے کر اب تک اس میں...... کوئی منبر نہ تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہموار زمین پر کھڑے ہو کر ایک درخت کے تنے سے ٹیک لگا کر خطبہ دیا کرتے تھے۔ جس کی وجہ سے تمام سامعین تک آواز نہیں پہنچ سکتی تھی۔ اسی سال ایک انصاریہ عورت نے درخواست کی کہ میرا غلام نجار اس کام کو بہت اچھے طریقے سے کر سکتا ہے اگر اجازت ہو تو ایک منبر بنواؤں۔ آپ نے صحابہ سے مشورہ کیا۔ سب کی رائے یہی ہوئی کہ بنوا لیا جائے ضرورت کی چیز ہے۔ چنانچہ آپ کی اجازت مل جانے پر انصاریہ رضی اللہ عنہا نے اپنے غلام میمون سے منبر بنوایا۔ جس کی لکڑی غابہ[1] مقام سے لائی گئی تھی۔ منبر تیار

---

[1] یہ مدینہ منورہ سے ۹ میل کے فاصلے پر ایک مشہور جگہ ہے۔

ہونے پر جب آپ سابق جگہ سے منتقل ہو کر منبر پر تشریف لائے تو وہ کھجور کا تنا (جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر بننے سے پہلے سہارا لگایا کرتے تھے) جدائی کی تاب نہ لا سکا اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ اس کی یہ گریہ وزاری دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے تشریف لائے اور اپنا دست مبارک اس پر رکھا اس وقت وہ تنا ایسی طرح ہچکیاں لے کر رو رہا تھا جیسے بچہ اپنی ماں کی گود میں پہنچ کر ہچکیاں لیتا ہے۔

صاحب احیا نے لکھا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ رو رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان۔ ایک کھجور کا تنا جس پر آپ سہارا لگا کر منبر بننے سے پہلے خطبہ پڑھا کرتے تھے پھر جب منبر بن گیا اور آپ اس پر تشریف لے گئے تو وہ کھجور کا تنا آپ کے فراق میں رونے لگا یہاں تک کہ آپ نے اپنا دست مبارک اس پر رکھا اس سے اس کو سکون ہوا۔ یا رسول اللہ آپ کی امت آپ کے فراق سے رونے کی زیادہ مستحق ہے بہ نسبت اس تنے کے۔ (تاریخ مشائخ چشت)

وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ
إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا

نویں مجلس کی خوشبوئیں

فتح مکہ

۱۰ رمضان المبارک کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دس ہزار صحابہ کو ساتھ لے کر مکہ مکرمہ فتح کرنے کی نیت سے تشریف لے چلے۔ راستہ میں دو ہزار آدمی مزید فوج میں داخل ہوئے۔ اب گویا اس لشکر کی مجموعی تعداد بارہ ہزار تھی ابو سفیان۔ بدیل بن ورقاء۔ حکیم بن حزام خفیہ حالات معلوم کرنے کی غرض سے اسلامی لشکر میں آئے۔ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو گرفتار کر کے دربار نبوی میں پہنچا دیا۔ ان تینوں نے وہاں پہنچ کر ایک بار پھر حلم صبر عفو کا منظر دیکھا۔ طبیعت پر بے حد اثر ہوا اور حق تعالیٰ شانہ نے اسلام قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ۱۸ رمضان کو دن چڑھے مکہ معظمہ میں داخل ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت ایک سانڈنی پر سوار تھے زبان پر سورہ فتح کی آیات تھیں تواضع اور انکساری کی وجہ سے گردن بارگاہ الٰہی میں جھکی ہوئی تھی اور آپ گویا سراپا شکر بن کر مکہ مکرمہ میں داخل ہو رہے تھے۔

غزوہ حنین۔ تکثیر جماعت کا گھمنڈ اور اللہ پاک کی بے نیازی

اسی سال غزوہ حنین پیش آیا۔ واقعہ کی اجمالی تاریخ یہ ہے کہ قبیلہ ہوازن وثقیف کے بدوؤں نے یہ سوچ کر کہ ہم پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم حملہ کریں بہتر یہ ہے کہ ہم ہی آپ پر حملہ کر دیں حنین میں جمع ہوئے اور حملہ کے تمام اسباب مہیا کرنے شروع کر دیئے۔ آپ کو جب اس تیاری کی خبر ملی تو دس ہزار اصل لشکر اور دو ہزار طلقائے مکہ کل بارہ ہزار کی جمعیت کو اپنے ہمراہ لے کر ۶ شوال سنہ ۸ھ میں حنین کے لئے روانہ ہوئے۔

بارہ ہزار کا یہ لشکر اپنی تکثیر جماعت اور کثرت تعداد پر ناز کرتے ہوئے مکہ سے باہر نکلا۔

بعض مسلمانوں کو اپنی کثرت پر اعتماد اور گھمنڈ پیدا ہوا۔ جس کو حق تعالیٰ کی بے نیاز ذات نے پسند نہ فرمایا۔ اس لئے ابتداءً ہزیمت ہوئی اور لشکر اسلام میں انتشار اور خلفشار پیدا ہو گیا۔ بالآخر اللہ جل شانہ نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے اس منتشر مجمع کو پھر جمع کر دیا۔ پھر حضرات صحابہ کرام جم کر لڑے اور کامیابی حاصل کرنے کے بعد طائف کی جانب کوچ فرمایا اور اٹھارہ روز تک اس کا محاصرہ فرمایا اور اعلان فرما دیا کہ جو شخص قلعہ سے باہر نکل جائے وہ آزاد ہے۔ اس اعلان کو سن کر دس سے کچھ زائد آدمی قلعہ کی دیوار پھاند کر باہر نکل آئے۔ کیونکہ مشرکین نے قلعہ کا دروازہ اندر سے بند کر رکھا تھا۔ اٹھارہ روز بعد آپ واپس تشریف لائے اور راستہ میں جعرانہ سے احرام باندھ کر ۲۴ ذیقعدہ کو عمرہ فرماتے ہوئے مدینہ منورہ واپس تشریف لائے۔

غزوہ تبوک

سنہ ۹ ہجری۔ اس سال غزوہ تبوک ہوا۔ یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری غزوہ تھا۔ ۵ رجب روز پنج شنبہ کو آپ مدینہ طیبہ سے چلے تاکہ ہرقل (روم کا بادشاہ) اور جنگ موتہ کے ہارے ہوئے عیسائیوں کا زور توڑ دیں اور ان کا ارادہ جو مدینہ طیبہ پر چڑھائی کا ہے اس کو ختم کر دیں۔ یہ زمانہ سخت گرمی کا تھا مسلمان تنگ دست بھی تھے اور غریب بھی۔ اس لئے بڑی کثرت سے صحابہ کے درمیان چندہ ہوا۔ عورتوں نے اپنے بدن کے زیورات اتار کر دے دیئے۔ اسلامی فوج بیس ہزار کے قریب تھی لیکن رومیوں پر اس کا بڑا اثر ہوا اور بے حد رعب پڑا۔ ان لوگوں نے صلح کی درخواست کی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح فرما کر ان کو امن بخشا۔ اور بیس روز وہاں قیام فرما کر مدینہ منورہ واپس تشریف لے آئے۔ حافظ ابن حجر رحمتہ اللہ علیہ کے قول کے مطابق یہ واپسی شروع رمضان میں ہوئی۔ صاحب مجمع نے دو ماہ قیام فرمانا لکھا ہے اور بعض مورخین نے بیس دن اقرب یہی ہے کہ وہاں کا قیام بیس یوم کا تھا اور پورا سفر دو ماہ میں ہوا۔

اس غزوہ میں جو تین صحابی حضرت کعب بن مالک حضرت ہلال بن امیہ اور حضرت مرارہ بن ربیع رضی اللہ عنہم بلا کسی قوی عذر کے شریک نہ ہو سکے ان میں حضرت کعب کا قصہ احادیث میں

کثرت سے آتا ہے وہ اپنی سرگزشت بڑی تفصیل سے سنایا کرتے تھے۔

حضرت کعب بن مالک جب کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے ان کا بائیکاٹ کروایا ہوا تھا کہ کوئی ان سے بات نہیں کرتا تھا ان کی بیوی بھی ان سے جدا کروا دی تھی غرض زمین ان پر اپنی وسعت کے باوجود تنگ تھی اس حالت میں ان کے پاس شاہ غسان کا خط آیا کہ تمہارے سردار نے تم کو ذلیل کر رکھا ہے تم ہمارے پاس چلے آؤ ہم تم کو عزت دیں گے ان کو خط پڑھ کر اتنا رنج ہوا کہ خط کو سامنے تنور میں ڈالدیا اور زبان حال سے فرمایا۔

تیرے مہر نالوں انہاں دا قہر چنگا

جنہاں ڈبیاں بیڑیاں تاریاں نے (پنجابی)

منافقین کی مسجد کو آگ لگوا دینا

سفر سے واپس ہوتے وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد ضرار کو آگ لگوا دی۔ یہ دراصل نام کی مسجد تھی جو منافقین نے مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرنے کے لئے بنائی تھی۔

اس سال پہلی مرتبہ پہلا اسلامی حج ادا کیا گیا اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ماتحتی میں تین سو مسلمانوں کا دستہ انتظام و انصرام کی غرض سے روانہ ہوا اور ان کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ذریعہ حج کے موقعہ پر کفار سے براءت کا اعلان کرایا گیا جو سورۂ براءت میں مذکور ہے۔

رئیس المنافقین عبد اللہ بن ابی سلول کی موت

اسی سال ماہ ذیقعدہ میں عبد اللہ بن ابی بن سلول رئیس المنافقین کا انتقال ہوا۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طبعی رحم و کرم اور فطری شرافت و نجابت کی بناء پر اس کو اپنا کرتہ مرحمت فرمایا اور تجہیز و تکفین میں شریک ہوئے۔ یہاں تک کہ جنازہ کی نماز پڑھانے کی غرض سے آگے بھی بڑھ گئے اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جوش آگیا۔ اور آپ کی چادر مبارک پکڑ لی۔ اور نماز پڑھانے سے منع کیا اور عرض کیا کہ آپ ایک ایسے منافق کی نماز جنازہ پڑھاتے ہیں جس کے بارے میں حق تعالیٰ فرماتے ہیں

﴿اسْتَغْفِرْ لَهُمْ أَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ إِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِينَ مَرَّةً فَلَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ﴾.

ترجمہ: یعنی آپ چاہے منافقین کے لئے ستر مرتبہ بھی استغفار کریں خدا ان کو نہیں بخشے گا حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی رافتہ اور رحمتہ للعالمین ذات نے جواب دیا کہ خدا نے مجھے استغفار سے منع نہیں کیا اور اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ ستر مرتبہ سے زائد استغفار کرنے سے ان کی مغفرت ہو گی تو میں زیادہ استغفار کروں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ جواب سن کر خاموش ہو گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نماز جنازہ پڑھی۔

کافر کی نماز جنازہ میں شرکت کی ممانعت

جس پر آیت شریفہ ﴿وَلَا تُصَلِّ عَلٰى أَحَدٍ مِّنْهُم مَّاتَ أَبَداً وَلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهِ﴾.
نازل ہوئی اور ہمیشہ کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ کے توسط سے آپ کی امت کو کسی کافر کی نماز جنازہ اور اس میں شرکت سے قطعی طور پر منع کر دیا گیا۔

شاہ حبشہ نجاشی کا انتقال بھی اسی سال ہوا جس کی اطلاع آپ کو بذریعہ وحی دی گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو جمع فرما کر ان کی نماز جنازہ غائبانہ طور پر پڑھی۔

(ف) حنفیہ کے نزدیک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا غائبانہ نماز جنازہ پڑھنا انہی کے ساتھ مخصوص تھا۔ تفصیل کے لئے مراجعت کر لی جائے۔

اسی سال حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا۔

حجتہ الوداع

سنہ ۱۰ ہجری۔ یہ سال نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حجتہ الوداع کا سال ہے حجتہ الوداع کا ترجمہ ہے رخصتی حج۔ کیونکہ اس حج کے تین ماہ بعد آپ انتقال فرما گئے تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پچیس ذیقعدہ بروز شنبہ بعد ظہر مدینہ منورہ سے چل کر چار ذی الحجہ کو مکہ مکرمہ میں قیام پذیر ہوئے۔ ایک لاکھ سے زائد صحابہ رضی اللہ عنہم آپ کے ہمرکاب تھے۔ حج کے موقعہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی تقریریں فرمائیں۔ سب کا حاصل یہی تھا کہ مسئلے مسائل اچھی طرح یاد کر لو بہت ممکن ہے کہ آئندہ میں اور تم یہاں اکٹھے نہ ہو سکیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نصائح

چنانچہ فرمایا کہ تمہارا خون تمہارا مال تمہاری عزت یہ ساری چیزیں ایک دوسرے پر اسی طرح حرام ہیں۔ جیسے آج کے دن اس شہر مکہ میں اور اس مہینہ میں حرام سمجھتے ہو فرمایا۔ عنقریب (مرنے کے بعد) تم سب کو خدا کے دربار میں حاضر ہونا ہے یاد رکھو وہاں تم سے تمہارے اعمال کے متعلق سوال ہو گا۔ فرمایا۔ زمانہ جاہلیت کے تمام طور و طریق پیروں سے کچل دیئے گئے۔ فرمایا۔ زمانہ جاہلیت کے خونوں کا مطالبہ آئندہ نہ کیا جاوے۔ فرمایا۔ جس قدر سودی روپیہ لوگوں کے ذمہ تھا وہ سب معاف ہے اور آئندہ کے لئے بھی بالکل معاف کر دیا گیا۔ فرمایا۔ میرے بعد کفر نہ اختیار کر لینا کہ ایک دوسرے کی گردن کاٹتے پھرنے لگو۔ فرمایا۔ کتاب اللہ کے موافق جو تم پر حکومت کرے اس کی فرمانبرداری کرنا۔ تمام عبادتیں نماز. روزہ. اور وہ لوگ جن کو تم امیر بناؤ ان کی اطاعت کرتے رہنا۔ فرمایا۔ عورتوں کے معاملہ میں خدا سے ڈرنا ان کے حقوق پورے پورے ادا کرتے رہنا۔ فرمایا۔ میں دو چیزیں تم میں چھوڑ کر جا رہا ہوں ایک اللہ کی کتاب یعنی قرآن مجید۔ دوسرے میرا طریقہ۔ یہ تمام باتیں ارشاد فرما کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگو قیامت کے دن تم سے میرے متعلق سوال ہو گا تو کیا جواب دو گے۔ سب نے عرض کیا کہ ہم اس بات کی شہادت دیں گے کہ آپ نے اللہ کے تمام احکامات ہم تک پہنچا دیئے اس کے بعد آپ نے آسمان کی جانب انگلی اٹھاتے ہوئے فرمایا۔ اے اللہ تو گواہ رہنا۔ اے خدا گواہ رہ۔

سو اونٹوں کی قربانی اور اونٹوں کا ایک دوسرے سے پہلے امنڈ کر آنا

قربانی کے موقعہ پر آپ نے سو اونٹوں کی قربانی کی۔ اس طرح سے کہ تریسٹھ اونٹ خود اپنے دست مبارک سے ذبح کئے۔ جن میں سے سات اونٹ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں پر قربان ہونے کے لئے امنڈ کر آئے جس کی ترجمانی اس شعر سے بخوبی ہوتی ہے۔

؎ داغ جاتے تو ہیں مقتل میں پر اول سب سے
دیکھئے وار کرے وہ شرف آرا کس پر

اور سینتیس اونٹ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ذبح کئے۔

قرب وصال کی خبر

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے کا مقصد جب پورا ہو گیا اور دین اسلام ہر جگہ پھیل گیا اس کے ماننے والے ہر جگہ ہو گئے تو حق تعالیٰ شانہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے پاس بلانے کا ارادہ فرمایا۔ بعض علماء کا کہنا ہے کہ اسی حج کے دوران اذا جاء نصر اللہ والفتح نازل ہوئی جس سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قرب وصال کا اندازہ فرمالیا تھا۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک موقعہ پر مشائخ مکہ سے اس سورت کے شان نزول کو امتحاناً دریافت کیا تو حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے یہی جواب دیا کہ اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب وصال کی خبر دی گئی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرا بھی یہی خیال ہے اس کے علاوہ اور بھی بعض قرائن سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی زندگی کے قرب اختتام کی اطلاع ہو چکی تھی۔ چنانچہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے مجمع میں ایک روز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اللہ نے اپنے ایک بندہ کو اختیار دیا ہے کہ چاہے تو وہ دنیا میں رہ لے یا خدا کے یہاں رہنا پسند کر لے۔ سو اس بندے نے خدا کے یہاں رہنا ہی پسند کر لیا۔ اس جملہ سے آپ کا مقصد اپنے انتقال کے قرب کو بتلانا تھا جسے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فوراً سمجھ گئے اور رو کر عرض کیا۔ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں یہ آپ کیا فرما رہے ہیں۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی ذہانت اور بات کی تہہ تک پہنچ جانے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے۔

صدیق اکبر کی خلافت بلا فصل کی طرف اشارہ

اور فرمایا کہ میں کسی انسان کو اگر دوست بناتا تو وہ ابو بکر ہوتے۔ لیکن ابو بکر میرے دینی بھائی ہیں۔ یہ فرما کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ابو بکر صدیقؓ کے مکان کی کھڑکی کے علاوہ باقی تمام کھڑکیاں جو مسجد کی طرف کھلتی ہیں بند کر دی جائیں۔ علماء نے لکھا ہے کہ اس حکم سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کی طرف اشارہ ہے۔

مرض کی ابتداء

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض کی ابتداء اس طرح ہوئی کہ اولاً آپ کے سر

مبارک میں درد شروع ہوا پھر بخار بڑی شدت کے ساتھ چڑھ گیا۔ اس دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں تھا۔ آپ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا اور دوسری بیویوں سے اجازت لے کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مکان میں منتقل ہو گئے ان ایام میں بھی نمازوں کی ادائیگی کے لئے مسجد میں تشریف لاتے رہے لیکن جب مسجد میں آنے سے تکلیف ہونے لگی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہلوایا کہ وہ امامت کریں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ابو بکر بڑے رقیق القلب ہیں آپ کی جگہ خالی نہ دیکھ پائیں گے۔ لہٰذا یہ خدمت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیجئے کہ وہ قوی القلب ہیں۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے بھی اس کی تائید کی جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کو ڈانٹا اور فرمایا اللہ اور مسلمان ابو بکر کے علاوہ کسی اور کو قبول نہیں کریں گے لہٰذا ابو بکر سے کہو کہ وہ نماز پڑھائیں۔

صدیق اکبر کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں نمازوں کی امامت کرانا

چنانچہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے آپ کی حیات میں سترہ وقت کی نماز پڑھائی ان میں ایک نماز کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض میں کچھ خفت (کمی) محسوس فرمائی اور تشریف لا کر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے برابر میں بیٹھے۔ بندہ[1] کے خیال میں یہ شنبہ کے دن ظہر کی نماز کا وقت تھا۔ اس دوران آپ کو معلوم ہوا کہ انصار و مہاجرین آپ کے فراق میں رو رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس یاد آتی ہے آپ بھلا روحانی باپ ہو کر کیسے ان کا رنج و غم میں رہنا گوارا کر سکتے تھے۔

آخری وعظ اور صحابہ کو تسلی دینا

اس لئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ کے کاندھوں پر سہارا دے کر تشریف لائے کیونکہ ضعف و تکلیف کی وجہ سے خود چلنا مشکل تھا، مسجد میں تشریف لا کر منبر کی پہلی سیڑھی پر رونق افروز ہوئے اور ایک مختصر سا وعظ فرمایا۔ جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو بہت سی نصیحتیں فرمائیں۔ فرمایا۔ میں نے سنا ہے کہ تم

---

[1] قطب الاقطاب حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا نور اللہ مرقدہ

اپنے نبی کی موت کے تصور سے گھبرا رہے ہو کیا کبھی کوئی نبی یا رسول ہمیشہ ہمیشہ دنیا میں رہا ہے جو میں بھی ہمیشہ رہوں۔ یقیناً میں اب خدا سے ملنے والا ہوں اور تم بھی تھوڑی سی مدت کے بعد مجھ سے آملو گے۔ یاد رکھو! میں پہلے جا رہا ہوں اور تم مجھ سے بعد میں آکر ملو گے اور تم سے اب حوض کوثر پر ملاقات ہو گی۔ دیکھو جو مجھ سے حوض کوثر پر ملاقات کرنا چاہے اس کو چاہئے کہ اپنا ہاتھ اور اپنی زبان غلط جگہ استعمال نہ کرے۔ دیکھو اگر آدمی اچھے ہوتے ہیں تو ان کا بادشاہ بھی اچھا ہوتا ہے اور اگر آدمی برے ہوتے ہیں تو ان کا بادشاہ بھی برا ہوتا ہے۔ میں انصار کو مہاجرین سے اور مہاجرین کو انصار سے اچھے برتاؤ اور نیک سلوک کی وصیت کرتا ہوں۔

آخری نظارہ

یہ فرما کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں تشریف لے گئے اس کے بعد پھر ایک مرتبہ آپ نے صبح کی نماز میں حجرہ شریفہ کا پردہ اٹھا کر صحابہ کرام کو آخری مرتبہ ملاحظہ فرمایا۔ جسے دیکھ کر حضرات صحابہ کرام از خود رفتہ ہو گئے۔ قریب تھا کہ یہ حضرات نماز ہی میں آپ کی طرف متوجہ ہو جائیں مگر آپ نے ان کو اشارہ سے منع فرما دیا اور حجرہ شریفہ کا پردہ گرا دیا۔ یہ واقعہ ۱۲ ربیع الاول کا ہے۔ اسی روز حضرت عائشہ نے دیکھا کہ نگاہیں آسمان کی جانب متوجہ ہیں اور زبان مبارک پر "اللھم الرفیق الاعلی" جاری ہے یعنی "اے اللہ اے بہترین رفیق" سمجھ گئیں کہ انتقال کا وقت قریب ہے چنانچہ تھوڑی دیر بعد آپ رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

انتقال کی خبر بجلی کی طرح پھیل گئی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین جن کے قلوب آپ کی محبت اور مودت سے لبریز تھے ان کو اس حادثہ کا یقین ہی نہ آتا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسا بہادر اور مضبوط دل کا آدمی بھی اس حادثہ سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا اور تلوار کھینچ کر کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ جو شخص یہ کہے گا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا میں اس کی گردن اڑا دوں گا۔

وفات شریفہ کا یقین دلانا اور نصیحت کرنا

اس موقع پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا وجود ہی ایسا تھا جو تمام صحابہ کو دلاسا دیئے

ہوئے تھا یہ منظر دیکھ کر آپ مسجد میں تشریف لے گئے اور تقریر فرمائی۔ صحابہ کرام کو اس حادثہ پر تسلی دیتے ہوئے فرمایا۔ لوگو! جو شخص حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا ہو وہ سمجھ لے کہ آپ کا وصال ہو گیا اور جو شخص اللہ کی عبادت کرتا ہو تو اس کو یقین کر لینا چاہئے کہ وہ زندہ ہے اور ہمیشہ زندہ رہے گا اس کے بعد آیت کریمہ "وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل" (الآیہ) دلیل کے طور پر صحابہ کو سنائی اس تقریر کے بعد صحابہ رضی اللہ عنہم کو آپ کی وفات کا یقین ہو گیا اس کے بعد آپ کو غسل دے کر جنازہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی کے حجرہ میں رکھ دیا گیا۔ صحابہ گروہ در گروہ ہو کر آتے رہے اور نماز پڑھتے رہے راجح قول کے موافق شب چہار شنبہ میں اسی حجرہ شریفہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری آرام گاہ بنا دیا گیا۔

«صَلَّى اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی عَلَیهِ وَعَلٰی آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وأَزْوَاجِهِ وَسَلَّمَ تَسْلِیْماً کَثِیْراً کَثِیْراً». (تاریخ مشائخ چشت)

وفات شریف سے آپ اور آپ کی امت پر نعمت و رحمت الٰہیہ کا تام ہونا

ہر چند کہ یہ واقعہ طبعاً و فطرتاً ایسا جاں فرسا و ہوش ربا ہے کہ اس کی نظیر دوسرا واقعہ ہوا اور نہ ہو گا۔ مگر آپ کی شان رحمتہ اللعالمین ہونے کی ایسی مطلق ہے کہ اس واقعہ میں بھی اس کا ظہور بدرجہ اتم ہوا یعنی یہ وفات بھی امت کے لئے مظہر رحمت الٰہیہ ہوئی اور جب آپ سبب رحمت ہیں تو خود کس درجہ مورد رحمت ہوں گے تو یہ وفات خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی نعمت عظمٰی ہوئی چنانچہ شرعاً و نصاً روایات ذیل سے یہ دونوں دعوے ثابت ہیں اس لئے عقلاً بھی یہ دلائل فضائل سے ہوئی چنانچہ اسی حیثیت سے یہاں اس کا مختصر بیان کیا جاتا ہے ورنہ خوشی میں غم کا کیا ذکر۔

پہلی روایت۔ طبرانی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ جب سورہ اذا جاء نصر اللہ نازل کی گئی تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل علیہ السلام سے فرمایا کہ مجھ کو میری موت کی خبر (اشارۃ) سنائی گئی ہے تو جبرئیل علیہ السلام نے جواب دیا "وللاخرۃ خیر لک من الاولیٰ" یعنی آخرت آپ کے لئے دنیا سے زیادہ بہتر (اور نافع) ہے۔

ف۔ اس میں تصریح ہے کہ ملاء اعلیٰ کا سفر آپ کے لئے زیادہ نافع ہے کہ اس میں قرب بلا حجاب ہے حق تعالیٰ کا۔ اور سرور اتم ہے اپنے مقام کی نعمتوں کے مشاہدہ کا۔

دوسری روایت۔ بخاری و مسلم نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (مرض وفات میں) منبر پر بیٹھے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک بندہ کو دنیا کی زیب و زینت اور اپنے پاس کی چیزوں کے درمیان میں اختیار دیا اور اس بندہ نے خدا تعالیٰ کے پاس کی چیزوں کو ترجیح دی تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ رونے لگے تو (ہم لوگوں کی سمجھ میں بعد میں آیا کہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی مراد تھے اس بندہ سے جس کو اختیار دیا گیا جس کو ابو بکر رضی اللہ عنہ سمجھ گئے۔

ف۔ اس سے بھی نصاً ثابت ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آخرت کے سفر کو پسند کیا اور ظاہر ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پسند کافی دلیل ہے آخرت کے خیر ہونے کی۔

تیسری روایت۔ شیخین رضی اللہ عنہما نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ ہر نبی کو مرض میں اختیار دیا جاتا ہے کہ دنیا میں رہیں یا آخرت میں اور آپ کو مرض وفات میں کھانسی اٹھتی تھی اور یوں فرماتے تھے۔

﴿مَعَ الَّذِيْنَ أَنْعَمَ اللهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّيْنَ وَالصِّدِّيقِيْنَ وَالشُّهَدَاءِ والصّٰلِحِيْنَ. . .﴾ الآية.

یعنی ان لوگوں کے ساتھ (رہنا چاہتا ہوں) جن پر آپ نے انعام فرمایا ہے کہ وہ نبی ہیں اور صدیق ہیں اور شہید ہیں اور صالحیں پس مجھ کو یقین ہو گیا کہ آپ کو اختیار دیا گیا ہے (جس پر آپ نے آخرت کو اختیار فرمایا) یہ بھی دعویٰ مقصود میں نص ہے۔

چوتھی روایت۔ شیخین رضی اللہ عنہما نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحت میں فرمایا کرتے تھے کہ جس نبی کی وفات ہوتی ہے اس کا مقام جنت میں رہنے کا دکھلا کر اختیار دے دیا جاتا ہے جب آپ پر مرض کی شدت ہوئی تو اوپر نگاہ اٹھا کر فرماتے تھے "اللّٰھم الرفیق الاعلیٰ" یعنی اے اللہ عالم بالا کے رفقاء کو اختیار کرتا ہوں اور صحیح ابن حبان میں رفیق اعلیٰ کے بعد یہ زیادت بھی مرفوعاً وارد ہے۔ مع جبرئیل و میکائیل و اسرافیل۔

ف۔ یہ بھی مثال احادیث بالا کے مقصود میں صریح ہے۔

پانچویں روایت۔ بیہقی کی ایک طویل حدیث میں ہے کہ حضرت ملک الموت نے عرض کیا کہ حق تعالیٰ نے مجھ کو بھیجا ہے اگر آپ فرمائیں تو روح قبض کروں اور اگر آپ فرمائیں تو چھوڑ دوں مجھ کو حکم ہے کہ آپ کے حکم کی اطاعت کروں آپ نے جبرئیل علیہ السلام کی طرف دیکھا جبرئیل علیہ

السلام نے کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ آپ کی لقاء کا مشتاق ہے آپ نے ملک الموت کو قبض روح کی اجازت دی۔

چھٹی روایت۔ امام مسلم رحمتہ اللہ علیہ نے ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ جب اپنے بندوں میں سے کسی امت پر رحمت کرنے کا ارادہ فرماتے ہیں تو اس امت کے پیغمبر کو امت سے پہلے وفات دے دیتے ہیں اور اس پیغمبر کو اس امت کے لئے بطور میر ساماں اور سلف کے آگے بھیج دیتے ہیں اور جب کسی امت کی ہلاکت کا ارادہ کرتے ہیں تو پیغمبر کے زندہ رہتے ہوئے اس کو سزا دیتے ہیں اور اس کو ہلاک کر دیتے ہیں اور وہ پیغمبر دیکھتا ہوتا ہے سو اس کے ہلاک ہونے سے اس پیغمبر کی آنکھیں ٹھنڈی کرتے ہیں چونکہ ان لوگوں نے اس پیغمبر کی تکذیب اور نافرمانی کی تھی۔

ف۔ اس حدیث سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر آخرت کا امت کے حق میں علامت رحمت ہونا معلوم ہوا جیسے پہلی روایات میں خود آپ کے حق میں اتم نعمت ہونا ثابت ہوا تھا۔

ساتویں روایت۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس حدیث میں جس میں آپ ان لوگوں کا ثواب بیان فرما رہے تھے جن کی اولاد بچپن میں مر جاتی ہے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا کہ جس کا کوئی بچہ آگے نہ گیا ہو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی امت کے لئے میں آگے جاتا ہوں کیونکہ میری وفات کے برابر ان پر کوئی مصیبت ہی نہ ہوگی روایت کیا ترمذی نے۔

ف۔ اس حدیث سے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی ایک حکمت امت کے لئے معلوم ہوئی کہ اس پر صبر کرنے سے ثواب عظیم کے مستحق ہوئے۔
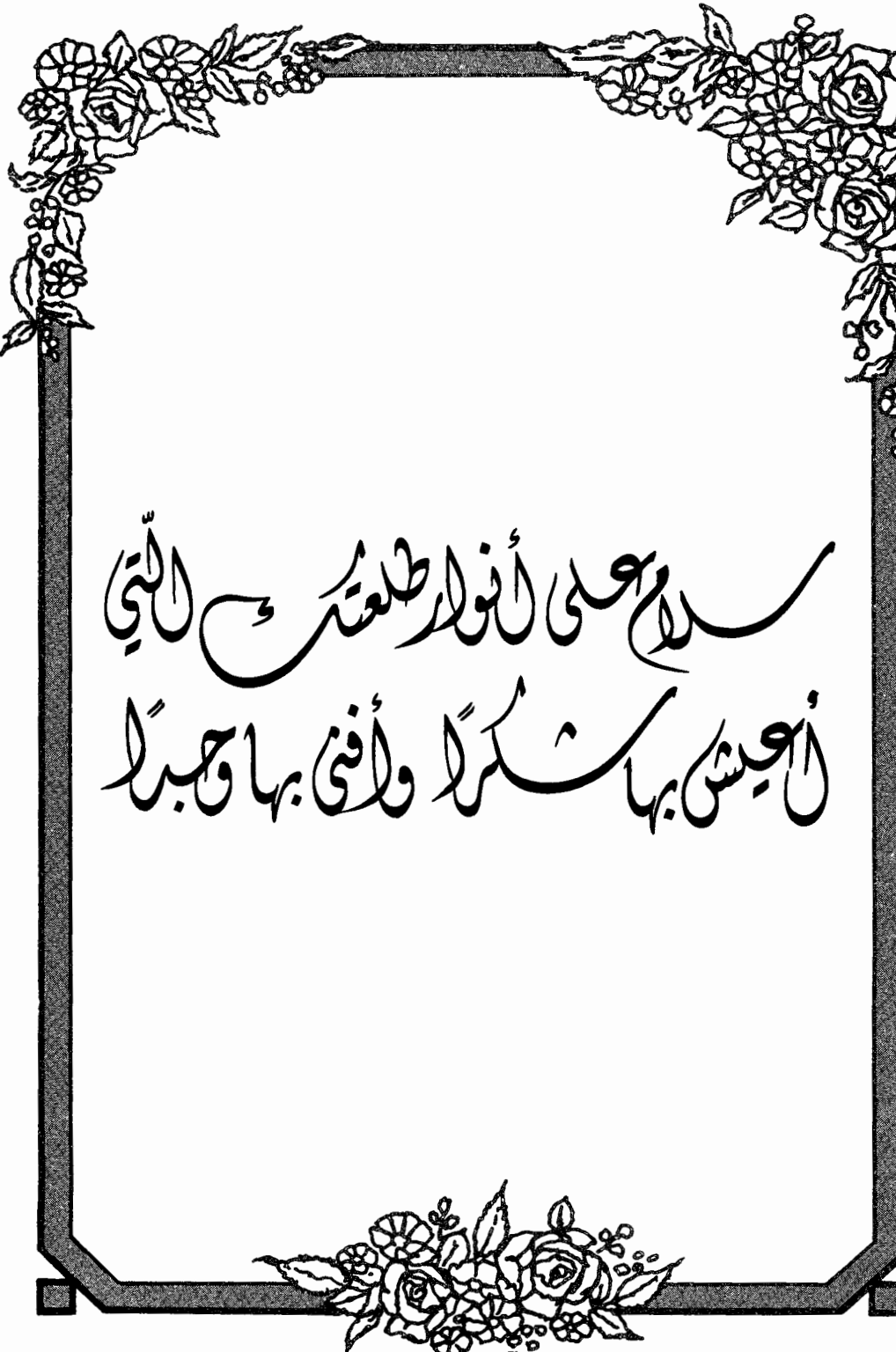
آٹھویں روایت۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے اپنی وفات کے بعد اپنے اصحاب (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کے اختلاف کے متعلق پوچھا ارشاد ہوا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کے اصحاب (رضوان اللہ علیہم اجمعین) میرے نزدیک بہ منزلہ ستاروں کے ہیں کہ کوئی کسی سے زیادہ قوی ہوتا ہے مگر نور سب میں ہے سو جو شخص ان کے اختلاف کی جس شق کو لے لے گا وہ میرے نزدیک ہدایت پر ہے۔ (یہ اختلاف قرآن و سنت سے مسائل نکالنے کے جزئی طریقوں

میں اختلاف کی وجہ سے ہے جس میں ہر مجتہد کا قصد دلیل شرعی کا اتباع ہے سو یہ) رحمت ہے کہ اس میں امت کو سہولت ہے اور ظاہر ہے کہ یہ اختلاف موقوف ہے اجتہاد پر اور اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف رکھتے ہوتے تو ہر واقعہ میں نص حاصل ہو سکتی تھی اجتہاد کا باب کیسے واسع ہوتا اور یہ سہولت کیسے ظاہر ہوتی۔

(ان روایتوں سے) امت کے حق میں اس کی رحمت ہونے کی وجوہ ثابت ہوتی ہیں لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ واقعہ کسی حیثیت سے بھی مصیبت نہیں ہے اول تو خود روایات بالا میں بعض حکمتیں خود مصیبت ہونے پر ہی متفرع ہیں دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم جو بعد انبیاء علیہم السلام کے اکمل البشر ہیں عملاً" بھی قولاً بھی ان سے اضطراب کے اقوال و افعال صادر نہ ہوتے اور وہ تو بشر تھے ملائکہ تک سے تاسف اور بکاء ثابت ہے چنانچہ بیہقی کی روایت میں ہے کہ آپ کے اخیر وقت میں جبرئیل علیہ السلام نے کہا"ہذا اخر لوطی من الارض" یعنی یہ میرا آخری آنا ہے زمین پر یعنی وحی لے کر اس کے سیاق سے تاسف ظاہر ہے اور ابو نعیم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب روح قبض ہوئی تو ملک الموت روتے ہوئے آسمان کو چڑھے اور میں نے آسمان سے آواز سنی "وامحمداہ" اس سے بکاء عزرائیل علیہ السلام کا ثابت ہے۔

اور ابن ابی الدنیا نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت خضر علیہ السلام کا تعزیت کے لئے اصحاب رضی اللہ عنہم کے پاس آنا اور ان کا رونا روایت کیا ہے اگر خضر علیہ السلام پیغمبر ہوں اور اہل حق کے نزدیک پیغمبر ملائکہ سے افضل ہوتے ہیں تو ان کا رونا ملائکہ کے رونے سے بھی زیادہ عجیب ہے اور دلیل ہے اس کے مصیبت ہونے کی تیسرے روایات میں مصیبت ہونے کی وجوہ کی تصریح بھی ہے چنانچہ مرفوع حدیث میں مسلم نے ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں اپنے اصحاب کے لئے سبب امن ہوں جب چلا جاؤں گا تو موعودہ بلائیں (فتن و حروب) ان پر آویں گی اور میرے اصحاب میری امت کے لئے سبب امن ہیں جب میرے اصحاب چلے جاویں گے تو موعودہ بلائیں (بدعات و شرور) امت پر آویں گی

(نشر الطیب)

سلام على أنوار طلعتك التي
أعيش بها شكرًا وأفنى بها وجدًا

دسویں مجلس کی خوشبوئیں

روضہ اطہر کی زیارت کا مختصر بیان

قبر شریف کی زیارت میں صحیح حدیثیں آئی ہیں چنانچہ دارقطنی نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "من زار قبری وجبت لہ شفاعتی" اور عبد الحق نے اپنے احکام وسطیٰ و صغریٰ میں اس کو روایت کرکے اس سے سکوت کیا اور ان کا سکوت (بوجہ اس التزام کے) دلیل ہے اس کی صحت پر اور معجم کبیر طبرانی میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

مَنْ جَاءَنِيْ زَائِراً لَا تَحْمِلُه حَاجَة إلَّا زِيَارَتِي
كَانَ حَقّاً عَلَيَّ أَنْ أَكُوْنَ شَفِيْعاً لَه يَوْمَ الْقِيَامَةِ

اس کو ابن السَّکن نے صحیح کہا ہے اور متکلم فیہ حدیثیں اس باب میں کثیر ہیں اور تعدد طرق وتقوّی بأحادیث صحیحہ مذکورہ سابقہ ان کے ضعف کا جابر ہو سکتا ہے یہ تو فتویٰ استدلال تھا اور ذوق اس فتویٰ کو یہ کہہ کر قوی کرتا ہے۔

عَلَيَّ بِرَبْعِ الْعَامِرِيَّةِ وَقْفَة ۔۔۔ لِيُمْلِيْ عَلَيَّ الشَّوْقُ والدَّمْعُ كَاتِب
وَمِنْ مُذْهَبِيْ حُبُّ الدِّيَارِ لِأَهْلِهَا ۔۔۔ وَلِلناسِ فِيْمَا يَعْشَقُوْنَ مَذَاهِب

ترجمہ: ۔ لیلیٰ عامریہ کی منزل پر کچھ توقف کرنا مجھ پر لازم ہے تاکہ شوق مجھ کو مضمون لکھوائے اور آنسو لکھنے والا ہو۔

۔ اور میرا مذہب ہے گھروں سے محبت کرنا گھر والوں کے علاقہ سے اور لوگوں کے اپنی محبوب چیزوں کے باب میں مختلف مذاہب ہیں۔

اور ایک حدیث میں جو وارد ہے "لاتشد الرحال الاالیٰ ثلثۃ مساجد" وہ سفرالی القبرالشریف

کی نہی پر دلالت نہیں کرتی کیونکہ اس حدیث سے استدلال نحوی قاعدہ کے اعتبار سے صحیح نہیں ہے کیونکہ یہاں پر مستثنیٰ (مساجد) تو مذکور ہے۔ مگر جس سے استثنا کیا گیا ہے وہ محذوف ہے. لفظوں میں مذکور نہیں۔ قاعدہ کے اعتبار سے یہ بات واضح ہے کہ جس قسم کا مستثنیٰ ہے اسی کے مناسب مستثنیٰ منہ (جس سے استثنا کیا گیا ہے) مانا جائے گا، اور یہاں ثلاثہ مساجد مستثنیٰ ہے۔ تو ظاہر ہے کہ تین مسجدوں کو اور بقیہ مساجد سے علیحدہ کیا گیا ہے. یعنی اور کسی مسجد کی طرف زیادتی ثواب کی نیت سے سفر نہ کیا جائے، سوائے ان تین مساجد کے (کیونکہ ان میں اور مساجد کی بہ نسبت زیادہ ثواب ہے)

اور اگر اس حدیث کو دیکھا جائے جو حضرت مفتی صدر الدین صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ "منتھی المقال" میں مسند احمد سے بروایت حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نقل کی ہے تو بات اور بھی صاف ہو جاتی ہے، کیونکہ اس میں مستثنیٰ منہ کی تصریح ہے۔ اور وہ یوں ہے:

قَالَ: عَن أَبِيْ سَعِيْدِ الخُدْرِيِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلّٰی اللّٰه تَعالٰی عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ: «لَا يَنْبَغِيْ لِلْمُصَلِّي أَنْ يَشُدَّ رِحَالَه إِلَی مَسْجِدٍ يَنْبَغِيْ فِيْهِ الصَّلَاةُ غَيْرِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ، وَالْمَسْجِدِ الْأَقْصَی وَمَسْجِدِيْ هٰذَا».

یعنی ان تین مساجد کے علاوہ دوسری کی طرف جس میں زیادتی ثواب کا وعدہ نہیں ہے اس نیت سے سفر کرنا کہ وہاں زیادہ ثواب ہو گا جائز نہیں ہے، کیونکہ اس کو شریعت میں بیان نہیں کیا گیا ہے۔

پھر ایک اور حدیث میں جو "زوروا القبور" وارد ہے وہ بھی عام ہے کہ سفر کر کے جائے یا بغیر سفر کر کے قریب کے مقابر و مزارات کی زیارت کرے، البتہ یہ ضرور ہے کہ دوسرے مفاسد لازم نہ آئیں "معجم کبیر للطبرانی" میں یہ حدیث ہے"

«مَنْ جَاءَنِي زَائِراً لَا تَحْمِلُهُ حَاجَة إِلَّا زِيَارَتِيْ كَانَ حَقّاً عَلَيَّ أَنْ أكُوْنَ شَفِيْعاً لَهُ يَوْمَ القِيَامَةِ».

"یعنی جو صرف اور صرف میری زیارت ہی کی نیت سے آوے میں اس کا قیامت میں شفیع ہوں گا" اس حدیث کو ابن السکن نے صحیح کہا ہے، اس حدیث سے تو محض زیارت کے لئے سفر صراحۃً ثابت ہو گیا۔

بلکہ امام لغت و حدیث صاحب قاموس اور حافظ ابن حجر کے استاد شیخ الاسلام مجد الدین فیروز آبادی متوفی سنہ ۸۱۷ ہجری نے اپنی کتاب "الصلات و البشر" میں ص ۱۵۲ پر اسی حدیث سے زیارت کی نیت سے سفر کرنے کے استحباب کو ثابت کیا ہے. وہ فرماتے ہیں کہ دو وجہ سے یہ حدیث استحباب زیارت کی دلیل ہے. اول یہ کہ موضع قبر نبوی تمام دنیا میں سب سے افضل جگہ ہے، اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم سب سے افضل ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی حیات کے علاوہ کسی اور کی حیات کی قسم نہیں کھائی۔ اور دوسرے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے آپ پر ایمان اور آپ کی مدد کا پختہ عہد لیا ہے.۔ جیسا کہ "واذ اخذ اللہ میثاق النبیین" آل عمران آیت نمبر ۸۱ میں ہے اور آپ کو تمام انبیاء علیہم السلام پر شرف فضیلت عطا کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ختم نبوت سے مکرم فرمایا اور علیّین میں آپ کے درجہ کو بلند فرمایا.
جب یہ بات ثابت ہو گئی کہ آپ تمام مخلوق میں سب سے افضل ہیں، اور آپ کی تربت تمام روئے زمین میں سب سے افضل ہے تو آپ کی تربت کی زیارت کے لئے سفر بھی بطریق اولیٰ مستحب ہوا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ مسجد نبوی کے لئے تو سفر مستحب ہو اور مومن خالص کے قلب میں آپ کی نیت نہ ہو اس کا تو کسی مومن خالص سے تصور بھی نہیں ہو سکتا. اسی طرح جو زیارت کی نیت سے سفر کرے اس سے زیارت مسجد کی نیت الگ نہیں ہو سکتی ۔
یہ تو ظاہر ہے کہ ان تین مساجد کی طرف سفر کی اجازت اور استحباب ان مساجد کے ثواب کی زیادتی کی وجہ سے ہے۔ کہ مسجد حرام میں نماز پڑھنے کا ثواب ایک لاکھ گنا ہے اور مسجد نبوی میں بروایت بخاری ایک ہزار ہے تو جو حضرات مسجد حرام میں پہنچ گئے اور ان کے راستے میں مدینہ منورہ بھی نہیں آتا۔ تواب جو مسجد نبوی کا سفر کریں گے ان کا سفر لاکھ گنا ثواب چھوڑ کر ایک ہزار یعنی سو گنا کم ثواب کے لئے ہو گا۔ ظاہر ہے کہ اتنے بڑے نقصان کے لئے کوئی مشقت نہیں کرتا۔ اور حال یہ ہے کہ حج کے بعد ہر خیال کے حضرات مدینہ منورہ کا سفر کرتے ہیں۔ تو ضرور ان کے قلوب میں مسجد نبوی کے علاوہ کوئی دوسرا عظیم مقصد ہے۔
کسی بات کے کرنے کے خیال کا قلب میں ہونے کو نیت کہتے ہیں۔ اور امام حافظ ابن قیم رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ۔ "قلب مومن میں اللہ تعالیٰ کی توحید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ایسے لکھے ہوئے ہیں جو کبھی مٹ ہی نہیں سکتے۔"

روضہ اقدس کے مسجد میں ہونے کا علم ہو پھر مسجد شریف کے اندر داخل ہونے تک دل میں زیارت کی نیت نہ ہو یہ بات مومن خالص سے محال ہے اور ایمان کے ہوتے ہوئے سمجھ سے بالاتر ہے۔

نیز بہت سی احادیث میں دوستوں اور دینی بھائیوں کی زیارت کی فضیلت آئی ہے. تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی زیارت تو سب سے اولیٰ ہو گی۔

اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قصہ تو مشہور ہی ہے کہ خواب میں زیارت ہوئی جس میں زیارت نہ کرنے کا شکوہ تھا، تو شام سے زیارت ہی کی نیت سے شد رحال فرمایا. (اس واقعہ کی تفصیل آگے آ رہی ہے) اور اس پر اس زمانہ کے کسی صحابی نے انکار بھی نہیں فرمایا۔ یہ واضح رہے کہ ہمارا استدلال خواب سے نہیں بلکہ صحابی کے عمل سے ہے۔

الامام المحدث شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمتہ اللہ علیہ جنہوں نے جامعہ مظاہر العلوم میں نصف صدی حدیث پاک کا درس دیا۔ پچیس مرتبہ بخاری شریف پڑھائی۔ بخاری شریف کی شرح لامع الدراری تراجم بخاری اور شرح موطا امام مالک او جز المسالک اور دیگر کتب حدیث کی شروح لکھیں اور وہ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمتہ اللہ علیہ کی بلندی شان کے معترف ہیں۔ وہ اپنی فضائل کی کتاب میں فرماتے ہیں کہ جمہور علماء کے نزدیک اس حدیث شریف کا یہ مطلب ہرگز نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ ان تین مساجد کے علاوہ کسی اور مسجد کے ارادہ سے سفر نہ کرے اس لئے کہ یہ تین مساجد تو بہت اہمیت رکھتی ہیں۔ جیسا کہ (فضائل حج کی) چھٹی فصل کی حدیث میں مذکور ہے۔

اس کے علاوہ اور مساجد میں کوئی خاص خصوصیت نہیں جمہور کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ اس مضمون کی بعض روایات میں خود تصریح موجود ہے چنانچہ ایک حدیث میں آیا ہے۔ کہ کسی مسجد کی طرف سفر نہ کیا جائے بجز ان تین مساجد کے یہ صاف اور واضح ہے کہ خاص خاص شہروں کی مساجد کی نیت کر کے سفر نہ کیا جائے جیسا کہ ہمارے زمانہ میں دستور ہے کہ دہلی کی جامع مسجد میں آخری جمعہ پڑھنے کی نیت سے بمبئی کلکتہ تک سے لوگ آتے ہیں یہ محض فضول اور لغو ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ان مساجد کے علاوہ بہت سے سفر بالاتفاق جائز بلکہ بعض واجب ہیں جیسا کہ حج کی نیت سے سفر، جہاد کے لئے سفر، طلب علم کے لئے سفر، ہجرت کا سفر،

تجارت کے لئے سفر، اس لئے یہ تو بہرحال کہنا ہو گا کہ اس حدیث پاک سے مطلقاً سفر کی ان تین مساجد کے علاوہ ممانعت مقصود نہیں۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی صاحب رحمتہ اللہ علیہ صدر مدرس و شیخ الحدیث دار العلوم دیو بند اپنے ایک مکتوب گرامی میں تحریر فرماتے ہیں۔

مدینہ منورہ کی حاضری محض جناب سرور کائنات علیہ السلام کی زیارت اور آپ کے توسل کی غرض سے ہونی چاہئے، آپکی حیات نہ صرف روحانی ہے جو کہ عام مومنین و شہداء کو حاصل ہے، بلکہ جسمانی بھی ہے، اور از قبیل حیات دنیوی بلکہ بہت سی وجوہ سے اس سے قوی تر ہے، آپ سے توسل نہ صرف وجود ظاہری کے زمانہ میں کیا جاتا تھا، بلکہ اس برزخی وجود میں بھی کیا جانا چاہئے، محبوب حقیقی تک وصال اور اس کی رضا صرف آپ ہی کے ذریعہ سے اور وسیلہ سے ہو سکتی ہے، اسی وجہ سے میرے نزدیک یہی ہے کہ حج سے پہلے مدینہ منورہ جانا چاہئے، اور آپ کے توسل سے نعمت قبولیت حج و عمرہ کے حصول کی کوشش کرنی چاہئے، مسجد کی نیت خواہ تبعاً کر لی جائے، مگر اولیٰ یہی ہے کہ صرف جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی نیت کی جائے تاکہ "لا تحملہ الا زیارتی" والی روایت پر عمل ہو جائے۔ (مکتوبات شیخ الاسلام)

بیت المقدس کی فتح کے بعد حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے درخواست کی کہ مجھے یہاں قیام کی اجازت دے دی جائے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منظور فرما لیا اور انہوں نے وہاں قیام فرمایا وہیں نکاح کر لیا اس کے بعد ایک دن خواب میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی زیارت ہوئی اور فرمایا بلال یہ کیا جفا ہے کیا میری زیارت کرنے کا وقت نہیں آتا۔ یہ خواب دیکھتے ہی حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی آنکھ کھلی تو نہایت غمگین خوفزدہ پریشان تھے فوراً اونٹ پر سوار ہو کر مدینہ طیبہ حاضر ہوئے اور روتے ہوئے مزار پاک پر حاضر ہوئے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما خبر سن کر تشریف لائے اور بلال رضی اللہ عنہ سے اذان کہنے کی فرمائش کی یہ ان سے مل کر لپٹ گئے اور صاحبزادوں کی تعمیل ارشاد میں اذان کہی آواز سن کر گھروں سے مرد عورتیں بے قرار روتی ہوئی نکل آئیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کی یاد نے سب ہی کو تڑپا دیا۔ یہاں استدلال اس خواب سے نہیں بلکہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے سفر سے ہے۔ جیسا کہ پہلے گزر

چکا ہے۔
متعدد روایات میں ہے۔ کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ مستقل طور پر شام سے اونٹ سوار قاصد بھیجا کرتے تھے تاکہ قبر اطہر پر ان کا سلام پہنچائیں۔ (شفاء الاسقام)
حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب بیت المقدس تشریف لے گئے تو کعب احبار جو یہود کے بہت بڑے عالم تھے مسلمان ہوئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ان کے اسلام لانے کی بڑی خوشی ہوئی اور ان سے فرمائش کی کہ میرے ساتھ مدینہ چلیں تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر حاضری ہو انہوں نے قبول کیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ارشاد کی تعمیل کی۔ اب غور کریں کہ۔

ا۔ ایک حدیث جو سفر کی ممانعت میں ساکت ہے، لیکن دوسری حدیثوں سے سفر کی ترغیب ثابت ہوتی ہے۔ اگرچہ بعض علماء نے ان پر کلام کیا ہے اور بعض نے ان سب کو ضعیف بھی قرار دیا ہے، لیکن زیارت کی ممانعت میں تو ایک بھی حدیث موجود نہیں ہے نہ صحیح نہ ضعیف جب کہ نفس زیارت کی ترغیب صحیح احادیث سے ثابت ہے جیسا کہ مسلم شریف کی حدیث میں ہے۔

عَنْ بُرَيْدَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰه تَعَالٰى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ: «كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ فَزوروهَا». (رَوَاه مُسْلِم)

وَفِي رِوَايَةٍ: «فَمَنْ أَرَادَ أَنْ يَزُورَ الْقُبُوْرَ فَلْيَزُرْهَا فَإِنَّهَا تُذَكِّرُنَا الآخِرَةَ»

(رياض الصالحين: ص ٧٥٩).

ترجمہ: حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے تمہیں زیارت قبور سے منع کر دیا تھا، اب زیارت کیا کرو۔ اور ایک روایت میں ہے کہ جس کا جی چاہے زیارت قبور کیا کرے کیونکہ یہ ہمیں آخرت کی یاد دلاتی ہے۔

۲۔ متعدد احادیث میں ترغیب، پھر صحابہ و تابعین کا عمل۔ جمہور علماء و محدثین کی رائے تمام فقہاء و صلحاء امت کا عمل متواتر، ممانعت کی نفی کرتا ہے، اب سب کے مقابلہ میں کسی کی رائے، جو قواعد عربیہ، عمل صحابہ، عمل تابعین وغیرہ شرعی حجتوں کے خلاف ہو مان لینا اور اس پر اصرار کرنا اندھی تقلید اور تعصب ہے، کم از کم تقلید کے مخالفین کو یہ بات زیب نہیں دیتی۔

حضرت مولانا عبد الشکور صاحب لکھنوی رحمتہ اللہ علیہ اس موقع پر تحریر فرماتے ہیں کہ اگر علماء سلف میں سے کسی کو غلط فہمی ہو گئی اور بطور خطاء اجتہادی کے وہ اس امر کا قائل ہو گیا کہ

زیارت مقدسہ کے لئے سفر نا جائز ہے تو خدا غفور رحیم ہے امید ہے کہ بخش دے کیونکہ وہ خطاء اجتہادی پر مواخذہ نہیں فرماتا، لیکن بعد ظاہر ہو جانے اس کی خطا کے اس کی تقلید کرنا البتہ ایک سنگین جرم ہے جو کسی طرح قابل معاف کرنے کے نہیں۔

اگر کسی کو اس مسئلہ میں زیادہ تحقیق منظور ہو تو مولانا عبد الحی صاحب لکھنوی رحمتہ اللہ علیہ کی کتاب "السعی المشکور فی رد المذہب الماثور" کا مطالعہ بہت مفید ہے اور محقق کتاب ہے اس کی طرف رجوع کرے۔

زائر کی فضیلت

زیارت کا شوق ایمان اور محبت کا تقاضہ ہے کہ فخر موجودات سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی زیارت بالا جماع اعظم قربات اور افضل طاعات ہے، اور ترقی درجات کے لئے سب وسائل سے بڑا وسیلہ ہے، بعض علماء نے اہل وسعت کے لئے قریب واجب کے لکھا ہے۔ (معلم الحجاج)

خود آقائے نامدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے حد درجہ زیارت کی ترغیب دی ہے۔ اس لئے الامام المحدث القسطلانیؒ فرماتے ہیں (جسکا ترجمہ یہ ہے کہ) جان لے انکی (حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم) قبر شریف کی زیارت کرنا قرب خداوندی حاصل کرنے کے لئے بہترین ذریعہ ہے اور طاعات میں عمدہ طاعت ہے اور بلند درجے حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ ہے، اور جو اس بارے میں اسکے علاوہ کوئی اعتقاد رکھے تو وہ اسلام کی حدود سے خارج ہو جائے گا، اور اس نے اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم اور اکابر علماء کی مخالفت کی، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوْا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ واسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّاباً رَحِيْماً﴾ .

"یعنی اللہ تعالیٰ گنہگاروں کو ارشاد فرمارہے ہیں کہ اگر وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کے پاس حاضری دیں اور اللہ سے معافی مانگیں اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم بھی انکے لئے استغفار کریں تو اللہ تعالیٰ انکی توبہ قبول فرمائے گا اور ان پر رحم فرمائے گا۔

حضرت علامہ سید سلیمان ندوی رحمتہ اللہ علیہ کو جب بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضری کا شرف ملا تو انہوں نے اپنے جذبات محبت کا ہدیہ ان اشعار کی صورت میں بکمال ادب پیش کیا۔

آدم کے لئے فخریہ عالی نسبی ہے — مکی، مدنی، ہاشمی و مطلبی ہے
پاکیزہ تر از ارض و سما جنت فردوس — آرام گہ پاک رسول عربی ہے
آہستہ قدم نیچی نگہ پست صدا ہو — خوابیدہ یہاں روح رسول عربی ہے
اے زائر بیت نبوی یاد رہے یہ — بے قاعدہ یاں جنبش لب بے ادبی ہے

کیا شان ہے اللہ رے محبوب نبی کی
محبوب خدا ہے وہ جو محبوب نبی ہے

السلام اے ذکر تو روح رواں — السلام اے یاد تو جاناں جاں
السلام اے جلوۂ نور احد — السلام اے مظہر ذات صمد
السلام اے مایہ راز حیات — السلام اے وجہ خلق کائنات
السلام اے منشاء رب العلی — السلام اے مصدر قالوا بلیٰ
السلام اے رحمتہ للعالمین — السلام اے ہادی دنیا و دیں
السلام اے عالم امی لقب — السلام اے سید والا نسب
السلام اے پیکر خلق عظیم — السلام اے آیت رب کریم
السلام اے عظمت حب اتم — از خدا جان عزیرت راقسم
السلام اے رہبر راہ صفا — السلام اے مجتبیٰ و مصطفیٰ
السلام اے رونق بزم زمیں — السلام اے زینت عرش بریں
السلام اے راز حسن زندگی — السلام اے ناز عجز و بندگی

(ڈاکٹر عبدالحی عارفی رحمتہ اللہ علیہ خلیفہ حضرت تھانوی قدس سرہ)

فائدہ مہمہ اور مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم

بلا شبہ صلوٰۃ و سلام کا یہ بہت بڑا امتیاز ہے اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام محبوبیت کے خصائص میں سے ہے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے خصائص میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اگرچہ دیگر انبیاء و ملائکہ علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لئے بھی استقلالاً صلوٰۃ وسلام پڑھنا جائز ہے۔ مگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنے کے جو فضائل ہیں۔ وہ دوسروں کے لئے وارد نہیں ہیں ان مخصوص فضائل کی تفصیل جو صحیح احادیث میں آتی ہے، ان کو حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ نے محبت سے لبریز ہو کر اپنے رسالہ فضائل درود شریف میں تحریر فرمایا ہے حصول مقصد کے لئے اس کا ضرور مطالعہ کیا جائے۔ حضرت (اس میں) روایات احادیث نقل کرنے کے بعد علامہ سخاوی رحمتہ اللہ علیہ سے نقل فرماتے ہیں کہ: ان احادیث میں اس عبادت (یعنی درود شریف) کی شرافت پر بین دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ کا درود، درود پڑھنے والے پر دس گنا ہوتا ہے اور اس کی نیکیوں میں اضافہ ہوتا ہے، گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے، درجات بلند ہوتے ہیں۔ پس جتنا بھی ہو سکتا ہے سید السادات اور معدن السعادات صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم پر درود کی کثرت کیا کر۔ اس لئے کہ وہ وسیلہ ہے مسرات کے حصول کا اور ذریعہ ہے بہترین عطاؤں کا اور ذریعہ ہے مضرات سے حفاظت کا اور تیرے لئے ہر اس درود کے بدلہ میں جو تو پڑھے دس درود ہیں جبار الارضین و السموات کی طرف سے اور درود ہے اس کے ملائکہ کرام کی طرف سے وغیرہ وغیرہ۔

علامہ سخاوی رحمتہ اللہ علیہ نے عامر ابن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص مجھ پر ایک دفعہ درود بھیجتا ہے۔ اللہ جل شانہ اس پر دس دفعہ درود بھیجتا ہے۔ تمہیں اختیار ہے، جتنا چاہے کم بھیجو۔ جتنا چاہے زیادہ اور یہی مضمون عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی نقل کیا گیا ہے اور اس میں یہ اضافہ ہے کہ اللہ اور اس کے فرشتے دس مرتبہ درود بھیجتے ہیں اور بھی

متعدد صحابہ رضی اللہ عنہم سے علامہ سخاوی رحمہ اللہ نے یہ مضمون نقل کیا ہے اور ایک جگہ لکھتے ہیں کہ جیسا اللہ جل شانہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک نام کو اپنے پاک نام کے ساتھ کلمہ شہادت میں شریک کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو اپنی اطاعت، آپ کی محبت کو اپنی محبت قرار دیا۔ ایسے ہی آپ پر درود کو اپنے درود کے ساتھ شریک فرمایا۔ پس جیسا کہ اپنے ذکر کے متعلق فرمایا "فاذکرونی اذکرکم" ایسے ہی درود کے بارے میں ارشاد فرمایا۔ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک دفعہ درود بھیجتا ہے۔ اللہ اس پر دس دفعہ درود بھیجتا ہے۔

يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِماً أَبَداً
عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ میرے اوپر جمعہ کے دن کثرت سے درود بھیجا کرو۔ اس لئے کہ یہ ایسا مبارک دن ہے کہ ملائکہ اس میں حاضر ہوتے ہیں اور جب کوئی شخص مجھ پر درود بھیجتا ہے تو وہ درود اس کے فارغ ہوتے ہی مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کے انتقال کے بعد بھی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، ہاں انتقال کے بعد بھی۔ اللہ جل شانہ نے زمین پر یہ بات حرام کر دی ہے کہ وہ وہ انبیاء (علیہم السلام) کے بدنوں کو کھائے۔ پس اللہ کا نبی زندہ ہوتا ہے۔ رزق دیا جاتا ہے۔

ف۔ ا. ملا علی قاری رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ:

اللہ جل شانہ نے انبیاء علیہم السلام کے اجساد کو زمین پر حرام کر دیا۔ پس کوئی فرق نہیں ہے ان کے لئے دونوں حالتوں یعنی زندگی اور موت میں اور اس حدیث پاک میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ درود روح مبارک اور بدن مبارک دونوں پر پیش ہوتا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ اللہ کا نبی زندہ ہے رزق دیا جاتا ہے سے مراد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک ذات ہو سکتی ہے اور ظاہر یہ ہے کہ اس سے ہر نبی

> مراد ہے اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی قبر مبارک میں کھڑے ہوئے نماز پڑھتے اور اسی طرح حضرت ابراہیم علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی دیکھا جیسا کہ مسلم شریف کی حدیث میں ہے اور یہ حدیث کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ نماز پڑھتے ہیں، صحیح ہے۔

ف۔ ۲. درود کا روح مبارک اور بدن مبارک دونوں پر پیش ہونا جیسا کہ حدیث بالا کی تشریح میں حضرت ملا علی قاری رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔

> ظاہر ہے کیونکہ حیات روح ہی کے تعلق سے ہوتی ہے اور حضرت شیخ الحدیث رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر انبیاء علیہم السلام کے پاک اجساد میں کوئی نوع، حیات کی نہیں ہے تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ پاک ارشاد صحابہ رضی اللہ عنہم کے اشکال و کیف تعرض کا جواب کیسے بن گیا۔ روایت بھی صحیح ابن حبان کی ہے۔ حاکم نے اس کو علی شرط البخاری بتایا اور ذہبی نے اس کی توثیق کی۔
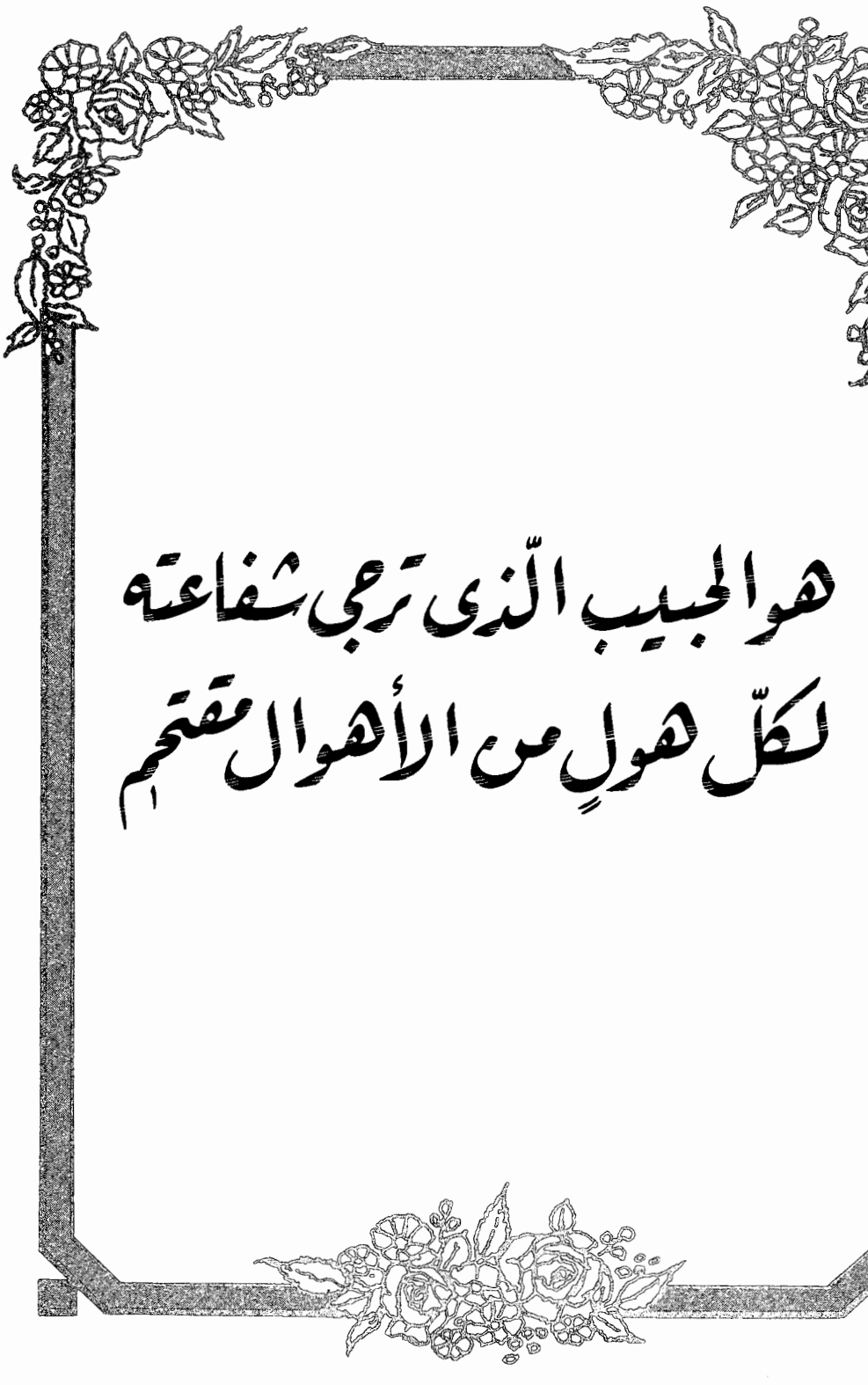
یہاں یہ چیز قابل غور ہے کہ بہ اجماع امت قبر اطہر کا وہ حصہ جو جسم اطہر سے متصل ہے کعبہ شریف بلکہ عرش معلیٰ سے بھی افضل ہے۔ کیا یہ فضیلت صرف اس جسد اطہر کی ہے جس کے ساتھ کبھی روح کا تعلق رہ چکا اور اب نہیں ہے اگر ایسا ہوتا تو پھر موئے مبارک جو بدن اطہر سے جدا ہو چکے ہیں ان کا بھی یہی حال ہوتا، بلکہ لباس مبارک جو کبھی جسد اطہر پر پڑ چکا ہے۔ اس کا بھی یہی حکم ہوتا وغیرہ وغیرہ۔ (ماخوذ از فضائل درود شریف)

یہ مسئلہ چونکہ فی الجملہ علمی اور دقیق ہے۔ اس لئے اس رسالہ میں تفصیل کا موقع نہیں۔ علماء امت اور راسخین فی العلم نے اس کے اثبات میں عقلی اور نقلی مضبوط دلائل کے ساتھ مستقل رسائل تصنیف فرمائے ہیں۔ ہمارے لئے ان کے متفقہ عقیدے کو ماننا ہی ضروری ہے۔ کیونکہ ہم ناقص علم والے ان واصلین اور آئمہ تفسیر و حدیث کے علوم تک کہاں پہنچ سکتے ہیں۔ اس کے خلاف صرف اسی کی بات پر غور کیا جا سکتا ہے۔ جو ان حضرات میں سے کسی ایک کے بھی پاسنگ ہو۔

ان اکابرین کے مسلک کو رسالہ المہند میں تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ یہاں صرف مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں المہند کا اردو ترجمہ نقل کیا جاتا ہے۔

ہمارے نزدیک اور مشائخ کے نزدیک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور آپ کی حیات دنیا کی سی ہے۔ بلا مکلف ہونے کے اور یہ حیات مخصوص ہے۔ آنحضرت اور تمام انبیاء علیہم السلام اور شہداء کے ساتھ، برزخی نہیں ہے، جو حاصل ہے تمام مسلمانوں بلکہ سب آدمیوں کو چنانچہ علامہ سیوطی نے اپنے رسالہ "انباء الاذکیا بحیوٰۃ الانبیاء" میں بتصریح لکھا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ علامہ تقی الدین سبکی نے فرمایا ہے کہ انبیاء و شہداء کی قبر میں حیات ایسی ہے جیسی دنیا میں تھی اور موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قبر میں نماز پڑھنا اس کی دلیل ہے کیونکہ نماز زندہ جسم کو چاہتی ہے۔ الخ۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات دنیوی ہے اور اس معنی کو برزخی بھی ہے کہ عالم برزخ میں حاصل ہے اور ہمارے شیخ مولانا محمد قاسم صاحب قدس سرہ کا اس مبحث میں ایک مستقل رسالہ بھی ہے۔ نہایت دقیق اور انوکھے طرز کا بے مثل جو طبع ہو کر لوگوں میں شائع ہو چکا ہے۔ اس کا نام "آب حیات" ہے۔

(المہند علی المفند، ص ۳۲)

هو الحبيب الّذى ترجى شفاعته
لكلّ هولٍ من الأهوال مقتحمِ

گیارہویں مجلس کی خوشبوئیں

آپ کے عالم برزخ میں بعض احوال و فضائل

پہلی روایت۔ ابن المبارک نے حضرت سعید بن المسیب رحمتہ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ کوئی دن ایسا نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر آپ کی امت کے اعمال صبح و شام پیش نہ کئے جاتے ہوں۔

دوسری روایت۔ مشکوٰۃ میں حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے جسد کو کھا سکے پس خدا کے پیغمبر زندہ ہوتے ہیں اور ان کو رزق دیا جاتا ہے۔

ف پس آپ کا زندہ رہنا بھی قبر شریف میں ثابت ہوا اور یہ رزق اس عالم کے مناسب ہوتا ہے اور گو شہداء کے لئے بھی حیات اور مرزوقیت وارد ہے مگر انبیاء علیہم السلام میں ان سے اکمل و اقویٰ ہے۔

تیسری روایت۔ بیہقی وغیرہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مروی ہے کہ جو شخص میری قبر کے پاس درود پڑھتا ہے اس کو میں خود سن لیتا ہوں اور جو شخص دور سے درود بھیجتا ہے وہ مجھ کو پہنچائی جاتی ہے یعنی بذریعہ فرشتوں کے جیسا مشکوٰۃ ہی میں نسائی اور دارمی سے بروایت ابن مسعود رضی اللہ عنہ آپ کا ارشاد مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ ملائکہ زمین میں سیاحت کرنے والے مقرر ہیں کہ میری امت کی طرف سے مجھ کو سلام پہنچاتے رہتے ہیں۔

چوتھی روایت۔ مشکوٰۃ میں منبہ بن وہب سے روایت ہے کہ کعب احبار حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور حاضرین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا تو حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کوئی دن ایسا نہیں آتا جس میں ستر ہزار فرشتے نہ آتے ہوں یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کو بازو مارتے ہوئے احاطہ کر لیتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھتے ہیں یہاں تک کہ جب شام ہوتی ہے وہ آسمان پر چڑھ جاتے ہیں اور دوسرے فرشتے اسی طرح کے اور اترتے ہیں اور ایسا ہی کرتے ہیں یہاں تک کہ جب (قیامت کے دن) زمین قبر کی شق ہوگی تو آپ ستر ہزار فرشتوں کے ساتھ باہر تشریف لاویں گے کہ وہ آپ کو لے چلیں گے روایت کیا اس کو دارمی نے۔

ف اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا شرف عظیم برزخ میں ظاہر ہے۔

پانچویں روایت۔ مشکوٰۃ میں ابو داؤد و بیہقی سے بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ارشاد نبوی نقل کیا ہے کہ جو شخص مجھ پر سلام بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ مجھ پر میری روح کو واپس کر دیتا ہے یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔

ف اس سے حیات میں شبہ نہ کیا جاوے کیونکہ مراد یہ ہے کہ میری روح جو ملکوت و جبروت میں مستغرق تھی جس طرح کہ دنیا میں نزول وحی کے وقت کیفیت ہوتی تھی اس سے افاقہ ہو کر سلام کی طرف متوجہ ہو جاتا ہوں اس کو رد روح سے تعبیر فرما دیا۔

تلخیص مجموعہ روایات سے علاوہ فضیلت حیات و اکرام ملائکہ کے برزخ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ مشاغل ثابت ہوتے ہیں ۱۔ اعمال امت کا ملاحظہ فرمانا ۲۔ نماز پڑھنا ۳۔ غذا مناسب اس عالم کے نوش فرمانا ۴۔ سلام کا سننا نزدیک سے خود اور دور سے بذریعہ ملائکہ سلام کا جواب دینا یہ تو دائما ثابت ہیں اور احیاناً بعض خواص امت سے بیداری میں کلام اور ہدایت فرمانا بھی آثار و اخبار میں مذکور ہے اور حالت رویا و کشف میں تو ایسے واقعات حصر و احصاء سے متجاوز ہیں اور ان مشاغل کے ایک وقت میں اجتماع سے تزاحم کا وسوسہ نہ کیا جاوے کیونکہ برزخ میں روح کو پھر خصوصاً روح مبارک کو بہت وسعت ہوتی ہے (مگر اس وسعت سے امور غیر ثابتہ بالدلیل الصحیح یعنی منفیہ یا مسکوت عنہا کو ثابت یا ثابتہ احیاناً کو ثابت بالدوام ماننا جائز نہیں ہو گا خوب سمجھ لیا جاوے۔)

تلخیص مجموعہ روایات کی وضاحت

۱۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم برزخ میں امت کے اعمال ملاحظہ فرماتے ہیں۔ اچھے اعمال پر خوش ہوتے ہیں اور برے اعمال پر غمگین ہوتے ہیں ہر مسلمان عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا دعویٰ کرتا ہے اس کو اس کا خیال رکھنا چاہئے کہ میرے اعمال آپ کی جناب میں پیش ہو رہے کیا میں ان کو خوش کر رہا ہوں یا تکلیف دے رہا ہوں۔ موت سر پر کھڑی ہے قبر میں جانا ہی ہے، قبر کے وحشت ناک منظر میں جب سامنا ہو گا اور اس وقت ان کی شفقت بھری نگاہ کی بہت ہی ضرورت ہو گی تو اس وقت اپنے محسن اعظم محبوب اور سفارشی کو کیا منہ دیکھاؤں گا آگے حشر کے ہولناک دن اسی شکل و صورت میں اٹھایا جائے گا جس پر اس کی موت آئی ہے تو اپنے مولیٰ کریم کے سامنے کیسے پیش ہو گا۔ اگر خدانخواستہ اس کی شکل و صورت اس کے محبوب کے خلاف اور اسے کے دشمنوں کے مشابہ ہو۔

۲۔ جو صلوٰۃ و سلام وہاں پیش ہوتا ہے اس کے جواب میں پڑھنے والے کو آپ سلام کا جواب دیتے ہیں اور اس کے لئے دعا اور استغفار کرتے ہیں جیسا کہ حضرت شیخ الحدیث رحمتہ اللہ علیہ نے فضائل درود شریف میں روایت درج کی ہے کہ "حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ میرے اوپر روشن رات یعنی جمعہ کی رات اور روشن دن یعنی جمعہ کے دن میں کثرت سے درود بھیجا کرو اس لئے کہ تمہارا درود مجھ پر پیش ہوتا ہے تو میں تمہارے لئے دعا اور استغفار کرتا ہوں "انتہی" صلوٰۃ و سلام پڑھنے والے کے لئے کس قدر خوشی کی بات ہے کہ سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم اس کے لئے دعا فرماتے ہیں اور استغفار فرماتے ہیں جو یقیناً مقبول ہے

۳۔ نیز حکیم الامتہ رحمتہ اللہ علیہ نے گزشتہ روایات حدیث کی بناء پر بیداری میں کلام فرمانا اور ہدایت فرمانے کا ذکر فرمایا ہے یہاں اس کی تائید میں فضائل درود شریف میں سے مندرجہ ذیل عبارت نقل کرتے ہیں

ہمارے حضرت اقدس شیخ المشائخ مسند ہند امیر المومنین فی الحدیث حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ اپنے رسالہ حرز ثمین فی مبشرات النبی الامین جس میں انہوں نے چالیس

خواب یا مکاشفات اپنے یا اپنے والد ماجد کے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے سلسلے میں تحریر فرمائے ہیں اس میں نمبر۱۲ پر تحریر فرماتے ہیں کہ ایک روز مجھے بہت ہی بھوک لگی (نہ معلوم کتنے دن کا فاقہ ہو گا) میں نے اللہ جل شانہ سے دعا کی تو میں نے دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مقدس آسمان سے اتری اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک روٹی تھی گویا اللہ جل شانہ نے حضورؐ کو ارشاد فرمایا تھا کہ یہ روٹی مجھے مرحمت فرمائیں۔

نمبر۱۳ پر تحریر فرماتے ہیں کہ ایک دن مجھے رات کو کھانے کو کچھ نہیں ملا تو میرے دوستوں میں سے ایک شخص دودھ کا پیالا لایا جس کو میں نے پیا اور سو گیا۔ خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ وہ دودھ میں نے ہی بھیجا تھا یعنی میں نے توجہ سے اس کے دل میں یہ بات ڈالی تھی کہ وہ دودھ لے کر جائے۔

اور جب اکابر صوفیہ کی توجہات معروف و متواتر ہیں تو پھر سید الاولین والاخرین صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہ کا کیا پوچھنا۔

مضمون بالا کے متعلق ضروری تنبیہات

۱۔ رؤیا صالحہ اور کشف و کرامات سے اولیائے کرام کو نواز جانا اہل السنہ والجماعت کا عقیدہ ہے۔ اور صوفیاء کے احوال رفیعہ میں سے ہے۔ لیکن ان کا درجہ بھی معلوم ہونا ضروری ہے۔ اس لئے کہ آج کل اس میں بہت افراط و تفریط واقع ہو گئی ہے۔ بعض تو سرے ہی سے انکار کر دیتے ہیں جیسا کہ معتزلہ کا مذہب ہے اور بعض لوگ ان سے احکام شرعیہ ثابت کرتے ہیں۔ حالانکہ باوجود حق ہونے کے ان کا حکم ظنی ہے اور ان پر احکام کا مدار نہیں۔ البتہ باب الفضائل میں ثابت شدہ امور میں ان سے تقویت ہوتی ہے۔ لہٰذا احتیاط کے عنوان سے اعتزال کو اختیار کرنا نری گمراہی ہے اسی طرح ان سے احکام و عقائد **مستنبط** کرنا نری جہالت ہے۔

۲۔ یہ بھی ملحوظ رہے کہ کشف کی دو قسمیں ہیں۔ کشف کونی اور کشف الٰہی

کشف کونی اگرچہ اولیاء اللہ کو بھی ہوتا ہے لیکن یہ ولایت کی علامت سے نہیں۔ بلکہ غیر اولیاء حتیٰ کہ کفار کو بھی مجاہدات کے نتیجہ میں ہو جاتا ہے۔ البتہ کشف الٰہی عارفین اولیاء اللہ کے ساتھ خاص ہے جس کے معنی اللہ تعالیٰ کے صفات اور ایمانیات کی حقیقت کا کھل جانا ہے۔ نیز مریدین کی استعدادیں اور ان کے حسب حال ان کے طرق تربیت کا ان پر کھل جانا یہ صاحب ارشاد بزرگ کے لئے ضروری ہے۔

۳۔ کرامت کے متعلق یہ ملحوظ رکھنا چاہئے کہ کرامت کی بھی دو قسمیں ہیں۔
نمبرا کرامت معنوی:۔ جو اولیاء اللہ کو عند اللہ وجاہت کے طور پر عطا ہوتی ہے۔ عوام کی نظر میں اس کی اہمیت نہیں ہوتی۔

۴۔ کرامت ظاہری:۔ یہ بھی بعض اولیاء کرام کو اللہ کی طرف سے عطا ہوتی ہے۔ مگر واضح رہے کہ کرامت کے مشابہہ ایک چیز استدراج بھی ہے جو ریاضت کے نتیجہ میں بعض غیر مقبولان خداوندی کو بھی حاصل ہو جاتی ہے۔ لوگ اس کو ولایت کی علامت سمجھ کر دھوکہ میں پڑ جاتے ہیں اور اپنے دین کو خراب کر لیتے ہیں۔
فائدہ۔ بعض اولیاء اللہ کے حالات زندگی میں ان کی کرامات معنویہ اور کمالات معنویہ کو مثلاً ان کی تلقین و صحبت کی تاثیر وغیرہ امور کے بجائے محض کرامات ظاہرہ ہی کو کمالات کا مدار سمجھا جاتا ہے یہ درست نہیں۔
مجموعہ روایات میں حضرت حکیم الامت رحمتہ اللہ نے عالم برزخ سے بذریعہ خواب و مکاشفہ بعض خواص کو جو ہدایات کاونیا ذکر فرمایا ہے اس ہدایت کی نوعیت کے متعلق ایک ضروری وضاحت یہ ہے کہ یہ ہدایت اور ہنمائی از قسم تعلیم و تربیت کے نہیں ہوتی نہ عمومی طور پر اس سے حصول نسبت ہوتا ہے۔ حضرت سید احمد شہید بریلوی رحمتہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر قبروں کی مجاورت سے مقصود حاصل ہو جاتا تو سارا جہان اس بات کو حاصل کرنے کے لئے مدینہ منورہ کو چلا جاتا۔اورتربیت و ارشاد کا سلسلہ لغو اور بے فائدہ ہو جاتا حالانکہ آپ سے عالم برزخ سے حصول نسبت اور تربیت کے لئے مشائخ کے پاس مدنیہ منورہ سے دور دراز ملکوں میں جانے کی ہدایت ثابت ہے۔ مثلاً حضرت علامہ خالد کردی کو وہیں سے ہندوستان شاہ غلام علی کے

پاس بھیجا گیا تھا اور ہمارے سلسلہ کے سید الطائفہ کو رویاء صالحہ میں حضرت میاں جی نور محمد صاحب کے پاس جانے کو فرمایا گیا۔ کیونکہ حصول فیض کی شرط اعظم مناسبت ہے اور کیونکہ دونوں عالموں کے احوال میں فرق ہے یعنی دنیا والوں کو عالم برزخ والوں سے ایسی مناسبت نہیں رہتی جس سے تعلیم و تربیت کا فیض حاصل ہو سکے۔ البتہ حاصل شدہ نسبت میں قوت آ جاتی ہے۔ کیونکہ صاحب نسبت کو فی الجملہ عالم برزخ سے مناسبت ہوتی ہے۔ اس لئے حضرات مشائخ کو وہاں سے بے حد فیض ہوتا ہے۔لیکن اس کے برعکس دوسروں کو اگرچہ دھاں کی حاضری کا بے حد ثواب ہے لیکن حصول نسبت ایسی دولت ہے جس کے لئے مشائخ کے آستانے ہی ڈھونڈے جاتے ہیں بڑے بڑے علمائے کرام پیران عظام کی جوتیاں سیدھی کرتے آئے ہیں۔

مِنَ الـرَّوْض

تَـالـلّٰهِ أُقْسِمُ مَـا وَافَـاكَ مُـنْـكَسِـر	إِلَّا وَأَصْبَـحَ مِنْـهُ الْكَسْـر يَـنْـجَـبِـرُ
وَلَا احْتَمٰى بِحِمَـاكَ الْمُـحْـتَمِي فَـزَعـاً	إِلَّا وَعَـادَ بِـأَمْـنٍ مَـا لَـه خَـضَـرُ
ولا أتَـاكَ فَـقِـيْـرُ الْـحَـالِ ذُوْ أَمَـلٍ	إِلَّا وَفَـاضَ مِـنَ الإِثْـرِ لَـه نَـهَـرُ
وَلَا أَتَـاكَ امْـرُوءٌ مِّـنْ ذَنْـبِـه وَجِـل	إِلَّا وَعَـادَ بِـعَـفْـوٍ وَهُـوَ مُـغْـتَـفَـرُ
وَلَا دَعَـاكَ لَـهِـيْـف عِـنْـدَ نَـازِلَـةٍ	إِلَّا وَلَـبَّـاهُ مِـنْـكَ الْـعَـوْنُ والْـيُـسُـرُ

ترجمہ: ۔ میں قسم کھاتا ہوں کہ آپ کے پاس (مزار شریف پر) کوئی شکستہ حال (دعا کے لئے عرض کرنے کو) نہیں پہنچا مگر کہ اس کی شکستگی کی اصلاح ہو گئی (اس طرح سے کہ حیات برزخیہ کے سبب آپ نے سن کر دعا فرمائی اور وہ کامیاب ہو گیا)

ترجمہ: ۔ اور نہ کسی پناہ لینے والے نے گھبرا کر آپ کے دربار میں پناہ لی مگر کہ امن و امان کے ساتھ واپس ہوا اس حالت سے کہ اس کو (اپنی حاضری پر) شرمندگی نہیں ہوئی۔ (جیسا ناکام جانے میں ہوتی)

۔ اور نہ آپ کے پاس (مزار شریف پر) کوئی فقیر حال امیدوار (دعا کے لئے عرض کرنے کو) حاضر ہوا مگر کہ اس کے نشان قدم ہی سے اس کے لئے نہر (تکمیل حوائج کی) جاری ہو گئی اس طرح سے کہ حیات برزجبہ کے سبب آپ نے سن کر دعا فرمائی اور وہ کامیاب ہو گیا۔

۔ اور نہ آپ کے پاس (مزار شریف) پر کوئی شخص اپنے گناہ سے ڈرتا ہوا دعائے مغفرت کے لئے عرض کرنے کو آیا مگر کہ وہ عفو کے ساتھ بخشا ہوا گیا (اس طرح سے کہ حیات برزخیہ کے سبب آپ نے سن کر دعا فرمائی اور وہ کامیاب ہو گیا)

۔ اور نہ کسی مغموم نے کسی حادثہ کے وقت آپ کو (مزار پر حاضر ہو کر دعا کے لئے) پکارا مگر آپ کی جانب سے عون اور آسانی نے اس کو جواب دیا (اس طرح سے کہ حیات برزخیہ کے سبب آپ نے سن کر دعا فرمائی اور وہ کامیاب ہو گیا۔)

آپ کے بعض فضائل مختصہ جو میدان قیامت میں ظاہر ہوں گے

پہلی روایت۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میں سردار ہوں گا اولاد آدم کا (یعنی کل آدمیوں کا) قیامت کے روز اور میں ان سب میں پہلا ہوں گا جن کی قبر شق ہو گی (یعنی سب سے اول میں قبر سے اٹھوں گا) اور سب (شفاعت کرنے والوں) سے پہلا شفاعت کرنے والا ہوں گا اور سب سے اول میری شفاعت قبول کی جاوے گی۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

دوسری روایت۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میں سب پیغمبروں سے زیادہ ہوں گا اس بات میں کہ میرے تابع قیامت کے روز زیادہ ہوں گے اور میں سب سے اول دروازہ بہشت کا کھٹکھٹاؤں گا۔

تیسری روایت۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث میں جس میں خصائص کا ذکر ہے یہ جملہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد فرمایا ہوا مروی ہے کہ مجھ کو شفاعت (کبریٰ) عطا کی گئی ہے (جو تمام عالم کے واسطے فصل حساب کے لئے ہو گی اور وہ آپ ہی کے ساتھ مخصوص ہے) روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے۔

چوتھی روایت۔ حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے من جملہ خصائص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی ہے کہ میرے ہاتھ میں (قیامت کے روز) لواء الحمد (حمد کا جھنڈا) ہو گا اور میں فخر کی راہ سے نہیں کہتا اور جتنے نبی ہیں آدم بھی اور ان کے سوا اور بھی وہ سب میرے پاس لواء کے نیچے ہوں گے۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

پانچویں روایت۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں سب سے پہلے قبر سے نکلوں گا جب لوگ مبعوث ہوں گے اور میں ان کا پیشرو ہوں گا جب حق تعالیٰ کی پیشی میں آویں گے اور میں ان کی طرف سے (شفاعت کے لئے) بات چیت کروں گا جب وہ خاموش ہوں گے اور ان سب میں مجھ سے شفاعت کے لئے درخواست کی جاوے گی جب وہ (موقف میں حساب سے) محبوس کئے جاویں گے اور میں ان کا بشارت دینے والا ہوں گا جب وہ ناامید ہو جاویں گے اور کرامت (اور ہر خیر) کی کنجیاں اس دن میرے ہاتھ میں ہوں گی اور لواء الحمد اس روز میرے ہاتھ میں ہو گا اور میں اپنے رب کے نزدیک تمام بنی آدم سے زیادہ مکرم ہوں گا ایک ہزار خادم (میرے اکرام و خدمت کے لئے) میرے پاس آمدورفت کریں گے (اور ایسے حسین ہوں گے) گویا کہ وہ بیضے ہیں جو (غبار وغیرہ سے) محفوظ ہوں یا موتی ہیں جو بکھرے پڑے ہوں روایت کیا اس کو ترمذی اور دارمی نے۔

چھٹی روایت۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (بعد انشقاق ارض کی حالت کی نسبت) فرمایا کہ مجھ کو جنت کے جوڑوں میں سے ایک جوڑا پہنایا جاوے گا پھر میں عرش کی داہنی طرف کھڑا ہوں گا کہ کوئی شخص خلائق میں سے بجز میرے اس مقام پر کھڑا نہ ہو گا روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

ف۔ لمعات میں ہے کہ غالباً یہ مقام محمود ہے اور ایک تفسیر مقام محمود کی ابن مسعود و مجاہد رضی اللہ عنہما سے آپ کا عرش پر بٹھلایا جانا اور ایک تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کرسی پر بٹھلایا جانا مواہب میں مع مالہ وما علیہ وارد ہے۔

ساتویں روایت۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جہنم کے وسط میں پل صراط قائم کیا جاوے گا سو سب رسولوں سے پہلے میں اپنی امت کو لے کر گزروں گا۔ روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے۔

آٹھویں روایت۔ حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہر نبی کا ایک حوض ہو گا وہ سب اس کا فخر کریں گے کہ کس کے حوض پر لوگ

زیادہ آتے ہیں اور مجھ کو امید ہے کہ میرے حوض پر لوگ بہت آویں گے (کیونکہ میری امت زیادہ ہوگی) روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

ف۔ اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوض کا اوروں کے حوض سے پر رونق زیادہ ہونا ثابت ہوا اور یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے ہے۔

نویں روایت۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث طویل میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اذن بالشفاعت کے متعلق) فرمایا کہ اللہ تعالیٰ میرے قلب میں ایسے مضامین حمد و ثنا کے القاء فرمائیں گے کہ اب میرے ذہن میں حاضر نہیں روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے۔

ف۔ یہ علمی فضیلت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس روز ظاہر ہوگی کہ ذات و صفات کے متعلق ایسے وسیع معلومات کے ساتھ آپ خاص ہوں گے۔

هُوَ الْحَبِيْبُ الَّذِي تُرْجى شَفَاعَتُه ... لِكُلِّ هَوْلٍ مِّنْ الأَهْوَالِ مُقْتَحِم

دَعَا إِلَى اللّهِ فَالْمُسْتَمْسِكُوْنَ بِه ... مُسْتَمْسِكُوْنَ بِحَبْلٍ غَيْرِ مُنْفَصِم

إِنْ لَمْ يَكُنْ فِيْ مَعَادِيْ آخِذاً بِيَدِيْ ... فَضْلاً وَإِلاَّ فَقُلْ يَا زَلَّةَ الْقَدَم

يَا أَكْرَمَ الْخَلْقِ مَا لِيْ مَنْ أَكُوْنُ بِه ... سِوَاكَ عِنْدَ حُلُوْلِ الْحَادِثِ الْعَمَم

وَلَنْ يَضِيْقَ رَسُوْلَ اللّهِ جَاهُكَ بِيْ ... إِذَا الْكَرِيْمُ تَجَلّٰى بِاسْمِ مُنْتَقِم

يَا نَفْسُ لاَ تَقْنَطِيْ مِنْ زَلَّةٍ عَظُمَتْ ... إِنَّ الْكَبَائِرَ فِي الْغُفْرَانِ كَاللَّمَم

لَعَلَّ رَحْمَةَ رَبِّيْ حِيْنَ يَقْسِمُهَا ... تَأْتِيْ عَلى حَسَبِ الْعِصْيَانِ فِي الْقَسم

ترجمہ: ؎ وہی ہے ایسا محبوب خدا تعالیٰ کا کہ اس کی شفاعت کبریٰ کی امید کی جاتی ہے ہر ہول کے لئے ہولہائے روز قیامت جس میں آدمی بزور داخل کئے جاویں گے۔

؎ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو خدا کی طرف بلایا سو جس نے آپ کے طریق کو مضبوط پکڑ لیا تو اس نے ایسی مضبوط رسی کو پکڑ لیا جو کبھی نہیں ٹوٹے گی (بلکہ قیامت میں بھی وہ ذریعہ شفاعت بنے گی)

؎ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم براہ فضل و کرم وازروئے عہد میری دستگیری آخرت میں نہ فرمائیں گے تو تو کہہ کہ افسوس لغزش قدم پر (کہ کیوں اعمال صالحہ نہ کئے)

- اے بزرگ ترین مخلوقات بوقت نزول حادثہ عظیم وعام کے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سوا کوئی ایسا نہیں ہے جس کی میں پناہ میں آؤں (صرف آپ کا ہی بھروسہ ہے)
- اور ہرگز تنگ نہ ہو گا عرصہ قدر و منزلت آپ کا اے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) بسبب شفاعت میری کے اس وقت کے خداوند کریم بصفت منتقم جلوہ فرما ہو گا۔
- اے میرے نفس اس گناہ کے سبب جو بڑا ہے عفو سے ناامید مت ہو کیونکہ بے شک گناہان کبیرہ درباب بخشش مثل صغیرہ ہیں۔
- امید ہے کہ میرے پرور دگار کی رحمت جب وہ اس کو اپنے بندوں پر تقسیم کرے گا تو وہ رحمت بقدر گناہاں حصہ میں آوے گی۔ (عطر الوردہ)

آپ کے بعض فضائل مختصہ جو جنت میں ظاہر ہوں گے

پہلی روایت۔ مشکوٰۃ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں قیامت کے روز جنت کے دروازہ پر آؤں گا اور اس کو کھلواؤں گا۔ خازن جنت پوچھے گا کہ کون ہیں۔ میں کہوں گا کہ محمد۔ وہ کہے گا کہ آپ ہی کی نسبت مجھ کو حکم ہوا ہے کہ آپ کے قبل کسی کے لئے نہ کھولوں روایت کیا اس کو مسلم نے۔

دوسری روایت۔ امام احمد رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا کہ یارسول اللہ کوثر کیا چیز ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک نہر ہے جنت میں کہ مجھ کو میرے رب نے عطا فرمائی ہے وہ دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ شیریں ہے اور بخاری کی روایت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہے کہ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ اس کے دونوں کناروں پر مجوف موتی ہیں اس میں برتن (پانی پینے کے) اس قدر پڑے ہیں جتنے ستارے اور نسائی کی روایت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ ہے کہ وہ وسط جنت میں ہو گی اور اس کے دونوں کناروں پر موتی اور یاقوت کے محل ہیں اور اس کی مٹی مشک ہے اور اس کے سنگ ریزے موتی اور یاقوت ہیں اور احمد اور ابن ماجہ و ترمذی کی روایت میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اس طرح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوثر ایک نہر ہے اور جنت میں اس کے دونوں کنارے سونے کے ہیں اور پانی موتی پر چلتا ہے اور ابن ابی الدنیا نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے موقوفاً روایت کیا ہے کہ وہ ایک نہر ہے

جنت میں اس کا عمق ستر ہزار فرسخ ہے۔ اس کے دونوں کنارے موتی اور زبر جد اور یاقوت کے ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اور انبیاء علیہم السلام کے قبل اس کے ساتھ خاص فرمایا ہے اور ترمذی کی روایت میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوثر ایک نہر ہے جنت میں اس میں پرندے ہیں جیسے اونٹوں کی گردنیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ وہ تو بڑے لطیف ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کے کھانے والے ان سے بھی زیادہ لطیف ہیں۔

ف۔ یہ نہر جنت میں اس حوض کے علاوہ ہے جو میدان قیامت میں ہو گا اور بخاری کی روایت کے موافق اس حوض میں اسی نہر سے پانی گرے گا اور مسلم کی روایت کے موافق دو پرنالوں سے کہ ایک چاندی کا اور ایک سونے کا ہو گا جنت کا پانی اس حوض میں پہنچے گا مجموعہ روایت شیخین سے ان پرنالوں سے اسی نہر کا پانی جانا ثابت ہو جاتا ہے اور ان سب روایات کے مجموعہ سے چند صفات فاضلہ اس نہر کی اور خاص ہونا اس کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یہ سب واضح ہے۔

تیسری روایت۔ مسلم نے حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم مؤذن کی اذان سنا کرو تو جو وہ کہا کرے تم بھی کہا کرو پھر مجھ پر درود بھیجا کرو کیونکہ جو شخص مجھ پر ایک درود بھیجتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ دس رحمتیں بھیجتا ہے پھر میرے لئے وسیلہ کی دعا کیا کرو اور وہ وسیلہ جنت میں ایک درجہ ہے کہ تمام بندگان خدا میں سے اس کا مستحق ایک ہی بندہ ہے اور اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ وہ بندہ میں ہی ہوں گا سو جو شخص میرے لئے وسیلہ کی دعا کرے گا اس کے لئے میری شفاعت واقع ہو گی اور مسند احمد میں ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت سے ارشاد نبوی ہے کہ وسیلہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک درجہ ہے جس سے بڑھ کر کوئی درجہ نہیں۔

ف۔ قواعد سے یہ امر متعین ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی اس کے مستحق ہیں کیونکہ جب آپ کا افضل الخلق ہونا ثابت ہے تو ظاہر ہے کہ افضل درجات آپ ہی کے لئے ہیں مگر اس ارشاد فرمانے کے وقت تک جزئیا تصریح نہ ہوئی ہو گی جو ایسا ارشاد فرمایا۔
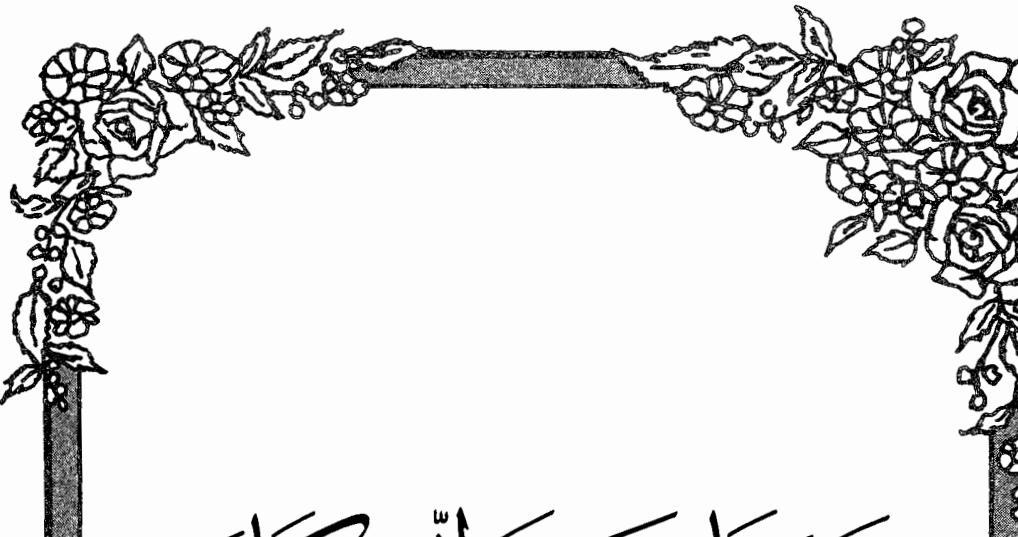
چوتھی روایت۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس روایت کی تفسیر میں "ولسوف یعطیک

ربک فترضیٰ" مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک ہزار محل جنت میں دیئے ہیں اور ہر محل میں آپ کی شان کے لائق ازواج اور خادم ہیں (روایت کیا اس کو ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے اور ایسی بات چونکہ رائے سے نہیں کہی جا سکتی اس لئے یہ موقوف حکماً مرفوع ہے)

پانچویں روایت۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک حدیث میں روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میں سب سے پہلے جنت کا حلقہ ہلاؤں گا تو اللہ تعالیٰ میرے لئے دروازہ کھول دیں گے اور مجھ کو اس میں داخل فرماویں گے اور میرے ساتھ فقراء مؤمنین ہوں گے روایت کیا اس کو ترمذی نے۔
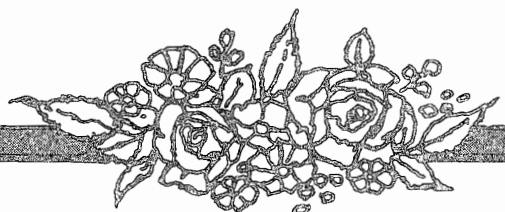
ف۔ یہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت خاصہ ہے جو جنت میں ظاہر ہوگی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے لوگ سب امم سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔

چھٹی روایت۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ابو بکر و عمر بجز انبیاء و مرسلین کے تمام اگلے اور پچھلے میانہ عمر والے اہل جنت کے سردار ہوں گے۔ اس کو ترمذی نے اور ابن ماجہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

ف۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے دو بزرگوں کا تمام امم اولین و آخرین کے کہول (ادھیڑ) میں سردار ہونا یہ بھی آپ کی فضیلت مختصہ ہے۔ جو جنت میں ظاہر ہوگی۔

ساتویں روایت۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث میں روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ایک فرشتہ آیا ہے جو اس شب سے قبل کبھی زمین پر نہیں آیا اس نے حق تعالیٰ سے درخواست کی کہ مجھ کو آ کر سلام کرے اور مجھ کو بشارت دے کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا تمام اہل جنت کی بیبیوں میں سردار ہوں گی اور حسن اور حسین رضی اللہ عنہما تمام اہل جنت کے جوانوں کے سردار ہوں گے روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

ف۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان میں سے ان حضرات کا جنت میں جوانوں اور عورتوں کا سردار ہونا یہ بھی آپ کی فضیلت خاصہ ہے کہ جنت میں ظاہر ہوگی اور باوجودیکہ حضرات حسنین رضی اللہ عنہما نے سن کہولت پایا ہے مگر ان کو جوان سن شیخوخت کے مقابلہ میں کہا گیا اور چونکہ ان کی عمر حضرات شیخین سے کم ہوئی اس لئے شیخین کو کہول اور حسنین کو شاب (جوان) کہا گیا یہ تین روایتیں اخیر کی اور ایک اول کی مشکوٰۃ سے نقل کی گئیں باقی سب مواہب سے ہیں۔

ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى فَكَانَ
قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى
فَاَوْحٰى اِلٰى عَبْدِهٖ مَا اَوْحٰى

بارہویں مجلس کی خوشبوئیں

آپ کا افضل المخلوقات ہونا

پہلی روایت۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام اولین و آخرین میں زیادہ مکرم ہوں (مشکوٰۃ)

دوسری روایت۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی ہے جس میں براق کا شوخی کرنے کے بعد پسینہ پسینہ ہونا مذکور ہے اور یہ روایت معراج شریف کے بیان میں آگے آرہی ہے۔

تیسری روایت۔ بیت المقدس میں تمام انبیاء علیہم السلام کی امامت کرنا اسکی تفصیل بھی معراج شریف کے واقعہ میں ہے۔

چوتھی روایت۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو انبیاء پر بھی فضیلت دی اور آسمان والوں (یعنی فرشتوں) پر بھی (اور پھر اس پر قرآن مجید سے استدلال کیا) (مشکوٰۃ)

پانچویں روایت۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے (ایک طویل حدیث میں) روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے (ایک بار اپنے کلام میں) فرمایا کہ بنی اسرائیل کو مطلع کردو کہ جو شخص مجھ سے اس حالت میں ملے گا کہ وہ احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا منکر ہو گا تو میں اس کو دوزخ میں داخل کرونگا خواہ کوئی ہو موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ احمد کون ہیں ارشاد ہوا کہ اے موسیٰ قسم ہے اپنے عزت و جلال کی میں نے کوئی مخلوق ایسی پیدا نہیں کی جو ان سے زیادہ میرے نزدیک مکرم ہو میں نے ان کا نام عرش پر اپنے نام کے ساتھ آسمان و زمین اور شمس و قمر پیدا کرنے سے بیس لاکھ برس پہلے لکھا تھا قسم ہے اپنے عزت و جلال کی کہ جنت میری تمام مخلوق پر حرام ہے جب تک کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کی امت اس میں داخل نہ ہو

جاویں (پھر امت کے فضائل کے بعد یہ ہے کہ) موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا اے رب مجھ کو اس امت کا نبی بنا دیجئے ارشاد ہوا اس امت کا نبی اسی میں سے ہو گا عرض کیا کہ تو مجھ کو ان (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت میں سے بنا دیجئے ارشاد ہوا کہ تم پہلے ہو گئے وہ پیچھے ہونگے البتہ تم کو اور ان کو دار الجلال (جنت) میں جمع کر دوں گا۔

مجموعہ ان روایات سے آپ کا افضل الخلق ہونا حق تعالیٰ کے ارشاد سے خود آپ کے ارشاد سے انبیاء و ملائکہ علیہم السلام کے ارشاد سے صحابہ کے ارشاد سے صریحاً بھی اور امامت انبیاء و ملائکہ و ختم نبوت و خیریت امت وغیرہ سے استدلالاً بھی ثابت ہے۔ (نشر الطیب)

آپ کے کمالات اور اللہ تعالیٰ کے یہاں آپ کی رفعت شان

اللہ رب العالمین نے سید الانبیاء و المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو ہر خیر و خوبی اور جملہ کمالات اور محاسن کا جامع بنایا ہے اور خدا کی خدائی، یکتائی اور کبریائی کے بعد جو صفات کمال بھی بشر کو عطا کی جا سکتی تھیں، ان سب کو جسد اطہر میں ودیعت رکھ کر اپنے کمالات کا پورا پورا مظہر بنایا ہے اور کائنات کے تمام محاسن و کمالات کو سمیٹ کر خلاصہ کائنات میں جمع فرما دیا۔

تو آئینہ ہے کمالات کبریائی کا
وہ آپ دیکھتے ہیں آپ اپنا جلوہ دیدار (حضرت نانوتوی)

اب عالم میں ہر خیر و خوبی یہیں سے تقسیم ہوتی ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے "انما انا قاسم واللہ یعطی" یعنی بے شک میں تو تقسیم کرنے والا ہوں اور اللہ تعالیٰ عطا فرمانے والے ہیں

یہاں بے شمار خصائص اور کمالات میں سے چند ایک بیان کئے جاتے ہیں

ایک حدیث پاک میں ایک موقعہ کی مناسبت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چند خصائص خود بیان فرمائے. ارشاد فرمایا غور سے سنو۔ میں اللہ کا حبیب ہوں اور اس پر کوئی فخر نہیں کرتا اور قیامت کے دن حمد کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہو گا اور اس جھنڈے کے نیچے (حضرت) آدم اور سارے انبیاء علیہم السلام ہوں گے اور اس پر کوئی فخر نہیں کرتا اور قیامت کے دن سب سے پہلے میں شفاعت کرنے والا ہوں گا اور سب سے پہلے جس کی شفاعت قبول کی جائے گی، وہ میں ہونگا اور اس پر بھی کوئی فخر نہیں کرتا اور سب سے پہلے جنت کا دروازہ کھلوانے والا

میں ہوں گا اور سب سے پہلے جنت میں میں اور میری امت کے فقراء داخل ہوں گے اور اس پر بھی کوئی فخر نہیں کرتا اور میں اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ مکرم ہوں۔ اولین و آخرین میں اور کوئی فخر نہیں کرتا۔

مشکوٰۃ کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ حبیب اللہ کا لقب سب سے اونچا ہے اور وہ اللہ کا محبوب ہونا ہے ایک خاص محبت کے ساتھ جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی مخصوص ہے۔

علماء نے لکھا ہے کہ سید الکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ایک مقام یہ بھی ہے کہ شفاعت کے میدان میں عرش معلیٰ کے دائیں جانب ہوں گے۔ جس پر اولین و آخرین سب کو رشک ہوگا

ایک اور حدیث شریف میں ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «فَأُكْسَىٰ حُلَّةً مِنْ حُلَلِ الْجَنَّةِ ثُمَّ أَقُوْمُ عَن يمِيْنِ الْعَرْشِ لَيْسَ أَحد مِّنَ الْخَلاَئِقِ يَقُوْمُ ذلكَ غَيْرِيْ».

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جنت کے جوڑوں میں سے ایک جوڑا مجھے پہنایا جائے گا۔ پھر میں عرش کی دائیں طرف کھڑا ہونگا اس جگہ مخلوق میں سے کوئی بھی میرے سوا نہیں کھڑا ہوگا۔

سید الکونین سید البشر ہیں

مسلم شریف کی ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اولاد آدام کا سردار ہوں اور میں اس پر کوئی فخر نہیں کرتا۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ أَشْرَفَ الصَّلٰوةِ وَالتَّسْلِيْمِ عَلٰى حَبِيْبِكَ سَيِّدِنَا ونَبِيِّنَا مُحَمَّد عَبْدِكَ وَرَسُولِكَ الَّذِي قَالَ عَنْ نَفْسِهِ: «أنا سيد ولد آدم ولا فخر».

دیا ہے حق نے تجھے سب سے مرتبہ عالی　　　　کیا ہے سارے بڑے چھوٹوں کا تجھے سردار

رحمتہ للعالمین ہونا

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو رحمتہ للعالمین بنا کر بھیجا۔ اس رحمت عامہ میں مومن کافر اور ساری مخلوق شامل ہے اور مومنین کے لئے خاص طور پر رؤف و رحیم بنایا

خالق کائنات کا ارشاد ہے۔ "وما ارسلنک الا رحمتہ للعالمین"۔ عالمین عالم کی جمع ہے جس میں ساری مخلوقات انسان، جن، حیوانات، جمادات سب ہی داخل ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان سب چیزوں کیلئے رحمت ہونا اس طرح ہے کہ تمام کائنات کی حقیقی روح اللہ کا ذکر اور اس کی عبادت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جس وقت زمین سے یہ روح نکل جائے گی اور (ازروئے حدیث) زمین پر کوئی اللہ اللہ کہنے والا نہ رہے گا تو ان سب چیزوں کو موت یعنی قیامت آ جائیگی اور جب ذکر اللہ و عبادت کا ان سب چیزوں کی روح ہونا معلوم ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان سب چیزوں کے لئے رحمت ہونا خود بخود ظاہر ہو گیا۔ کیونکہ اس دنیا میں قیامت تک ذکر اللہ اور عبادت آپ ہی کے دم قدم اور تعلیمات سے قائم ہے۔
اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "انما انا رحمتہ مھداۃ" یعنی میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجی ہوئی رحمت ہوں۔ (اخرجہ ابن عساکر عن ابی ہریرۃ)
اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "انا رحمتہ مھداۃ برفع قوم وتخفض آخرین۔" یعنی میں اللہ کی بھیجی ہوئی رحمت ہوں تاکہ (اللہ کے حکم ماننے والی) ایک قوم کو سربلند کروں اور دوسری قوم (جو اللہ کے حکم ماننے والی نہیں) کو پست کر دوں۔ (ابن کثیر، کذافی معارف القرآن)
اسی حدیث پاک کی تشریح ملا علی قاری رحمتہ اللہ علیہ نے یوں فرمائی کہ "میں اللہ تعالیٰ کی وہ رحمت ہوں، جس کو اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو تحفہ کے طور پر عطا فرمایا ہے۔ جس نے اللہ تعالیٰ کا یہ ہدیہ قبول کیا وہ کامیاب ہو جائے گا اور جس نے قبول نہ کیا، وہ ذلیل اور خوار ہو گا۔ (مرقاۃ)
اسی عنوان سے دور حاضر کے محدث کبیر علامہ انور شاہ کاشمیری رحمتہ اللہ علیہ نے رحمت دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں جو منظوم خراج عقیدت پیش کیا ہے اس کے چند ایمان افروز اشعار ہدیہ ناظرین ہیں۔

اے آن کہ ہمہ رحمت مھداۃ قدیری — باراں صفت بحرسمت ابر مطیری
معراج تو کرسی شدہ و سبعہ سماوات — فرش قدمت عرش برین سدرہ سریری
برفرق جہاں پایہ پائے تو شدہ ثبت — ہم صدر کبیری تو و ہم بدر منیری
ختم رسل و نجم سبل صبح ہدایت — حقا کہ نذیری تو والحق کہ بشیری

۔ آدم بصف محشر و ذریت آدم در ظل لوایت کہ امامی و امیری

ترجمہ: اے وہ ذات جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدیہ رحمت ہے۔ بارش کی طرح، سمندر کی طرح بے پایاں اور برسنے والا بادل ہے۔

۔ آپ کی معراج کرسی اور سات آسمان اور عرش آپ کے قدم کے نیچے فرش اور آپ کا تخت سدرۃ المنتہیٰ ہوا۔

۔ سارے جہان کی پیشانی پر آپ کا قدم ثبت ہے۔ آپ سب سے بڑے صدر ہیں اور چودہویں رات کا چمکنے والا چاند بھی۔

۔ آپ خاتم الرسل ہیں، ہدایت کے ستارے ہیں، ہدایت کی صبح ہیں، حق یہ ہے کہ آپ نذیر بھی ہیں اور بشیر بھی۔

۔ حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی سب اولاد قیامت کے دن آپ کے جھنڈے کے تلے ہوں گے کہ آپ امام الانبیاء ہیں اور اس مقدس جماعت کے امیر بھی۔

اللھم صل وسلم اشرف الصلوٰۃ والتسلیم علی حبیبک سیدنا ونبینا محمد عبدک ورسولک النبی الامی نبی الرحمۃ الذی قلت فی حقہ وما ارسلنک الا رحمۃ للعالمین

اللہ تعالیٰ نے اپنے ناموں میں سے نام عطا فرمائے

رؤف اور رحیم اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں ہیں اور قرآن پاک میں یہ دونوں نام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے استعمال فرمائے گئے ہیں۔ علماء نے تیس سے اوپر اس طرح کے مشترکہ اسمائے مبارکہ ذکر کئے ہیں۔ لیکن جو نام اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں وہ اللہ کی شان الوہیت کے مطابق ہیں اور وہی اسماء جو اللہ تعالیٰ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہیں وہ آپ کی شان عبدیت کے مطابق ہیں۔

اللَّهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ أَشْرَفَ الصَّلٰوةِ وَالتَّسْلِيْمِ عَلٰى حَبِيْبِكَ سَيِّدِنَا وَنَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ الرَّؤُوفِ الرَّحِيْمِ الَّذِي قُلْتَ فِي حَقِّهِ: ﴿لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُوْلٌ مِنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَؤُوفٌ رَحِيْمٌ﴾.

(پ۱۱۔ التوبہ ۹ الایہ۔ ۱۲۸)

بات ہے ان کی رفعت شان میں روف ورحیم کہا قرآن میں
کون ہے ان سا کون و مکاں میں کہئے ان کو رحمت عالم
صلی اللہ علی محمد صلی اللہ علیہ وسلم

اللہ تعالیٰ نے آپ کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا

چنانچہ ارشاد ہے کہ "من یطع الرسول فقد اطاع اللہ"۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں

یارسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان آپ کا عالی مرتبہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس قدر اونچا ہوا کہ آپ کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا۔

اللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ أَشْرَفَ الصَّلٰوةِ وَالتَّسْلِيْمِ عَلٰى حَبِيْبِكَ سَيِّدِنَا وَنَبِيِّنَا مُحَمَّد عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ الرَّؤُوْفِ الرَّحِيْمِ الَّذِي قُلْتَ فِيْ حَقِّهِ: ﴿مَنْ يُطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ أَطَاعَ اللهَ﴾.

اللہ تعالیٰ نے آپ کی بیعت کو اپنی بیعت قرار دیا

ارشاد باری تعالے ہے "ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ"۔ یعنی بے شک جو لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کرتے ہیں (وہ حقیقت میں) اللہ تعالیٰ سے بیعت کرتے ہیں۔

اللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ أَشْرَفَ الصَّلٰوةِ وَالتَّسْلِيْمِ عَلٰى حَبِيْبِكَ سَيِّدِنَا وَنَبِيِّنَا مُحَمَّد عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ الَّذِي جَعَلْتَ مُبَايَعته عَيْنَ مُبَايَعَتِكَ حَيْثُ قُلْتَ فِيْ حَقِّهِ: ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللهَ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ﴾.

اللہ نے اپنے ساتھ اپنے رسول پر ایمان لانا لازم قرار دیا

ارشاد ہے کہ "یا ایہا الذین آمنوا آمنو باللہ و رسولہ" یعنی اے ایمان والو یقین لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر۔

اللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ أَشْرَفَ الصَّلٰوةِ وَالتَّسْلِيْمِ عَلٰى حَبِيْبِكَ سَيِّدِنَا وَنَبِيِّنَا مُحَمَّد عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ الَّذِي جَعَلْتَ الإِيْمَان بِهِ مَقْرُوْناً بالإِيْمَانِ بكَ حَيْثُ قُلْتَ فِيْ حَقِّهِ: ﴿يَا أَيُّها الَّذِيْنَ آمَنُوا آمِنُوا باللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ﴾.

آپ کا اتباع اللہ کی محبت کی علامت ہے

اللہ تعالیٰ نے آپ کے اتباع کو اپنی محبت کی علامت قرار دیا اور متبع کے لئے اپنے محبوب اور

محبّ ہونے کا موجب قرار دیا اور اس کے گناہوں کے معاف کر دینے کا اعلان فرما دیا۔ ارشاد ہے کہ "قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ" (الآیہ) یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت سے کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو میرا اتباع کرو، اللہ جل شانہ تمہیں محبوب بنالے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ تعالیٰ غفور و رحیم ہے۔

اللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ أَشْرَفَ الصَّلٰوةِ وَالتَّسْلِيْمِ عَلٰى حَبِيْبِكَ سَيِّدِنَا وَنَبِيِّنَا مُحَمَّد عَبْدِكَ وَرَسُولِكَ الَّذِي جَعَلْتَ اتِّبَاعَهُ مُوْجِباً لِمَحَبَّتِكَ حَيْثُ قُلْتَ فِيْ حَقِّهِ: ﴿قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللهَ فَاتَّبِعُوْنِي يحببكم الله﴾.

ان کا تتبع ہے وہ سعادت جس میں ہے اللہ کی چاہت
کیوں نہ کریں پھر انکی اطاعت وہ جو ہیں داعی اسلم تسلم
صلی اللہ علی محمد صلی اللہ علیہ وسلم

اللہ تعالیٰ کے نزدیک آپ کا علو شان

آپ اگرچہ زمانہ کے اعتبار سے آخر میں آئے لیکن انبیاء علیہم السلام کی میثاق میں آپ کو سب سے پہلے ذکر کیا گیا اور تمام انبیاء علیہم السلام سے آپ کی نبوت اور رسالت کی تصدیق کا عہد لیا گیا ارشاد ربانی ہے۔

﴿وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّيْنَ مِيثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِن نُوحٍ وَإِبْرَاهِيمَ﴾.

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وإِذْ أَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيِّيْنَ لَمَا آتيتُكُمْ مِّنْ كِتَاب وحِكْمَةٍ﴾.

علامہ تقی الدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

"آیت کریمہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو کچھ عظمت اور قدر و منزلت بیان کی گئی ہے وہ عیاں ہے اور اس میں بتایا گیا ہے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے زمانے میں مبعوث ہوں تو وہ تمہارے لئے بھی اللہ کے رسول ہیں۔ پس آپ کی رسالت اور نبوت حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر آخر قیامت تک تمام مخلوق کے لئے عام ہو گئی اور تمام انبیاء سابقین اور ان کی امتیں آپ کی امت میں شامل ہو گئیں۔ چنانچہ ارشاد نبوی ہے "بعثت الی الناس کافۃ" ۔ میں تمام لوگوں

کی طرف بھیجا گیا ہوں اور یہ آپ کے بعد قیامت تک آنے والے لوگوں کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ آپ سے پہلے جو لوگ گزرے ہیں ان کو بھی مشتمل ہے (مواہب)

غرض ابتداء آفرینش سے لے کر اختتام دنیا تک رشد وہدایت اسی شمع ہدایت سے تقسیم ہوئی اور پوری دنیا اور ساری مخلوق میں نور محمدی نے اجالا کیا اور اسی واحد ذریعہ سے نور ہدایت کی شعاع نمودار ہوئی۔

اللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ أَشْرَفَ الصَّلٰوةِ وَالتَّسْلِيْمِ عَلٰى حَبِيْبِكَ سَيِّدِنَا ونَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ الَّذِي أَخَذْتَ لَهُ العَهْدَ عَلٰى جَمِيْعِ الأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ حَيْثُ قُلْتَ فِيْ حَقِّهِ: ﴿وَإِذْ أَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَا آتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتَابٍ وحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُوْلٌ مُصَدِّق لما مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّه قال أأقررتم وأخذتم على ذلكم إصْرِي قالوا أقررنا﴾.

اللہ کے ذکر کے ساتھ آپ کا ذکر لازمی ہے

ایک حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "اذا ذکرت ذکرت معی" جب میرا ذکر کیا جائے گا تو اس کے ساتھ تمہارا ذکر بھی کیا جائے گا۔ چنانچہ جہاں بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر ہو گا وہاں سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر بھی ہو گا کلمہ طیبہ، اذان، اقامت، نماز سب جگہ آپ کا ذکر عالی ساتھ ساتھ مذکور ہے۔

اللہ تعالیٰ کے نام کی رفعت اور شہرت تو ظاہر ہے اور جو اس کے ساتھ مقرون ہو گا وہ رفعت و شہرت میں بھی آپ کے ساتھ ہو گا۔

سیرت مبارکہ شاہد ہے کہ رب کریم جل شانہ، نے اپنے حبیب و محبوب بندہ کا جس قدر اعزاز واکرام ظاہر فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بلند شان عبدیت میں اسی قدر ترقی فرماتے رہے

اللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ أَشْرَفَ الصَّلٰوةِ وَالتَّسْلِيْمِ عَلٰى حَبِيْبِكَ سَيِّدِنَا ونَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ الَّذِي قَرَنْتَ اسْمَه مَعَ اسْمِكَ حَيْثُ قُلْتَ فِيْ حَقِّهِ: ﴿وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ﴾.

ان کو خدا نے بخشی وہ رفعت ہے لک ذکرک جس کی شہادت
کلمہ اذاں ہو یا ہو اقامت اسم محمد سب میں ہے منضم
صلی اللہ علی محمد صلی اللہ علیہ وسلم

آپ اخلاق کے اعلیٰ پیمانہ پر ہیں

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب و محبوب فخر عالم سید الانبیاء و المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو جو ذاتی اخلاق اور محاسن جمیلہ عطا فرمائے ہیں مثلاً عدل و انصاف، جرأت و شجاعت، قناعت و تواضع، عفو و کرم، زہد فی الدنیا وغیرہ، جن میں دیگر انبیاء کرام بھی شریک ہیں، لیکن سیرت مبارکہ کے واقعات شاہد ہیں کہ ان فضائل میں کمال کا درجہ آپ ہی کا حصہ ہے کوئی آپ کے برابر نہیں۔ ارشاد ہے "وانک لعلی خلق عظیم"۔ یعنی آپ اخلاق کے اعلیٰ پیمانہ پر ہیں۔

اللَّهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ أَشْرَفَ الصَّلوةِ وَالتَّسْلِيْمِ عَلى حَبِيْبِكَ سَيِّدِنَا ونَبِيِّنَا مُحَمَّد عَبْدِكَ وَرَسُولِكَ الَّذِي أَكْرَمْتَه بِأَكْمَلِ الْخُلُقِ حَيْثُ قُلْتَ فِيْ حَقِّهِ: ﴿وَإِنَّكَ لَعَلى خُلُقٍ عَظِيْمٍ﴾.

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا خلق خود قرآن ہے یعنی آپ کے اخلاق تو بالکل موافق قرآن تھے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود باجود میں حق تعالیٰ نے تمام ہی اخلاق فاضلہ بدرجہ کمال جمع فرما دیئے تھے۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "بعثت لاتمم مکارم الاخلاق" یعنی مجھے اس کام کیلئے بھیجا گیا ہے کہ میں اعلیٰ اخلاق کی تکمیل کروں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

﴿مَا كَانَ مُحَمَّد أَبا أَحدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلكِنْ رَسُوْلَ اللّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ﴾.

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "انا خاتم النبیین لا نبی بعدی"

یعنی میں خاتم النبیین ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔

اللَّهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ أَشْرَفَ الصَّلوةِ وَالتَّسْلِيْمِ عَلى حَبِيْبِكَ سَيِّدِنَا ونَبِيِّنَا مُحَمَّد عَبْدِكَ وَرَسُولِكَ الَّذِي خَتَمْتَ بِهِ النُّبُوَّة والرِّسَالَة حَيْثُ قُلْتَ فِي حَقِّهِ: ﴿مَا كَانَ مُحَمَّد أَبَا أَحَدٍ مِنْ رِجَالِكُمْ وَلكِنْ رَسُوْل اللّهِ وَخَاتَم النَّبِيِّيْنَ﴾.

قرآں نے یہ بشارت دی ہے ان پہ نبوت ختم ہوئی ہے
اور نہیں اب کوئی نبی ہے۔ آپ ہی ہیں نبیوں کے خاتم
صلی اللہ علی محمد صلی اللہ علیہ وسلم

آپ کی بعثت مومنین پر اللہ کا احسان ہے

اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث فرمانے کو بطور احسان کے ذکر فرمایا۔ لیکن اس طرح دیگر انبیاء علیہم السلام کے بارہ میں نہیں فرمایا۔ ارشاد ہے کہ ﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ إِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلاً﴾.

یعنی اللہ تعالیٰ نے احسان کیا مومنین پر جو بھیجا۔ ان میں رسول ان ہی میں کا۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ أَشْرَفَ الصَّلٰوةِ وَالتَّسْلِيْمِ عَلٰى حَبِيْبِكَ سَيِّدِنَا وَنَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ الَّذِيْ مَنَّيْتَ عَلٰى عِبَادِكَ الْمُؤْمِنِيْنَ بِبَعْثَتِهِ فِيْهِمْ حَيْثُ قُلْتَ فِيْ حَقِّهِ: ﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ إِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلاً مِنْ أَنْفُسِهِمْ﴾.

آپ کا نبی امی ہونا معجزہ ہے

نبی امی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا خاص لقب ہے اور یہ لقب آپ کا تورات، انجیل اور تمام آسمانی کتابوں میں ذکر کیا گیا ہے۔ آپ کو نبی امی کیوں کہا جاتا ہے۔ اس میں علماء کے بہت سے اقوال ہیں۔ مشہور قول یہ ہے کہ امی ان پڑھ کو کہتے ہیں کہ جو لکھنا پڑھنا نہ جانتا ہو اور یہ چونکہ اہم ترین معجزہ ہے کہ جو شخص لکھنا پڑھنا نہ جانتا ہو وہ ایسا فصیح و بلیغ قرآن پاک لوگوں کو پڑھائے غالباً اس معجزہ کی وجہ سے کتب سابقہ میں بھی اس لقب کو ذکر کیا گیا ہے۔

یتیمے کہ ناکردہ قرآن درست　　کتب خانہ چند ملت بشست

ترجمہ: وہ یتیم کہ جس نے پڑھنا بھی نہ سیکھا ہو۔ اس نے کتنے ہی مذہبوں کے کتب خانے دھو دیئے ہیں، یعنی منسوخ کر دیئے۔

نگار من کہ بمکتب نہ رفت و خط نہ نوشت　　بغمزہ مسئلہ آموز صد مدرس شد

ترجمہ: یعنی میرا محبوب جو کبھی مکتب نہیں گیا۔ لکھنا بھی نہیں سیکھا وہ اپنے اشاروں سے سینکڑوں مدرسوں کا معلم بن گیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور ہونا

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے خود آپ کو نور فرمایا ہے ارشاد ہے کہ۔ "قد جاء کم من اللہ نور و کتاب مبین" (الآیہ)

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ أَشْرَفَ الصَّلٰوةِ وَالتَّسْلِيْمِ عَلٰى حَبِيْبِكَ سَيِّدِنَا وَنَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ

وَرَسُولِكَ الَّذِي جَعَلْتَهُ نُوراً حَيْثُ قُلْتَ: ﴿قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُوْر وَكِتَاب مُبِيْن﴾.

اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کا آپ پر ہمیشہ درود بھیجنا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ"ان اللہ ملائکتہ یصلون علی النبی"بیشک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں۔ ان پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) پر۔

عربی دان حضرات جانتے ہیں کہ آیت شریفہ کو لفظ "اِنَّ" کے ساتھ شروع فرمایا جو نہایت تاکید پر دلالت کرتا ہے اور صیغہ مضارع کے ساتھ ذکر فرمایا جو استمرار اور دوام پر دلالت کرتا ہے، یعنی یہ قطعی چیز ہے کہ اللہ اور اس کے فرشتے ہمیشہ درود بھیجتے رہتے ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر۔

صاحب روح البیان لکھتے ہیں کہ بعض علماء نے لکھا ہے کہ

اللہ کے درود بھیجنے کا مطلب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو مقام محمود تک پہنچانا ہے اور وہ مقام شفاعت ہے اور ملائکہ کے درود کا مطلب ان کی دعا کرنا ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیادتی مرتبہ کے لئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے لئے استغفار کرنا ہے اور مومنین کے درود کا مطلب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف جمیلہ کا تذکرہ اور تعریف۔

اللہ تعالیٰ نے یہ اعزاز و اکرام جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا ہے اس اعزاز سے بڑھا ہوا ہے جو حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ السلام کو فرشتوں سے سجدہ کرا کر عطا فرمایا تھا۔ اس لئےکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اعزاز و اکرام میں اللہ جل شانہ، خود بھی شریک ہیں۔ بخلاف حضرت آدم علیہ السلام کے اعزاز کے کہ وہاں صرف فرشتوں کو حکم فرمایا۔

یصلی علیہ اللہ جل جلالہ
بہذا بداللعالمین کمالہ

یعنی آپ پر تو خود اللہ جل جلالہ، درود بھیجتے ہیں۔ اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا شرف و کمال تمام جہان والوں پر ظاہر ہوتا ہے۔

اللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ أَشْرَفَ الصَّلٰوةِ وَالتَّسْلِيْمِ عَلٰى حَبِيْبِكَ سَيِّدِنَا وَنَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ

وَرَسُولِكَ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ الَّذِي أَمَرْتَ الْمُؤْمِنِيْنَ بِالصَّلٰوةِ والسَّلَامِ عَلَيْهِ فِي كِتَابِكَ فَبَدَأْتَ بِالصَّلٰوةِ عَلَيْهِ بِنَفْسِكَ وَثَنَّيْتَ بِمَلائِكَتِكَ فَقُلْتَ يَا مَنْ جَلَّ شَأْنُكَ: ﴿إِنَّ اللّٰهَ وَمَلائِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلىَ النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيْماً﴾.

جن پہ صلوٰۃ خدا کی ہو پیہم جس میں شریک ملک ہوں باہم
مومنو کیوں نہوں رطب لسان ہم کیوں نہ درود پڑھیں ہم ہردم
صلی اللہ علیٰ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

آپ سب سے اول شافع و مشفع ہوں گے

اللہ جل شانہ کے حبیب شافع محشر صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی اجازت سے شفاعت فرمائیں گے جو کہ کئی دفعہ اور کئی قسم کی ہوگی۔ جن میں اول بڑی شفاعت ہے جو تمام بنی آدم کے لئے ہوگی۔

تمہارے حرف شفاعت پہ عفو ہے عاشق اگر گناہ کو ہے خوف غصہ قہار
یہ سن کے آپ شفیع گناہ گاراں ہیں کئے ہیں میں نے اکٹھے گناہ کے انبار

اللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ أَشْرَفَ الصَّلٰوةِ وَالتَّسْلِيْمِ عَلٰى حَبِيْبِكَ سَيِّدِنَا وَنَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُولِكَ الَّذِي هُوَ أَوَّلُ شَافِعٍ وَأَوَّلُ مُشَفَّعٍ حَيْثُ قَالَ عَنْ نَّفْسِهِ: «أَنَا أَوَّلُ شَافِعٍ وَمُشَفَّعٍ».

حوض کوثر عطا فرمانے کی بشارت

ایک حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حوض کوثر کے متعلق فرمایا وہ ایک نہر جنت ہے جس کا میرے رب نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے جس میں خیر کثیر ہے۔

اللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ أَشْرَفَ الصَّلٰوةِ وَالتَّسْلِيْمِ عَلٰى حَبِيْبِكَ سَيِّدِنَا وَنَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُولِكَ صَاحِبِ الْحَوْضِ الْمَوْرُوْدِ الَّذِي قُلْتَ فِيْ حَقِّهِ: ﴿إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ﴾.

اللہ اللہ وہ ذات مطہر جس کو بخشا حق نے کوثر
کیوں نہ پڑھیں پھر درود ہم ان پر صلی اللہ علیہ وسلم
صلی اللہ علی محمد صلی اللہ علیہ وسلم

معجزہ شق القمر

سید الانبیاء فخر الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کے بے شمار معجزات ہیں ایک مشہور معجزہ شق القمر ہے کہ

ایک روشن رات میں کفار کے مطالبہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انگلی کے اشارہ سے چاند کے دو ٹکڑے کر دیئے جو دوسرے ملکوں میں بھی لوگوں نے دیکھ کر شہادت دی۔

ہوا اشارہ میں دو ٹکڑے جوں قمر کا جگر   کوئی اشارہ ہمارے بھی دل کے ہو جا پار

اللَّهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ أَشْرَفَ الصَّلٰوةِ وَالتَّسْلِيْمِ عَلٰى حَبِيْبِكَ سَيِّدِنَا ونَبِيِّنَا مُحَمَّد عَبْدِكَ وَرَسُولِكَ الَّذِي شَقَّ الْقَمَرُ بِإِشَارَتِهِ.

ان کی ادائے حسن کے مارے چاند ہوا شق جن کے اشارے
اور کہیں کیا ہم بے چارے ایسے ہیں وہ نیرّ اعظم
صلی اللہ علیٰ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

ایک ماہ کی مسافت تک آپ کے رعب کا اثر

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے متعلق فرمایا کہ ایک ماہ کی مسافت تک کا رعب دے کر میری مدد فرمائی گئی (یعنی آپ کا رعب ایک ماہ کی مسافت تک محسوس کیا جاتا تھا) (بخاری مسلم)

اللَّهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ أَشْرَفَ الصَّلٰوةِ وَالتَّسْلِيْمِ عَلٰى حَبِيْبِكَ سَيِّدِنَا ونَبِيِّنَا مُحَمَّد عَبْدِكَ وَرَسُولِكَ الَّذِي نُصر بالرُّعْبِ مَسِيْرة شَهر حَيْثُ قَال عَن نَفْسِهِ: «ونصرت بِالرُّعبِ بَيْنَ يَدَي مَسِيرَةَ شهرٍ».

جن کا رعب اک ماہ کی دوری جن کو ہے ہر وقت حضوری
جن کی ہوئی ہر چاہت پوری انسانوں کے محسن اعظم
صلی اللہ علیٰ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

بیت المقدس میں تمام انبیاء کرام کی امامت

شب معراج میں تمام انبیاء کرام علیہم السلام بیت المقدس شریف میں جمع تھے اور حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو امامت کے لئے آگے بڑھایا اور تمام انبیاء علیہم السلام نے آپ کی اقتدا کی۔

اللَّهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ أَشْرَفَ الصَّلٰوةِ وَالتَّسْلِيْمِ عَلٰى حَبِيْبِكَ سَيِّدِنَا ونَبِيِّنَا مُحَمَّد عَبْدِكَ وَرَسُولِكَ الَّذِي أَكْرَمْتَهُ بِإِمَامَةِ الْأَنبِيَاءِ حَيْثُ قَالَ عَنْ نَفْسِه: «فَجُمِعَ لِيَ الْأَنْبِيَاءُ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ فَقَدَّمَني جِبْرِيْلُ حتَّى أَمَمْتُهُمْ».

اقصیٰ میں نبیوں کی جماعت آپ نے کی ساروں کی امامت
آپ کی یہ اللہ رے وجاہت صلی اللہ علیہ وسلم
صلی اللہ علیٰ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

آپ ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے بارے میں فرمایا کہ آپ تو ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں دیکھئے اس میں کس قدر محبت کے انداز میں حفاظت کا یقین دلایا گیا ہے۔

اللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ أَشْرَفَ الصَّلٰوةِ وَالتَّسْلِيْمِ عَلٰى حَبِيْبِكَ سَيِّدِنَا ونَبِيِّنَا مُحَمَّد عَبْدِكَ وَرَسُولِكَ الَّذِي تَكَفَّلْتَ بِحِفْظِهِ حَيْثُ قُلْتَ: ﴿واصْبِر لِحُكْمِ رَبِّكَ فَإِنَّكَ بِأَعْيننَا﴾.

مقام محمود کا اعزاز

مقام محمود کے متعلق جو تفاسیر احادیث میں علماء سے منقول ہیں ان سب کا حاصل اور اس مقام کا منظر اس طرح ہے کہ قیامت کے روز عرش کے دائیں جانب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک کرسی ہوگی جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم رونق افروز ہوں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جنت کا سبز جوڑا پہنایا جائے گا۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک میں حمد کا جھنڈا تھمایا جائے گا اور اس شان پر اولین و آخرین سب کو رشک ہو گا اور یہی شفاعت کبریٰ کا وقت ہو گا۔ جس سے تمام مخلوق کے ساتھ انبیاء بھی مستفید ہوں گے۔

اللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ أَشْرَفَ الصَّلٰوةِ وَالتَّسْلِيْمِ عَلٰى حَبِيْبِكَ سَيِّدِنَا ونَبِيِّنَا مُحَمَّد عَبْدِكَ وَرَسُولِكَ صَاحِبِ الْمَقَام الْمَحْمُودِ الَّذِيْ قُلْتَ فِي حَقِّهِ: ﴿عَسَىٰ أَن يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَاماً مَحْمُوْداً﴾.

حق نے دی ان کو یہ بلندی عرش کے داہنی جانب کرسی
ہے شان ”محمود“ یہ ان کی، ان کی شفاعت امر مسلم
صلی اللہ علیٰ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

جنت کی کیاری

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر شریف اور گھر کا درمیانی حصہ جنت کی کیاری ہے

اللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ أَشْرَفَ الصَّلٰوةِ وَالتَّسْلِيْمِ عَلٰى حَبِيْبِكَ سَيِّدِنَا ونَبِيِّنَا مُحَمَّد عَبْدِكَ وَرَسُولِكَ الَّذِي قَالَ: «مَا بَيْنَ بَيْتِي وَمِنْبَرِي رَوْضَة مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ».

ہے یہ خدائے پاک کی رحمت اللہ رے اعجاز محبت
بیت سے تا منبر ہے جنت ان کی رفعت شان مسلم
صلی اللہ علیٰ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جوامع الکلم ہونا

آپ صلی اللہ علیہ وسلم باوجود امی ہونے کے مختصر الفاظ مبارکہ میں وسیع مفہوم بیان فرماتے ہیں جس پر احادیث کا ذخیرہ شاہد عدل ہے۔

اللَّهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ أَشْرَفَ الصَّلٰوةِ وَالتَّسْلِيْمِ عَلٰى حَبِيْبِكَ سَيِّدِنَا وَنَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُولِكَ الَّذِي أُعطِي جَوَامِعِ الكَلِمْ حَيْثُ قَالَ عَنْ نَفْسِهِ: «أُعطِيتُ جَوَامِعَ الكَلِمْ».

ان پہ کھلا ہے باب فصاحت حسن ایجاز ان کی بلاغت
دریا ہے بس انکی سلاست صاحب قرآن آیت محکم
صلی اللہ علیٰ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

آپ کا غیب کی باتوں پر مطلع ہونا

آپ کو اللہ تعالیٰ نے بہت سی غیب کی باتوں پر مطلع فرمایا اور آپ نے سچی پیشینگوئیاں کیں مثلاً سفر ہجرت مبارکہ میں حضرت سراقہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ میں کسریٰ کے کنگن تیرے ہاتھ میں دیکھ رہا ہوں جسے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اپنے دور خلافت میں ان کے ہاتھ میں دیکھ کر مسرور ہوئے کہ میرے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی پوری ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کانے دجال کے متعلق پیشین گوئی فرمائی کہ اس کی پیشانی پر لفظ کافر لکھا ہوا ہے۔

اللَّهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ أَشْرَفَ الصَّلٰوةِ وَالتَّسْلِيْمِ عَلٰى حَبِيْبِكَ سَيِّدِنَا وَنَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُولِكَ الَّذِي أَطْلَعْتَه عَلٰى كَثِيْرٍ مِمَّا سَيَقَعُ حَيْثُ أَخْبَرَ عَنِ الدَّجَّالِ الْأَعْوَرِ فَقَالَ: «وَمَكْتُوب بَيْنَ عَيْنَيْهِ ك. ف. ر».

غیب کی بات بتانے والے خوش خبری کے سنانے والے
امت کو جتلانے والے سب سے اشرف سب سے اکرم
صلی اللہ علیٰ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

آپ کو زمین کے خزانوں کی چابیاں دی گئیں

جیسا کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ "وانی قد اتیت بمفاتح خزائن الارض"

زیر قدم دنیا کے خزانے آپ رہے ان سے بیگانے
فقر کی عظمت تھے پہچانے احسن و اعلیٰ اکمل و افخم
صلی اللہ علیٰ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

قرآن کریم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ابدی معجزہ

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات مبارکہ میں قرآن کریم سب سے بڑا اور ایسا معجزہ ہے جو ابدی ہے۔

اللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ أَشْرَفَ الصَّلٰوةِ وَالتَّسْلِيْمِ عَلٰى حَبِيْبِكَ سَيِّدِنَا وَنَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ الَّذِيْ أُنْزِلَ عَلَيْهِ الْقُرْآنُ مُعْجِزَةً أَبَدِيَّةً إِلٰى يوم الدِّيْنِ.

قرآں ہے ان کا معجزہ ابدی جس کو سن کے عرب ہیں لاٰلی
لفظ ہیں در معنی ہیں لاٰلی مخبر صادق ھادی اعظم
صلی اللہ علیٰ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

آپ کی غایت عظمت اور غایت شرافت

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب و محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی غایت شرافت کی وجہ سے نام لیکر نہیں خطاب کیا علماء نے لکھا ہے کہ

آیت شریفہ ان اللہ و ملائکتہ الآیہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی کے لفظ کے ساتھ تعبیر کیا۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لفظ سے تعبیر نہیں کیا۔ دیگر مقامات پر بھی رسول اور دیگر القاب سے پکارا جبکہ اور انبیاء علیہم السلام کو ان کے اسماء کے ساتھ ذکر فرمایا ہے۔ جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی غایت عظمت اور غایت شرافت کی وجہ سے ہے اور ایک جگہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ السلام کے ساتھ آیا تو ان کو تو ان کے نام کے ساتھ ذکر کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی کے لفظ کے ساتھ جیسا کہ "ان اولی الناس بابراھیم للذین اتبعوہ وھذا النبی" میں ہے اور جہاں کہیں نام مبارک لیا گیا۔ وہ

خصوصی مصلحت کے وجہ سے لیا گیا ہے۔ علامہ سخاوی رحمتہ اللہ علیہ نے اس مضمون کو تفصیل سے لکھا ہے۔ (فضائل درود شریف)

نام لے کر خطاب کرنے سے منع فرمانا

مومنین کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لیکر خطاب کرنے سے منع فرما دیا اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے۔ ﴿لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضاً﴾.

یعنی جب تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مخاطب ہو تو عام لوگوں کی طرح آپ کا نام لے کر "یا محمد" نہ کہو کہ بے ادبی ہے بلکہ تعظیمی القاب کے ساتھ یا رسول اللہ، یا نبی اللہ وغیرہ کہا کرو۔ اس کا حاصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر کا مسلمانوں پر واجب ہونا ہے۔ چنانچہ آخر آیت میں اس پر متنبہ کیا گیا ہے کہ اس کے خلاف کوئی کام بے ادبی کا کیا گیا (مثلاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے زور سے بولنا وغیرہ) تو سارے اعمال حبط اور برباد ہو جائیں گے۔ بہت ہی سخت وعید ہے۔

آپ کا ادب کرنے کی غیر معمولی اہمیت

اللہ جل شانہ، کے نزدیک حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب و احترام کی اتنی اہمیت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں بلکہ آپ کے سامنے آپس میں بلند آواز سے بولنے پر حبط اعمال کی وعید آئی ہے۔ اور ادب کے ساتھ پست آواز رکھنے والوں کو حقیقی متقی قرار دیا ہے۔

اللَّهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ أَشْرَفَ الصَّلٰوةِ وَالتَّسْلِيْمِ عَلٰى حَبِيْبِكَ سَيِّدِنَا وَنَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ الَّذِي نَهَيْتَ الْمُؤْمِنِيْنَ أَنْ يَرْفَعُوا أَصْوَاتَهُمْ فَوْقَ صَوْتِه حَيْثُ قُلْتَ فِيْ حَقِّهِ:
﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوْا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ﴾.

اہل ایماں کو ادب سکھایا لاترفعوا کا حکم سنایا
خوب ان کا اعزاز بڑھایا صل علی وہ حسن مجسم
صلی اللہ علیٰ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

واقعہ معراج شریف

رسول خدا اشرف انبیاء   کہ عرش مجیدش بود متکا

من جملہ کمالات نبویہ عظیم الشان کے ایک یہ واقعہ ہے کہ جو مکہ میں بقول زہری سن ۵ نبوت کے بعد ہوا (کذا قالہ النووی) جسکے راوی اتنے صحابی ہیں۔ حضرت عمر۔ حضرت علی۔ حضرت ابن مسعود۔ حضرت ابن عباس۔ حضرت ابن عمر۔ حضرت ابن عمرو۔ حضرت ابی بن کعب حضرت ابو ہریرہ۔ حضرت انس۔ حضرت جابر۔ حضرت بریدہ۔ حضرت سمرہ بن جندب۔ حضرت حذیفہ بن الیمان۔ حضرت شداد بن اوس۔ حضرت صہیب۔ حضرت مالک بن صعصعہ۔ حضرت ابی امامہ۔ حضرت ابو ایوب۔ حضرت ابو حبہ۔ حضرت ابو ذر۔ حضرت ابو سعید خدری۔ حضرت ابو سفیان بن حرب۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین مردوں میں سے اور حضرت عائشہ۔ حضرت اسماء بنت ابی بکر۔ حضرت ام ہانی۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن اجمعین عورتوں میں سے اور ان کے سوا اور بھی۔ (نشر الطیب)

اس عظیم الشان واقعہ کے متعلق قرآن پاک میں ہے:

﴿سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَىٰ بِعَبْدِهِ لَيْلاً مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الأَقْصَى الَّذِيْ بَارَكْنَا حَوْلَه لِنُرِيَه مِنْ آيَاتِنَا إِنَّهُ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْر﴾.

ترجمہ پاک ذات ہے وہ جو لے گیا اپنے بندہ کو راتوں رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک جس کو گھیر رکھا ہے ہماری برکت نے تاکہ دکھلائیں اس کو کچھ اپنی قدرت کے نمونے وہی ہے سننے والا دیکھنے والا۔

معراج شریف کے واقعہ کی تفصیل بہت طویل ہے جو کہ مشہور خاص و عام ہے۔ اختصار کے پیش نظر یہاں درج نہیں کی جاتی، لیکن اس کی اہمیت میں قاضی عیاض رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل میں معراج کی کرامت (معجزہ) بہت ہی اہمیت رکھتی ہے اور بہت سے فضائل کو شامل ہے مثلاً اللہ جل شانہ، سے سرگوشی اللہ تعالیٰ شانہ، کی زیارت انبیاء کرام کی امامت اور سدرۃ المنتہیٰ تک تشریف بری" لقد رایٰ من آیات ربہ الکبریٰ" کہ اس جگہ اللہ جل شانہ، کی بڑی بڑی نشانیوں کی سیر۔ یہ معراج کا قصہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے ہے اور اس قصہ میں جتنے درجات

رفیعہ جن پر قرآن پاک اور احادیث صحیحہ میں روشنی ڈالی گئی ہے۔ یہ سب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات ہیں۔"

خدا کے طالب دیدار حضرت موسیٰ
تمہارا لیجے خدا آپ طالب دیدار
کہاں بلندی طور اور کہاں تری معراج
کہیں ہوئے ہیں زمیں آسماں بھی ہموار

اس سلسلہ میں دو روایتوں پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

روایت۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس شب معراج میں براق حاضر کیا گیا تو وہ سوار ہونے کے وقت شوخی کرنے لگا جبریل علیہ السلام نے فرمایا کیا تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ ایسا کرتا ہے تجھ پر تو ایسا کوئی شخص سوار ہی نہیں ہوا ہے جو ان سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مکرم ہو پس وہ (شرم سے) پسینہ پسینہ ہو گیا (کذافی سنن الترمذی)

روایت۔ امام احمد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب آپ (شب معراج میں) بیت المقدس میں تشریف لائے نماز پڑھنے کھڑے ہوئے تو تمام انبیاء آپ کے ہمراہ (مقتدی) ہو کر جیسا کہ مسلم میں ابن مسعود کی روایت میں حضور کا ارشاد ہے "فامتہم" نماز پڑھنے لگے اور ابو سعید کی روایت میں ہے کہ بیت المقدس میں داخل ہو کر فرشتوں کے ساتھ نماز ادا کی (یعنی فرشتے بھی مقتدی تھے) پھر انبیاء علیہم السلام کی ارواح سے ملاقات ہوئی اور سب نے حق تعالیٰ کی ثنا کے بعد اپنے اپنے فضائل بیان کئے جب حضور کے خطبہ کی نوبت آئی جس میں آپ نے اپنا رحمتہ للعالمین ہونا اور مبعوث الیٰ کافتہ الناس ہونا اور اپنی امت کا خیر الامم وامتہ وسط ہونا اور اپنا خاتم النبیین ہونا بھی بیان فرمایا اس کو سن کر ابراہیم علیہ السلام نے سب انبیاء علیہم السلام کو خطاب کر کے فرمایا کہ "بہذا فضلکم محمدؐ" یعنی ان ہی فضائل سے محمد تم سب سے بڑھ گئے اور ابراہیم علیہ السلام کا یہ ارشاد بزار اور حاکم نے بھی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

(کذافی المواہب)

وہ چلے براق پہ جس گھڑی تو زمین کے بعد ہوا میں تھے
رہی پیچھے تھک کے ہوا ادھر تو ہوا سے بڑھ کے فضا میں تھے
ہوئی دم زدن میں فضا بھی طے تو فضا سے بڑھ کے سما میں تھے
کشش اور بڑھ گئی عشق کی تو سما سے قرب خدا میں تھے
تو ملک پکارے کہ مصطفیٰ بلغ العلی بکمالہ۔

اور

عرش بریں پر ان کو بلایا ثم دنیٰ سے قرب بڑھایا
جلوہ رخ پھر ان کو دکھایا۔ صلی اللہ علیہ وسلم
صلی اللہ علیٰ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

من القصيدة

سَرَيْتَ مِنْ حَرَمٍ لَيْلاً إِلَى حَرَمٍ ۔ كَمَا سَرَى الْبَدْرُ فِيْ دَاجٍ مِّنَ الظُّلَمِ
وَبِتَّ تَرْقَى إِلَى أَنْ نِّلْتَ مَنْزِلَةً ۔ مِنْ قَابَ قَوْسَيْنِ لَمْ تُدْرَكْ وَلَمْ تُرَمِ
وَقَدَّمَتْكَ جَمِيْعُ الْأَنْبِيَاءِ بِهَا ۔ وَالرُّسُلِ تَقْدِيْمَ مَخْدُومٍ عَلَى خَدَمِ
وَأَنْتَ تَخْتَرِقُ السَّبْعَ الطِّبَاقَ بِهِمْ ۔ فِيْ مَوْكَبٍ كُنْتَ فِيْهِ صَاحِبَ الْعَلَمِ
حَتَّى إِذَا لَمْ تَدَعْ شَأْواً لِمُسْتَبِقٍ ۔ مِنَ الدُّنُوِّ وَلاَ مَرْقاً لِمُسْتَنِمِ
خَفَضْتَ كُلَّ مَكَانٍ بِالإِضَافَةِ إِذْ ۔ نُوْدِيْتَ بِالرَّفْعِ مِثْلَ الْمُفْرَدِ الْعَلَمِ
كَيْمَا تَفُوْزُ بِوَصْلٍ أَيِّ مُسْتَتِرٍ ۔ عَنِ الْعُيُوْنِ وَسِرٍّ أَيِّ مُكْتَتَمِ

ترجمہ ۔ آپ ایک شب میں حرم شریف مکہ سے حرم محترم مسجد اقصیٰ تک (باوجودیکہ ان میں فاصلہ چالیس روز کے سفر کا ہے) ایسے (ظاہر و باہر و تیز رو کمال نورانیت و ارتفاع کدورت کے ساتھ) تشریف لے گئے جیسا کہ بدر تاریکی کے پردہ میں نہایت درخشانی کے ساتھ جاتا ہے

۔ اور آپ نے بحالت ترقی رات گزاری اور یہاں تک ترقی فرمائی کہ ایسا قرب الٰہی حاصل کیا جس پر مقربان درگاہ خداوندی سے کوئی نہیں پہنچایا گیا تھا بلکہ اس مرتبہ کا بغایت رفعت کسی نے قصد بھی نہیں کیا تھا۔

۔ اور آپ کو مسجد بیت المقدس میں تمام انبیاء و رسل نے اپنا امام و پیشوا بنایا جیسا مخدوم خادموں

کا امام و پیشوا ہوتا ہے۔

۔ اور (من جملہ آپ کی ترقیات کے یہ امر ہے کہ) آپ سات آسمانوں کو طے کرتے جاتے تھے جو ایک دوسرے پر ہے ایسے لشکر ملائکہ میں (جو بلحاظ آپ کی عظمت و شان و تالیف قلب مبارک آپ کے ہمراہ تھا اور) جس کے سردار اور صاحب علم آپ ہی تھے

۔ (آپ رتبہ عالی کی طرف برابر ترقی کرتے رہے اور آسمانوں کو برابر طے کرتے رہے) یہاں تک کہ جب آگے بڑھنے والے کی قرب و منزلت کی نہایت نہ رہی اور کسی طالب رفعت کے واسطے کوئی موقع ترقی کا نہ رہا تو

۔ (جس وقت آپ کی ترقیات نہایت درجہ کو پہنچ گئیں تو) آپ نے ہر مقام انبیاء کو یا ہر صاحب مقام کو بہ نسبت اپنے مرتبہ کے جو خداوند تعالیٰ سے عنایت ہوا پست کر دیا جب کہ آپ اُدنُ کہہ کر واسطے ترقی مرتبہ کے مثل یکتا اور نامور شخص کے پکارے گئے

۔ (یہ ندا یا محمد کی اس لئے تھی) تاکہ آپ کو وہ وصل حاصل ہو جو نہایت درجہ آنکھوں سے پوشیدہ تھا (اور کوئی مخلوق اس کو دیکھ نہیں سکتی) اور تاکہ آپ کامیاب ہوں اس اچھے بھید سے جو غایت مرتبہ پوشیدہ ہے (عطر الوردہ)

حضرت جبرائیل علیہ السلام کا بیان

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتی ہیں اور آپ جبرائیل علیہ السلام سے حکایت فرماتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ

میں تمام مشارق و مغارب میں پھرا سو میں نے کوئی شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل نہیں دیکھا اور نہ کوئی خاندان بنی ہاشم سے افضل دیکھا

آفا قہا گر دیدہ ام — مہر بتاں ور زیدہ ام
بسیار خوباں دیدہ ام — لیکن تو چیزے دیگری

من القصیدة

مُحَمَّد سَيِّدُ الْكَوْنَيْنِ والثَّقَلَيْنِ — وَالْفَرِيْقَيْنِ مِنْ عَرْبٍ وَمِن عَجم
فَانْسُبْ إِلٰى ذَاتِه مَا شِئْتَ مِنْ شَرَفٍ — وَانْسُبْ إِلٰى قَدْرِهِ مَا شِئْتَ مِنْ عِظَم
فَإِنَّ فَضْلَ رَسُوْلِ اللهِ لَيْسَ لَه حَد — فَيُعْرِبُ عَنْه نَاطِق بِفَم

فَمَبْلَغُ الْعِلْمِ فِيْهِ أَنَّه بَشَر وَأَنَّه خَيْرُ خَلْقِ اللّٰهِ كُلِّهِم

ترجمہ: آپ اسم بامسمّیٰ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ جو سردار ہیں دنیاو آخرت کے جن وانس کے اور ہر دو فریق عرب وعجم کے اور آپ کی ذات بابرکات کی طرف جو خوبیاں باستثنائے مرتبہ الوہیت تو چاہے منسوب کر دے وہ سب قابل تسلیم ہوں گی اور آپ کی قدر عظیم کی طرف جو بڑائیاں تو چاہے نسبت کر دے سب صحیح ہوں گی۔ کیونکہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضل کی کوئی حدو نہایت نہیں ہے کہ کوئی بیان کرنے والا ان کو بذریعہ اپنی زبان کے بیان کر سکے۔ پس نہایت ہمارے فہم اور علم کی یہ ہے کہ آپ بشر عظیم القدر ہیں اور یہ کہ آپ تمام خلق اللہ انسان و ملائکہ وغیرہ سے بہتر ہیں۔

يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِماً أَبَداً عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِم

لقد جآءكم رسولٌ
مّن انفسكم عزيزٌ عليه
ما عنتّم حريصٌ عليكم
بالمؤمنين رؤفٌ رّحيمٌ

تیرہویں مجلس کی خوشبوئیں

رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پر شفقت

گزشتہ اوراق میں تو اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ خصائص اور ذاتی جمال و کمال کا بیان ہوا جس کا تقاضا ہے کہ ایسی ذات اقدس سے والہانہ محبت ہو۔ لیکن اللہ کریم نے اپنے حبیب کو عطا و احسان کی صفت بھی کمال درجہ کی عطا فرمائی۔ اور ہمارے لئے ہمدردی، دل سوزی اور ہماری بھلائی کی حرص بھی عطا کی۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی اس شان میں فرماتے ہیں:

﴿لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُوْل مِنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْص عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَؤُوفٌ رَحِيْم﴾.

ترجمہ: (اے لوگو) تمہارے پاس ایک ایسے پیغمبر تشریف لائے ہیں۔ جو تمہاری جنس سے ہیں۔ جن کو تمہاری مضرت کی بات نہایت گراں گزرتی ہے اور وہ تمہارے فائدے کے بہت ہی آرزومند ہیں اور تمہاری خیر خواہی اور نفع رسانی کی خاص تڑپ ان کے دل میں ہے۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام جہاں کے اس قدر خیر خواہ ہیں تو خاص ایمانداروں کے حق میں ظاہر ہے کہ کس قدر شفیق اور مہربان ہوں گے۔ اسی لئے "بالمومنین روف رحیم" فرمایا گیا کہ مومنین کے ساتھ تو بہت ہی شفقت کرنے والے اور بہت رحم کرنے والے ہیں اور دوسری جگہ فرمایا گیا ہے کہ "النبی اولی بالمومنین من انفسہم" یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مسلمانوں کے ساتھ ان کے نفوس (جانوں) سے بھی زیادہ تعلق ہے۔

یہاں اس بارے میں چند روایات بیان کی جاتی ہیں۔

۱۔ تمام رات کا آرام قربان کر دیا

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار تمام رات ایک ہی آیت پڑھتے رہے حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ وہ آیت یہ تھی

﴿إِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾.

ترجمہ: اگر آپ ان کو (میری امت کو) عذاب دیں تو وہ آپ کے بندے ہیں (آپ کو اس کا ہر طرح کا اختیار ہے) اور آپ ان کی مغفرت فرمائیں (تو آپ کے نزدیک کچھ مشکل کام نہیں) آپ زبردست ہیں اور حکمت والے ہیں۔

اس میں امت کی مغفرت کی درخواست کرنا ظاہر ہے۔

دیکھئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی امت کے ساتھ کتنی زیادہ شفقت ہے کہ تمام رات کا آرام اپنی امت پر قربان کر دیا اور ان کے لئے دعا مانگتے رہے اور سفارش فرماتے رہے۔ کون ایسا بے حس ہو گا کہ اتنی زیادہ شفقت کا حال سن کر بھی عاشق نہ ہو جائے۔

۲۔ امت کو دوزخ سے بچانے کا اہتمام

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری (اور تمہاری) حالت اس شخص کی سی ہے کہ جیسے کسی نے آگ روشن کی اور اس پر پروانے گرنے لگے اور وہ ان کو ہٹاتا ہے۔ مگر وہ اس کی نہیں مانتے اور آگ میں گھسے پڑتے ہیں۔ اسی طرح میں تمہاری کمر پکڑ پکڑ کر آگ سے ہٹاتا ہوں۔ (کہ دوزخ میں لے جانے والی چیزوں سے روکتا ہوں) اور تم اس میں گھسے جاتے ہو۔ (روایت کیا اس کو بخاری نے)

ف: دیکھئے اس حدیث سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دوزخ سے اپنی امت کو بچانے کا کتنا اہتمام معلوم ہوتا ہے۔ یہ محبت نہیں تو کیا ہے اگر ہم کو ایسی محبت والے سے محبت نہ ہو تو افسوس ہے۔

۳۔ بخشش کی منظوری پر خوشی

حضرت عباس بن مرداس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے اپنی امت کے لئے عرفہ کی شام کو مغفرت کی دعا کی۔ جو اس طرح قبول ہوئی کہ سب گناہوں کی مغفرت کرتا ہوں بجز حقوق العباد کے، ظالم سے مظلوم کے حقوق ضرور وصول کروں گا۔

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے دعا کی "اے رب اگر آپ چاہیں تو مظلوم کو اس کے حق کا عوض جنت سے دے کر ظالم کو بخش دیں۔" اس شام کو یہ دعا منظور نہیں ہوئی۔ جب مزدلفہ میں صبح ہوئی، پھر دعاء کی، منظور ہو گئی۔ سو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خندہ یا تبسم فرمایا۔ ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما نے عرض کیا کہ "ہمارے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ اس وقت تو کوئی ہنسنے کا موقع معلوم نہیں ہوتا۔ کس سبب سے آپ ہنستے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ہمیشہ ہنستا ہوا رکھے۔" آپ نے فرمایا کہ عدو اللہ ابلیس کو جب معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے میری دعا قبول کر لی اور میری امت کی مغفرت فرما دی تو خاک لے کر سر پر ڈالنے لگا اور ہائے واویلا کرنے لگا۔ سو اس کی گھبراہٹ کو دیکھ کر ہنسی آ گئی۔ (مشکوٰۃ)

ف۔ لمعات میں ہے کہ مراد اس سے وہ حقوق العباد ہیں جن کے ایفاء کا قصد مصمم ہو، مگر ایفاء سے عاجز ہو گیا۔ حق تعالیٰ خصماء کو قیامت میں راضی فرما دیں گے۔

ف۔ غور کر کے دیکھو، آپ کو اس قانون کی منظوری لینے میں کس قدر فکر اور تکلیف ہوئی ہے۔ کیا اب بھی قلب میں آپ کی محبت کا جوش نہیں اٹھتا۔

۴۔ ہم آپ کو راضی کر دیں گے

اے میرے حبیب آپ کیوں روتے ہیں ہم آپ کو راضی کر دیں گے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ آیتیں پڑھیں جن میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعائیں اپنی اپنی امت کے لئے مذکور ہیں اور (دعا کے لئے) اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور عرض کیا "اے اللہ میری امت، میری امت" حق تعالیٰ نے فرمایا، اے جبرائیل، محمد کے پاس جاؤ اور یوں تو تمہارا پروردگار جانتا ہی ہے اور ان سے پوچھو کہ آپ کے رونے کا سبب کیا ہے۔ انہوں نے آپ سے پوچھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو

کچھ کہا تھا۔ ان کو بتلایا یعنی اپنی امت کی فکر۔ حق تعالیٰ نے جبرائیل علیہ السلام سے فرمایا محمد کے پاس جاؤ اور کہو کہ ہم آپ کو آپ کی امت کے معاملہ میں خوش کر دیں گے اور رنج نہ دیں گے۔

۵۔ آپ کبھی بھی خوش نہ ہوں گے اگر.........:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ: آپ تو کبھی بھی خوش نہ ہوں گے۔ اگر آپ کی امت میں سے ایک آدمی بھی دوزخ میں رہے (درمنثور) اور اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے آپ کے خوش کرنے کا تو انشاء اللہ تعالیٰ آپ کا ایک امتی بھی دوزخ میں نہ رہے گا۔

اے مسلمانو! یہ سب دولتیں اور نعمتیں جس ذات کی برکت سے نصیب ہوئیں اگر ان سے محبت نہ کرو گے تو کس سے کرو گے۔ (ماخوذ از نشر الطیب و حیوۃ المسلمین)

ے نہ آخر رحمتہ للعالمینی
ز محروماں چرا غافل نشینی (مولانا جامی)

ترجمہ: یعنی آپ یقیناً رحمتہ للعالمین ہیں۔ ہم حرمان نصیبوں اور ناکامان قسمت سے کیسے تغافل فرما سکتے ہیں۔

يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِماً أَبَداً عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِم

لا ترفعوا اصواتکم
فوق صوت النبی

چودھویں مجلس کی خوشبوئیں
حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم
اور
تعظیم و توقیر میں صحابہ کا عمل

۱۔ آپ کی شان محبوبیت

یہاں ایسی محبت کا بیان کیا جاتا ہے جس کا سبب ایمان ہے۔ یہ محبت سب محبتوں پر غالب، سب سے زیادہ گہری اور ایسی ضروری ہے کہ اس کے بغیر دوسری قسم کی محبت کا اعتبار نہیں۔ اس محبت کی تعریف میں اختلاف ہے۔ بعض حضرات اس کو حب ایمانی یا حب عقلی اور بعض اسے حب طبعی قرار دیتے ہیں لیکن یہ سب لفظی اختلاف اور تعبیرات کا فرق ہے۔

عِبَارَاتُنَا شَتّٰی وَحُسْنُكَ وَاحِد
وَكُلّ إِلٰى ذَاكَ الْجَمَالِ يُشِيْر

اور شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی رحمتہ اللہ علیہ کے بیان سے اس کا حب طبعی ہونا ظاہر ہوتا ہے۔ (حضرت کے ارشادات انشاء اللہ آگے درج کئے جائیں گے) وہ اس کو کمال ایمان کے لئے ہی نہیں بلکہ نفس ایمان کے لئے ضروری قرار دیتے ہیں اور دیگر اسباب محبت جو گزشتہ اوراق میں گزرے ہیں۔ ان سے اس محبت کا ظہور ہوتا ہے اور جلاء ہوتی ہے اور اس کے ثمرات اور نتائج بر آمد ہوتے ہیں۔ جن میں اعظم ثمرہ محبوب کا اتباع ہے۔ اتباع ہی اس پوشیدہ محبت ایمانی کی علامت قرار دیا جاتا ہے اور اتباع ہی سے اللہ تعالیٰ کی محبت اور مغفرت کا انعام ملتا ہے۔

۲۔ محبت رسول کا علیٰ سبیل الکمال ہونا

ہر مومن میں محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا علیٰ سبیل الکمال ہونا شرعاً واجب ہے اور اس کے وجود کا عام مومنین میں مشاہدہ بھی ہے دراصل یہ بحث ایمان کے کم اور زیادہ

ہونے کے مشابہ ہے۔ زیادتی اور نقصان ایمان کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔ حضرت امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں "الایمان لا یزید و لاینقص" "یعنی ایمان گھٹتا بڑھتا نہیں۔"

اس میں شک نہیں کہ ایمان تصدیق و یقین قلبی کا نام ہے۔ اس یقین میں زیادتی اور نقصان کی گنجائش نہیں۔ اس لئے کہ جو قبول زیادت و نقصان کرے وہ داخل دائرہ ظن ہے۔ یقین نہیں ہے۔ البتہ اعمال صالحہ کی ادائیگی یقین میں روشنی پیدا کر دیتی ہے اور اس سے یقین کے ثمرات ظاہر ہونے لگتے ہیں اور اعمال غیر صالحہ یقین کو تاریک کر دیتے ہیں اور نفاق کے مشابہ برے نتائج ظاہر ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر دو برابر کے آئینے ہوں ایک تو صاف ستھرا ہو، دوسرے پر گرد و غبار ہو تو صاف آئینہ کا فائدہ اور اس کا وجود ظاہر ہو گا اور دوسرے کا کوئی فائدہ ظاہر نہ ہو گا۔ حالانکہ آئینہ ہونے کے لحاظ سے دونوں برابر ہیں۔ اسی طرح ہر مومن میں خواہ وہ فاسق فاجر ہو۔ بھی اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہونا ضروری ہے۔ اگر ایسا نہیں تو وہ مومن ہی نہیں اور اس کو اللہ تعالیٰ کی محبت بھی حاصل نہیں

۳۔ اللہ کے حبیب کی محبت اللہ کی محبت میں مندرج ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے محبت رکھو اس وجہ سے کہ وہ تم کو غذا میں اپنی نعمتیں دیتا ہے اور مجھ سے (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے) محبت رکھو۔ اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ کو مجھ سے محبت ہے۔ (ترمذی)

ف اس کا مطلب یہ نہیں کہ صرف غذا دینے ہی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت رکھو، بلکہ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کمالات و احسانات جو بے شمار ہیں۔ اگر کسی کی سمجھ میں نہ آئیں تو یہ احسان تو بہت ظاہر ہے۔ جس سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا۔ یہی سمجھ کر (مذکورہ بالا وجہ سے) اس سے محبت کرو۔

رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اللہ تعالیٰ کی محبت میں داخل ہے کیونکہ اللہ کی محبت اسی وقت معتبر ہے اور کار آمد ہے۔ جب اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی محبت ہو۔ اسی طرح اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اسی وقت معتد بہ اور نافع ہے۔ جب اللہ

تعالیٰ کی محبت بھی ہو (جس کا ادنیٰ درجہ کفر سے نکلنا ہے) اگر کوئی کم بخت کہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہوں۔ اللہ کو چھوڑ کر تو وہ کافر اور مردود ہے۔ بہت سے کفار کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات و محاسن کی وجہ سے عقیدت و محبت ہوتی ہے۔ جس کے اظہار میں وہ نعتیہ اشعار بھی پڑھتے ہیں۔ مضامین لکھتے ہیں مگر یہ سب کچھ نجات کے معاملہ میں بے کار اور بالکل غیر معتبر ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت اس وقت معتبر ہو سکتی ہے جب اس محبت کا منشاء ایمان باللہ ہو۔

امیر المومنین فی الحدیث حضرت امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی صحیح البخاری کی کتاب الایمان میں محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مستقل باب باندھا ہے

"باب حب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من الایمان" یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہونا ایمان کا جزو ہے۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی رحمتہ اللہ علیہ اپنی تقریر بخاری میں فرماتے ہیں کہ اگر کسی کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت نہیں تو وہ مسلمان ہی نہیں۔

اب یہاں کچھ روایات ذکر کی جاتی ہیں جن سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کمال محبت کا شرعاً وجوب ثابت ہوتا ہے۔

اپنی جان اور اولاد سے زیادہ محبت مطلوب ہے

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بندہ ایماندار نہیں ہوتا جب تک کہ میرے ساتھ اتنی محبت نہ رکھے کہ تمام اہل و عیال اور تمام آدمیوں سے بھی زیادہ۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے) اور بخاری میں عبد اللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ کی روایت میں یہ بھی ہے

کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بے شک مجھ کو آپ کے ساتھ سب چیزوں سے زیادہ محبت ہے۔ بجز اپنی جان کے (یعنی اپنی جان کے برابر آپ کی محبت معلوم نہیں ہوتی) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ ایماندار نہ ہو گے۔ جب تک میرے ساتھ اپنی جان سے بھی زیادہ محبت نہ

رکھو گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اب تو آپ کے ساتھ اپنی جان سے بھی زیادہ محبت معلوم ہوتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اب پورے ایماندار ہو، اے عمر

ف حضرت حکیم الامت تھانوی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس بات کو آسانی کے ساتھ یوں سمجھو کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اول غور نہیں کیا تھا۔ یہ خیال کیا کہ اپنی تکلیف سے جتنا اثر ہوتا ہے دوسرے کی تکلیف سے اتنا اثر نہیں ہوتا۔ اس لئے اپنی جان زیادہ پیاری معلوم ہوئی۔ پھر سوچنے پر معلوم ہوا کہ اگر جان دینے کا موقع آ جائے تو یقینی بات ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی جان بچا لینے کے لئے ہر مسلمان اپنی جان دینے کو تیار ہو جائے اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین پر بھی جان دینے سے کبھی منہ نہ موڑے تو اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم جان سے بھی زیادہ پیارے ہوئے۔ (حیوۃ المسلمین)

اس بات کو سمجھانے کے لئے بعض حضرات نے محبت کی قسمیں بیان کی ہیں کہ ایک محبت طبعی ہوتی ہے۔ ایک عقلی اور یہاں (حدیث بالا میں) مقصود و مطلوب محبت عقلی ہے۔ نہ کہ طبعی۔ لیکن حضرت شیخ الحدیث رحمتہ اللہ علیہ اپنی والد صاحب حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی طرف سے یہ نقل فرمایا کرتے تھے کہ یہاں مطلوب جو محبت ہے وہ محبت طبعی ہے، لیکن یہ جو بسا اوقات شبہ ہوتا ہے کہ اولاد وغیرہ کی محبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زائد معلوم ہوتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے مواقع (امتحان و اظہار کے) بہت کم پیش آتے ہیں۔ بخلاف ان اولاد و اقارب کی محبت کے مواقع کے۔ چنانچہ اگر دونوں میں تصادم ہو جائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہی راجح ہو گی۔ مثلاً کسی کی بیوی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو نعوذ باللہ برا بھلا کہہ دے تو وہ ہرگز برداشت نہیں کرے گا۔ بلکہ گلا تک گھونٹ دے گا۔ اسی طرح اگر کسی کا لڑکا قرآن پاک پر پیر رکھ دے تو وہ دور ہی سے ڈانٹتا ہوا دوڑے گا اور اگر کوئی ایسا نہ کرے تو وہ مسلمان ہی نہیں۔

مسلمان خواہ کتنا ہی گنہگار ہو۔ اس میں اللہ اور رسول کی محبت لازمی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم نے شراب پینے کے جرم میں سزا دی۔ پھر ایک دن حاضر کیا گیا۔ پھر آپ نے حکم سزا کا دیا۔ ایک شخص نے مجمع میں سے کہا کہ اے اللہ اس پر لعنت ہو کہ کس قدر کثرت سے اس کو (اس مقدمہ میں) لایا جاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس پر لعنت مت کرو۔ واللہ میرے علم میں یہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہے۔

(روایت کیا اس کو بخاری نے)

ف. اس حدیث سے چند امور ثابت ہوئے۔ ایک بشارت مذنبین کو کہ ان سے اللہ و رسول کی محبت کی نفی نہیں کی گئی۔ دوسرے تنبیہ مذنبین کو کہ نری محبت سزا سے بچنے میں کام نہ آئی تو کوئی اس ناز میں نہ رہے کہ بس خالی محبت بدون اطاعت کے سزائے جہنم سے بچا لے گی۔ الحاصل محبت کا ہونا. تو مشاہدہ ہے۔ مزید کسی دلیل کی ضرورت نہیں۔ صرف ایک ضابطے کا اشکال ہے کہ محبت طبعی تو اضطراری اور غیر اختیاری ہوتی ہے۔ شریعت میں غیر اختیاری بات کا مطالبہ کیونکر درست ہوا۔ جواب یہ ہے کہ محبت طبعی کا منشاء محبت قرب ہوتا ہے۔ جہاں جس مقدار کا قرب ہوتا ہے وہاں محبت بھی اتنی ہوتی ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب کی خود محبت کے پیدا کرنے والے نے خبر دی ہے۔ ارشاد ہے کہ" النبی اولی بالمومنین من انفسہم،، یعنی نبی مومنین کے ساتھ خود ان کی جانوں سے بھی زیادہ تعلق رکھتے ہیں۔

لہٰذا ایمان لاتے ہی اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خصوصی تعلق خود بخود طبعی طور پر پیدا ہو جاتا ہے۔ اس اندرونی طبعی تغیر کو اس مثال سے سمجھیں کہ کسی عورت سے نکاح کرتے ہی اس عورت کی ماں جو پہلے غیر محرم تھی وہ فوراً مرد کی محرم ہو جاتی ہے اب وہ عورت و مرد دونوں خواہ دیندار متقی نہ بھی ہوں ان میں اندرونی طور پر ایک ایسا تغیر آ جاتا ہے کہ عورت ماں کی طرح عادتاً مامون قرار دی جاتی ہے۔

۴۔ آپ کی محبوبیت عامہ کی ایک اور لطیف وجہ

امت کے علمائے ربانیین اور عارفین صحیح احادیث کی روشنی میں فرماتے ہیں کہ کل کائنات کی اصل نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اسی نور سے تمام کائنات کو وجود بخشا گیا ہے۔

چنانچہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ

وسلم میں عرض کیا یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ بتلایئے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے کس شئے کو پیدا کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اے جابر اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے اپنے نور سے (یعنی اپنے نور کے فیض سے) تمہارے نبی کے نور کو پیدا کیا. پھر تمام کائنات کا وجود ہوا۔ اب کائنات کی ہر شے کو اپنی اصل کی جانب جذب و کشش ایک فطری اور طبعی تقاضا ہے۔ جو ہر موجود میں پایا جاتا ہے. جن لوگوں نے اپنی فطرت کو زنگ آلود کر لیا۔ ان کا یہ احساس بھی معدوم ہو گیا۔ آخر زمانہ میں جب قلوب سے صلاحیت ختم ہو جائے گی اور اسلام کی صلاحیت اور استعداد مفقود ہو جائے گی تو پھر اسلام اور ایمان ساری دنیا سے سمٹ کر اپنے اصل مرکز میں محدود ہو جائے گا۔ جیسا کہ بخاری شریف میں ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ بیشک ایمان مدینہ کی طرف ایسا کھنچ آئے گا۔ جیسا کہ سانپ اپنے سوراخ کی طرف کھنچ آتا ہے۔

کائنات کے ظہور کو حضرات عارفین نے مسلم شریف کی اس حدیث سے سمجھا ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "ان اللہ تعالے جمیل" یعنی اللہ تعالیٰ جمیل ہے اور جمال کے لئے ظہور مناسب ہے اور اللہ تعالیٰ چونکہ حکیم بھی ہیں اس لئے حکمت کا تقاضا ہوا کہ ذات و صفات کا ظہور فرماویں اور ذات و صفات کا ظہور ہوتا ہے افعال سے۔ جن کا تعلق تخلیق سے ہے۔ اور اسی ظہور سے معرفت ہو سکتی ہے۔ اسی ظہور کے اقتضاء یعنی چاہنے کو حب سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔ عارفین اسی حب کو اصطلاح میں تعین اول اور حقیقت محمدیہ بھی کہتے ہیں۔ جو کہ ساری مخلوق کی اصل قرار دی گئی ہے۔ لہٰذا سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوبیت عامہ کا اثر انسانوں سے گزر کر حیوانوں اور جمادات نباتات تک پہنچ گیا۔ البتہ جو مریض قلب. شقاوت ازلی کی وجہ سے جانوروں اور پتھروں سے بھی گئے گزرے ہیں ان میں نہیں آیا۔ حجتہ الوداع میں سید الکونین حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک سے قربان ہونے کے لئے (قربانی کے وقت) اونٹوں کا ایک دوسرے سے بڑھ کر پیش ہونا کہ ہر ایک جلد قربان ہونا چاہتا تھا اور زبان حال سے کہتا تھا ۔

سربوقت ذبح اپنا ان کے زیر پائے ہے
یہ نصیب اللہ اکبر لوٹنے کی جائے ہے

اور کھجور کے تنہ اسطوانہ حنانہ کا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی میں اس زور سے رونا کہ مسجد گونج گئی۔ درختوں کا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو بارہا سلام کرنا اور آپ کی رسالت کی شہادت دینا۔ حضور اقدس خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کے لئے جنگلی درندوں کا مطیع ہونا اور ان کے لئے دریاؤں کا مسخر ہونا وغیرہ بے شمار واقعات جو کتب احادیث میں مشہور ہیں اسی محبوبیت عامہ کا پتہ دیتے ہیں۔ بخاری و مسلم میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبل احد کی طرف اشارہ کرکے فرمایا "ہذا جبل یحبنا ونحبہ" یہ پہاڑ ہم سے محبت رکھتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔

۵۔ کسی سے بھی اللہ ورسول کی محبت کے کم ہونے پر وعید

اس مجلس کے شروع میں ایمان کے لئے محبت کا ضروری اور مطلوب ہونا اور اس کی فضیلت بیان ہوئی۔ اب اس کے مقابلے میں محبت کی کمی پر اللہ جل شانہ کی طرف سے وعید بیان کی جاتی ہے۔ جو محبت کے وجوب پر دلالت کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانكم وَأَزْوَاجُكُمْ﴾ . (الآیہ سورہ توبہ)

جس کا ترجمہ یہ ہے کہ آپ ان سے کہہ دیجئے کہ اگر تمہارے باپ اور بیٹے اور تمہارے بھائی اور بیبیاں اور تمہارا کنبہ اور مال جو تم نے کمائے ہیں اور وہ تجارت جس میں نکاسی نہ ہونے کا تم کو اندیشہ ہو اور وہ گھر جس کو تم پسند کرتے ہو (اگر یہ سب چیزیں) تم کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ پیاری ہیں تو تم منتظر رہو۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم (سزا) بھیج دیں۔ اللہ تعالیٰ بے حکمی کرنیوالوں کو ان کے مقصود تک نہیں پہنچاتا۔

ثمرات محبت

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین چیزیں ایسی ہیں کہ وہ جس شخص میں ہوں گی اس کو ان کی وجہ سے حلاوت ایمان نصیب ہوگی۔ ایک وہ شخص جس کے نزدیک اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سب ماسوا سے زیادہ محبوب ہوں۔ (یعنی جتنی محبت اس کو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو. اتنی

کسی سے نہ ہو) اور ایک وہ شخص جس کو کسی بندے سے محبت ہو اور محض اللہ تعالیٰ ہی کے لئے محبت ہو (یعنی کسی دنیوی غرض سے نہ ہو محض اس وجہ سے محبت ہو کہ وہ شخص اللہ والا ہے) اور ایک وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے کفر سے بچا لیا ہو اور اس بچا لینے کے بعد وہ کفر کی طرف آنے کو اس قدر ناپسند کرتا ہے۔ جیسے آگ میں ڈالے جانے کو ناپسند کرتا ہے۔

حلاوت ایمان کے متعلق حضرت شیخ کے معارف

حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ. اپنی تقریر (درس بخاری) میں فرماتے ہیں کہ حدیث بالا کے متعلق شراح فرماتے ہیں کہ حلاوت سے مراد حلاوت قلبیہ ہے (یعنی حلاوت معنویہ) لیکن میں کہتا ہوں کہ اگر ہم اللہ کے احکام کی اسی طرح پابندی کریں جیسے کہ ہمیں حکم فرمایا ہے تو یقیناً حلاوت ایمان (حلاوت حسیہ ظاہریہ) ہمیں حاصل ہو گی۔ میں نے اپنے مشائخ کو دیکھا ہے کہ ان کو ذکر کے وقت نہایت ہی حلاوت حاصل ہوتی تھی۔ یہ بات (مذکورہ صفات) اس وقت ہو گی جب کہ ایمان دل کی جڑ میں پیوست ہو جائے اور یہ ایمان کے اندر پختگی لا الہ الا اللہ. کی کثرت سے پیدا ہوتی ہے اور اس میں ذکر بالجہر ضروری نہیں بلکہ زبان سے آہستہ آہستہ بھی کافی ہے۔

محبت سے آپ کا ساتھ نصیب ہونا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایات ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک دیہاتی حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ قیامت کب آئے گی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تو نے اس کے لئے کیا سامان کر رکھا ہے (جو اس کے آنے کا اشتیاق ہے) اس نے عرض کیا کہ میں نے اس کے لئے کچھ نماز روزہ کا سامان تو نہیں کیا۔ مگر اتنی بات ہے کہ میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ (قیامت میں) ہر شخص اسی کے ساتھ ہو گا جس سے محبت رکھتا ہو گا۔ (سو تجھ کو میرا ساتھ نصیب ہو گا) اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ ہو گا تو اللہ تعالیٰ کا ساتھ بھی ہو گا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے مسلمانوں کو اسلام لانے (کی خوشی) کے بعد

کسی بات پر اتنا خوش ہوتے نہیں دیکھا۔ جتنا اس پر خوش ہوئے۔ (بخاری و مسلم)

ف۔ اس حدیث میں کتنی بڑی بشارت ہے کہ اگر زیادہ (نفلی) عبادت کا بھی ذخیرہ نہ ہو تو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے اتنی بڑی دولت مل جائے گی۔ (یہ حدیثیں تخریج الاخبار العراقی میں ہیں) (کذافی نشر الطیب)

شان محبوبیت میں حرف آخر

﴿قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللَّه فَاتَّبِعُوْنِي يُحْبِبْكُمُ اللَّه﴾.

اس میں فرمایا گیا ہے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھنے کا دعویٰ کرتے ہو تو میرا اتباع کرو۔ اگر میرا اتباع کرو گے تو فقط یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ سے تمہاری محبت مقبول و معتبر ہو جائے گی بلکہ میرے اتباع کا نتیجہ اور ثمرہ یہ ملے گا کہ تم خدا تعالیٰ کے محبوب بن جاؤ گے۔

اب ذرا غور کیجئے کہ جس کے پیچھے چل کر دوسرے لوگ محبوب رب العالمین بن جائیں تو خود اس کی محبوبیت کی کیا شان ہو گی۔

نعمت کبریٰ

اس مجلس میں خدا تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا جو مقام بیان ہوا اس کے متعلق حضرت قاضی ثناء اللہ نقشبندی رحمتہ اللہ علیہ اپنی تفسیر مظہری میں فرماتے ہیں کہ محبت خدا و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ مقام ایک نعمت کبریٰ ہے۔ مگر وہ صرف اللہ والوں کی صحبت و معیت ہی سے حاصل ہوتی ہے۔ اسی لئے صوفیائے کرام اس کو خدمت مشائخ سے حاصل کرنا ضروری قرار دیتے ہیں۔ (معارف القرآن)

اس کے متعلق حضرت شیخ الحدیث رحمتہ اللہ علیہ کا ملفوظ گزر چکا کہ ایمان کی یہ پختگی لا الہ الا اللہ، کی کثرت سے پیدا ہوتی ہے۔

مشائخ کی خدمت میں ذکر ہی کو سیکھنا اور حاصل کرنا ہوتا ہے۔ مگر جب اس لائن کی شرائط کے ساتھ ذکر سیکھا جاتا ہے تو اس سے تزکیہ ہو کر احسانی کیفیت حاصل ہو جاتی ہے اور اللہ کے فضل سے ایمان دل کی جڑ میں پیوست ہو جاتا ہے۔ اسی حالت کو بشاشت ایمان سے بھی تعبیر کیا گیا ہے۔ محبت کے اس مقام میں ایمان کی شیرینی حاصل ہوتی ہے۔ جو ہر مشقت و محنت کو لذیذ بنا

دیتی ہے۔

رَزَقَنا الله تَعَالٰی وَجَمِیْعِ المُسْلمین حُبّہ وَحُبّ رسولِہ کَما یُحِبّ ویرضاہ .

آپ کے اتباع کی اہمیت

۱۔ یہ شان محبوبیت ہے کہ۔ اللہ تعالیٰ نے آیت شریفہ" قل ان کنتم الخ" میں اتباع سنت کو اپنی اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے درمیان رکھا اور اس کو اپنی محبت اور اپنے پاک رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا معیار اور اس کی علامت قرار دی۔

۲۔ "در منثور" میں کثرت سے روایات ذکر کی گئی ہیں کہ بہت سے لوگوں نے یہ دعویٰ کیا کہ ہمیں اللہ تعالیٰ سے محبت ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اللہ جل شانہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کو اپنی محبت کی علامت قرار دیا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ تم میں سے کسی کا ایمان اس وقت تک کامل نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کی خواہشات اس کے تابع نہ بن جائیں جو میں لے کر آیا ہوں۔

۳۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ اسی آیت کی تفسیر میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ میرا اتباع کرو نیک کاموں میں، تقویٰ میں، تواضع میں اور اپنے نفس کو ذلیل سمجھنے میں۔

۴۔ مشہور صوفی شیخ ابو سلیمان دارانی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے قلب پر بعض صوفیانہ رموز وارد ہوتے ہیں، مگر میں انہیں بغیر دو گواہ کتاب و سنت کے قبول نہیں کرتا۔

۵۔ اصل چیز اتباع ہے

قال الله تعالى : ﴿وَمَنْ يُطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ أَطَاعَ الله﴾ .

یعنی اطاعت رسول خدا تعالیٰ کے حکم ہی کا ماننا ہے۔ اور جس کو پرکھنا ہو اسی معیار پر پرکھا جائے گا۔ جو شخص اتباع سنت کا جتنا زیادہ اہتمام کرے گا اتنا ہی اللہ کے نزدیک محبوب و مقرب ہو گا۔ روشن دماغی چاہے اس کے پاس کو بھی نہ آئی ہو اور جو اتباع سنت سے جتنا دور ہے اللہ

تعالیٰ سے بھی اتنا ہی دور ہے۔ چاہے وہ مفکر اسلام، مفکر دنیا، مفکر سموات بن جائے۔

(اکابر علمائے دیوبند)

اسی طرح زبانی کلامی محبت محبت پکارتا رہے اور بہت جھوم جھوم کر مجلس میں دو چار نعتیں پڑھ دے۔ اس سے حقیقی اور نافع محبت ثابت نہیں ہوتی۔ حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری علامت یہ ہے کہ سنت نبوی کا پابند ہو اور بدعات سے متنفر ہو، شریعت (کتاب و سنت) کے احکامات کی نافرمانی نہ کرے۔

۶۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کرتا ہے وہ آپ کا انکار کرتا ہے چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ میری تمام امت جنت میں جائے گی مگر جو انکار کرے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے دریافت کیا یارسول اللہ وہ کون ہے جو آپ کا انکار کرتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا جس نے میری اطاعت کی۔ وہ جنت میں داخل ہوا اور جس نے نافرمانی کی۔ اس نے مجھے نہ مانا اور میرا انکار کیا۔ (بخاری)

ف۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین کو دل و زبان سے ماننا ایمان ہے اور اس کی اطاعت کرنا اس قلبی ایمان کی علامت ہے اگر یہ علامت نہیں تو نافرمان اور منکر صورت میں یکساں ہیں۔

۷۔ سنت سے محبت جنت کی کنجی ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

جس نے میری سنت سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی۔ وہ میرے ساتھ جنت میں ہو گا۔ (مشکوٰۃ)

ف۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ علامت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی آپ کی سنت کی محبت ہے اور آپ کی محبت کی فضیلت بھی ثابت ہوئی کہ مفتاح الجنتہ ہے اور جنت کے ساتھ (جنت سے بڑھ کر نعمت) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت کی بھی موجب ہے۔

علامات حب النبی صلی اللہ علیہ وسلم

صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سمجھے ہوئے تھے کہ محبت صرف ایمان لفظی سے ثابت نہیں ہو سکتی

ہے۔ ودود الغفور نے بھی ان لوگوں کو جو محبت خدا کا دعویٰ رکھتے تھے صاف طور پر فرما دیا تھا۔ ﴿قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللَّهَ فَاتَّبِعُوْنِي﴾.

اگر خدا سے محبت ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا اتباع کرو۔ اس لئے صحابہ رضی اللہ عنہم نے اتباع رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم میں وہ وہ کام کئے جو ہزاروں سال تک اسلام کی صداقت اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے خلوص اور محبت النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے صحیح معنی کا مفہوم ظاہر کرتے رہیں گے۔

صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے حالات سے واضح ہوتا ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب اور توقیر و تعظیم کیونکر کیا کرتے تھے۔ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ اگر کسی صحابی رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے در دولت پر دستک کی بھی ضرورت پڑا کرتی تو وہ اپنے ناخنوں سے دروازہ کو کھٹکھٹاتا تھا۔

کوئی صحابی رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایسی آواز سے نہ بولتا کہ اس کی آواز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے اونچی ہوتی۔ اس ادب کی تعلیم خود خدائے برتر نے دی تھی۔ ﴿لَا تَرْفَعُوْا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ﴾.

لوگو! اپنی آواز کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے بلند نہ کرو۔

آئمہ اعلام اس حکم کو دوام کے لئے قرار دیتے ہیں۔ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم صوت النبی ہے۔ حدیث پاک کے ہوتے اپنی قال وقیل کو پیش کرنا یا اپنی رائے اور سمجھ کو شامل کرنا صوت النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی صوت کو بلند کرنا ہے نہی بالا کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی مدح بھی فرمائی ہے جو ان آداب کی پابندی کرتے ہیں۔ فرمایا

﴿إِنَّ الَّذِينَ يَغُضُّوْنَ أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللَّهِ أُوْلَئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ لِلتَّقْوَىٰ﴾.

جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنی آواز کو پست رکھتے ہیں۔ یہ وہی ہیں۔ جن کے دلوں کا امتحان خدا تعالیٰ نے تقویٰ میں لیا ہے۔

پس محبت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک علامت ہمارے لئے یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام اور فرمودہ کی عزت ہمارے دل میں ہو اور جب کوئی حکم صحیح طور پر نبی معصوم صلی اللہ علیہ وسلم سے جس کی اطاعت خدا نے ہم پر فرض کی ہے ہم کو مل جائے اس وقت اس کے قبول

کرنے اور اس کی تعمیل میں ہم کو ذرا تامل اور عذر باقی نہ رہے۔
محبت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک علامت یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر خیر زبان پر اکثر جاری رہے۔ حدیث میں ہے "من احب شیئاً اکثر ذکرہ" جس کسی کو کوئی چیز پیاری ہوتی ہے وہ اس کا ذکر اکثر کیا کرتا ہے۔
محبت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک علامت یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف کی کثرت کی جائے، کم از کم کثرت کی تعداد حضرت گنگوہی قدس سرہ نے تو تین سو لکھی ہے۔ لیکن حسب مقدور کم و بیش کوئی مقدار ضرور مقرر کر لی جائے۔
محبت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک علامت یہ ہے کہ آل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سچے دل اور شفاف قلب سے محبت ہو۔
حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے حال میں ہے کہ جب وہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے روزینے مقرر کرنے لگے تو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے فرزند کا روزینہ تین ہزار مقرر کیا۔ اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کا تین ہزار پانچ سو سالانہ۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا۔ اسامہ کو کون سی فضیلت حاصل ہے۔ وہ کسی غزوہ میں میری طرح حاضر نہیں رہا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے کہا۔ اس کا باپ تیرے باپ سے اور وہ خود تجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ پیارے تھے اس لئے میں نے اپنے پیارے پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے کو ترجیح دی ہے۔
حضرات حسنین رضی اللہ عنہما اور ان کے ابوین طیبین رضی اللہ عنہما کی محبت عین محبت النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ ان کے فضائل یاد رکھنا۔ بیان کرنا ان کے اسوۂ حسنہ پر عمل کرنا عین محبت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔
مہاجرین و انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے جن کے اوصاف قرآن مجید و احادیث پاک میں بکثرت موجود ہیں محبت رکھنا محبت النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اتباع صحابہ رضی اللہ عنہم اور متابعت سنت خلفاء عین محبت النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔
صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے فضائل اور ان کے حقوق کے بارے میں حضرات علماءِ کرام نے بہت سی کتابیں لکھیں ہیں۔ ہمارے زمانے میں حضرت جی مولانا محمد یوسف

صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے "حیات الصحابہ" کئی جلدوں میں لکھی۔ مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا محمد شفیع صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے "مقام صحابہ" لکھی اور مجدد تبلیغ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے ارشاد پر حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا نور اللہ مرقدہ نے آج سے پچاس سال قبل ایک رسالہ "حکایات صحابہ" تحریر فرمایا جو تبلیغی نصاب میں بھی شامل ہے یہاں اس کے آخری باب سے تبرکاً چند سطور لکھی جاتی ہیں۔ رسالہ کے شروع میں حضرت شیخ رحمتہ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی جماعت جس کو اللہ جل شانہ نے اپنے لاڈلے نبی اور پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مصاحبت کے لئے چنا، اس کی مستحق ہے کہ اس کا اتباع کیا جائے اور خاتمہ پر تحریر فرمایا۔ اخیر میں ایک ضروری امر پر تنبیہ بھی اشد ضروری ہے۔ وہ یہ کہ اس آزادی کے زمانہ میں جہاں ہم مسلمانوں میں دین کے اور بہت سے امور میں کوتاہی اور آزادی کا رنگ ہے۔ وہاں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی حق شناسی اور ان کے ادب و احترام میں بھی حد سے زیادہ کوتاہی ہے۔ بلکہ اس سے بڑھ کر بعض دین سے بے پرواہ لوگ تو ان کی شان میں گستاخی تک کرنے لگتے ہیں۔ حالانکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دین کی بنیاد ہیں دین کے اول پھیلانے والے ہیں۔ ان کے حقوق سے ہم لوگ مرتے دم تک بھی عہدہ بر آنہیں ہو سکتے۔ حق تعالیٰ شانہ اپنے فضل سے ان پاک نفوس پر لاکھوں رحمتیں نازل فرمائیں کہ انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے دین حاصل کیا اور ہم لوگوں تک پہنچایا۔

قاضی عیاض رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے اعزاز و اکرام میں داخل ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کا اعزاز و اکرام کرنا اور ان کے حق کو پہچاننا اور ان کا اتباع کرنا اور ان کی تعریف کرنا اور ان کے لئے استغفار و دعائے مغفرت کرنا اور ان کے آپس کے اختلافات میں لب کشائی نہ کرنا اور مئورخین ـ شیعہ بدعتی وغیرہ اور جاہل راویوں کی ان خبروں سے اعراض کرنا جو ان حضرات کی شان میں نقص پیدا کرنے والی ہوں اور اس نوع کی کوئی روایت اگر سننے میں آئے تو اس کی کوئی اچھی تاویل کرے اور کوئی اچھا محمل تجویز کرے کہ وہ اس کے مستحق ہیں۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ

میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کو گالیاں نہ دیا کرو۔ اگر تم میں سے کوئی شخص احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرے تو وہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے ایک مد یا آدھے مد کے برابر بھی ثواب کے اعتبار سے نہیں ہو سکتا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کے علاوہ تمام مخلوق میں سے میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کو چھانٹا ہے اور ان میں سے چار کو ممتاز کیا ہے، ابو بکر، عمر، عثمان، علی رضی اللہ عنہم ان کو میرے سب صحابہ رضی اللہ عنہم سے افضل قرار دیا۔

سہل بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ

جو شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کی تعظیم نہ کرے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی پر ایمان نہ لایا۔ اللہ جل شانہ اپنے لطف و کرم سے اپنی گرفت سے اور اپنے محبوب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے عتاب سے مجھ کو اور میرے دوستوں، محسنوں اور ملنے والوں کو میرے مشائخ کو، تلامذہ کو اور سب مومنین کو محفوظ رکھے اور ان حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی محبت سے ہمارے دلوں کو بھر دے۔ آمین۔ برحمتک یا ارحم الراحمین۔ (حکایات صحابہ)

ضوابط سے بالاتر۔ نازک اور خوفناک مسئلہ

اللہ تعالیٰ کی ذات اتنی بڑی ہے کہ اس کی زیادہ سے زیادہ بڑائی جو کسی کے بھی ذہن و گمان میں آسکے وہ اس سے بھی بڑا ہے۔ یہی معنی ہیں۔ اللہ سب سے بڑا ہے۔ اس جل جلالہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا حبیب بنایا ہے۔ جس کا مطلب اللہ تعالیٰ کا محبوب ہونا ہے ایک خاص محبت کے ساتھ جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے ساتھ مخصوص ہے۔ اس رب العزت نے اپنے ماننے والوں کو اپنے حبیب کے ادب اور ان سے محبت کرنے کا جس تاکید کے ساتھ حکم دیا ہے اس کا کچھ بیان ان اوراق میں ناظرین نے پڑھ لیا۔ اس میں ادب و محبت کی غیر معمولی اہمیت کو سمجھنے کے لئے دو باتیں نہایت ڈرنے اور سوچنے کی ہیں۔ ایک اللہ پاک کا ارشاد

لَا تَرْفَعُوْا أَصْوَاتَكُمْ اورایک حدیث لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ : الحدیث.

آیت شریفہ اور حدیث پاک دونوں ان اوراق میں آچکی ہیں۔ یہاں ان دونوں ارشادات کی تھوڑی سی تفصیل لکھی جاتی ہے۔

آیت کی تفسیر حکیم الامت حضرت تھانوی رحمتہ اللہ علیہ کے بیان القرآن سے مختصر طور پر نقل کرتا ہوں۔

اس آیت کا شان نزول بخاری شریف میں ہے کہ ایک مرتبہ قبیلہ بنو تمیم کے لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ یہ بات زیر غور تھی یعنی مشورہ ہو رہا تھا کہ اس قبیلہ پر حاکم کس کو بنایا جائے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قعقاع بن معبد رضی اللہ عنہ کی نسبت رائے دی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ کی رائے دی۔ اس معاملہ میں حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے مابین آپ کی مجلس میں گفتگو ہو گئی اور اس میں دونوں کی آوازیں بلند ہو گئیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست نہیں، بلکہ صرف مجلس مبارک میں آپس ہی میں بلند آواز سے گفتگو کرنے پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتنی سخت تنبیہ ہوئی کہ اے ایمان والو! اگر تم سے یہ حرکت ہوئی تو اس بات کا اندیشہ ہے کہ تمہارے اعمال حبط ہو جائیں گے اور تمہیں اس بات کا احساس بھی نہ ہو گا۔ یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ حبط اعمال یعنی سابقہ اعمال صالحہ کو ضائع کر دینے والی چیز تو بہ اتفاق اہل سنت والجماعت صرف کفر ہے۔ کسی اور معصیت سے دوسرے اعمال صالحہ ضائع نہیں ہوتے اور یہاں خطاب مؤمنین اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ہے۔ جس سے اس فعل کا کفر نہ ہونا ثابت ہوتا ہے تو حبط اعمال کیسے ہوا دوسرے آیت کے آخر میں "وانتم لا تشعرون" ہے۔ کہ تمہیں اس کی خبر بھی نہ ہوگی۔ ایمان کی طرح کفر تو اختیاری چیز ہے۔ جب اس کی خبر تک نہ ہوگی تو اس پر کفر کی سزا کیسے مرتب ہوگی۔ حضرت فرماتے ہیں کہ معنی اس آیت کے یہ ہیں کہ مسلمانو تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے اپنی آواز کو بلند کرنے اور بے محابا جہر کرنے سے بچو۔ کیونکہ ایسا کرنے میں خطرہ ہے کہ تمہارے اعمال حبط ہو جائیں اور ضائع ہو جائیں اور وہ خطرہ اس لئے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیش قدمی یا ان کی آواز پر آواز کو بلند کر کے مخاطب کرنا ایک ایسا امر ہے جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی اور بے ادبی ہونے کا بھی احتمال ہے جو سبب ہے ایذاء

رسول کا۔ اگرچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے یہ وہم بھی نہیں ہو سکتا کہ وہ بالقصد کوئی ایسا کام کریں جو آپ کی ایذاء کا سبب بنے لیکن بعض اعمال وافعال جیسے تقدم اور رفع صوت اگرچہ بقصد ایذا نہ ہوں پھر بھی ان سے ایذاء کا احتمال ہے۔ اس لئے ان کو مطلقاً ممنوع اور معصیت قرار دیا ہے اور بعض معصیتوں کا خاصہ یہ ہوتا ہے کہ ان کے کرنے والے سے توبہ اور اعمال صالحہ کی توفیق سلب ہو جاتی ہے اور وہ گناہوں میں منہمک ہو کر انجام کار کفر تک پہنچ جاتا ہے جو سبب ہے حبط اعمال کا۔ اور کرنے والے نے چونکہ اس کا قصد نہ کیا تھا اس لئے اس کو اس کی خبر بھی نہ ہوگی کہ اس ابتلاء کفر اور حبط اعمال کا اصل سبب کیا تھا۔ اب مندرجہ ذیل باتوں پر غور کریں۔

۱۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آواز بلند کرنے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک حق یعنی ادب و عظمت میں کمی ہو جانے کا احتمال تھا۔ احتمال اس لئے کہ آواز بلند کرنا ہمیشہ ناگواری کا باعث نہیں ہوا کرتا۔ بلکہ کبھی اس سے ناگواری ہوتی ہے، کبھی نہیں ہوتی۔

۲۔ آواز بلند کرنے میں حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کی طرف سے بے ادبی کرنے کی نیت ہونے کا کوئی وہم بھی نہیں کر سکتا۔

۳۔ آواز بلند کرنے کی ضرورت دینی فائدے کے لئے ہوئی کہ ہر شخص اپنی ذات کے لئے نہیں بلکہ دینی فائدے کے لئے دوسرے پر زور ڈالتا تھا اس میں دینی جذبہ اور دینی مصلحت کے جذبہ میں ایک عام ادب کا خیال نہیں رہا۔

۴۔ اس بات کا لحاظ نہ رکھنے کی بھول حضرات شیخین رضی اللہ عنہما سے ہوئی جن کا مرتبہ انبیاء علیہم السلام کے بعد بالاتفاق تمام انسانوں سے افضل ہے لیکن اللہ پاک نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق میں ادنیٰ لاپرواہی پر ان بڑے حضرات کو بھی معاف نہیں فرمایا۔ بلکہ ایسی خطرناک وعید فرمائی جو کفر پر ہوا کرتی ہے۔ کیونکہ اللہ کے حبیب ہونے کا مطلب ایک خاص محبت کے ساتھ اللہ کا محبوب ہونا ہے جو کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے ساتھ مخصوص ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے امت پر بہت سے حقوق ہیں۔ مثلاً ان کو اللہ کا سچا رسول ماننا۔ ان کی اتباع کرنا۔ ان سے سب سے زیادہ محبت کرنا ان کا ادب کرنا ان پر درود و سلام

بھیجنا وغیرہ۔ لیکن ان کے سامنے زور سے بولنا ایک ایسی معمولی درجہ کی بے ادبی تھی جو بعض وقت بے ادبی میں شمار نہیں ہوتی چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ آیت کے نازل ہونے سے پہلے اپنے سامنے زور سے بولنے کو کبھی بھی منع نہیں فرمایا۔ کیونکہ اپنے متعلق ایسے آداب کی تعلیم دینے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حیا مانع ہوتی تھی۔ جس کو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

﴿إِنَّ ذَٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيِي مِنْكُمْ وَاللهُ لَا يَسْتَحْيِي مِنَ الْحَقِّ﴾.

حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو اپنے بارے میں ایذاء گوارہ فرمالیتے تھے لیکن حیاء کی وجہ سے اظہار نہیں فرماتے تھے اور عام طور پر اتنی سی بات کہ آواز بلند کرنا بے ادبی ہے شاید عام طور پر سمجھا بھی نہ جاتا ہو گا۔ ورنہ حضرات شیخین رضی اللہ عنہما سے یہ واقعہ سرزد نہ ہوتا۔ یہاں ایک جملہ معترضہ یہ بھی ہے کہ شاید حضرات شیخین رضی اللہ عنہما سے اس لطیف ادب کا ذہول تکوینی طور پر کرایا گیا ہو تاکہ سب کو معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے معاملہ میں کسی بڑے سے بڑے کی معمولی کوتاہی اور وہ بھی بلا شعور اور دینی مصلحت کے جذبہ سے سرزد ہونے پر بھی معاف نہیں فرماتا۔ یہ ڈانٹ اگر عام دیہاتی مسلمان کے معاملہ میں ہوتی تو اس کا دنیا پر وہ اثر نہ ہوتا جو حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کی وجہ سے ہوا کہ ایک سناٹا چھا گیا تھا۔ جس کی کچھ تفصیل گزر چکی ہے۔

اسی طرح حدیث پاک" لا یومن احدکم" میں صاف صاف اور دو ٹوک جواب کسی عام آدمی کے متعلق نہیں ہے بلکہ ان حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق ہے جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بعد امت میں سب سے بلند مرتبہ پر فائز ہونے والے تھے۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی دینی خدمات۔ فضائل اور خصوصیات جو بعد میں ظاہر ہوئیں۔ وہ سب وضاحت کے ساتھ قرآن وحدیث سے ثابت اور تاریخ میں دنیا پر ایسی روشن ہیں کہ غیر مسلم بھی انکار نہیں کر سکتے۔ یہاں زیر بحث مسئلہ کی مناسبت سے ان کے اسلام لانے کے وقت کا اور ان کے اسلام کے ابتدائی دور کا کچھ حال لکھا جاتا ہے۔ حضرت مولانا عبد الشکور لکھنوی رحمتہ اللہ علیہ کی کتاب " خلفائے راشدین " سے مختصر طور پر چند باتیں نقل کرتا ہوں۔

۱۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا بھی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک معجزہ تھا۔

کئی روز سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دعائیں مانگ رہے تھے کہ یا اللہ دین اسلام کو عمر بن خطاب سے عزت دے۔

۲۔ جب آپ مسلمان ہونے کے لئے حاضر ہوئے تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے چند قدم اپنی جگہ سے چل کر معانقہ کیا اور ان کے سینہ پر تین مرتبہ ہاتھ پھیر کر دعا دی کہ اے اللہ ان کے سینہ سے کینہ و عداوت نکال دے اور (سینہ کو) ایمان سے بھر دے

۳۔ پھر جبرائیل امین علیہ السلام مبارک باد دینے کے لئے آئے کہ یا رسول اللہ اس وقت آسمان والے ایک دوسرے کو حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) کے اسلام لانے کی خوشخبری سنا رہے ہیں۔

۴۔ ان کے مسلمان ہوتے ہی مسلمانوں نے اعلان کے ساتھ کعبہ میں نماز پڑھی جب کہ پہلے چھپ کر نماز پڑھی جاتی تھی۔

۵۔ بڑی شان سے ہجرت کی اور مجمع کفار کو مخاطب کر کے فرمایا کہ میں اس وقت ہجرت کر رہا ہوں۔ یہ نہ کہنا کہ عمر چھپ کر بھاگ گیا۔ جب کہ اس سے پہلے مسلمان چھپ کر ہجرت کرتے تھے۔

اب غور کریں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا یہ عرض کرنا کہ مجھے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے سب چیزوں سے زیادہ محبت ہے۔ بجز اپنی جان کے۔ اس کے جواب میں اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر صاف اور دوٹوک فرما دیا کہ

ایماندار نہ ہوگے جب تک کہ میرے ساتھ اپنی جان سے بھی زیادہ محبت نہ رکھوگے اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ

اب تو آپ کے ساتھ اپنی جان سے بھی زیادہ محبت معلوم ہوتی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اب پورے ایماندار ہوئے۔ اے عمر

اس جملہ کا مطلب کہ اب پورے ایماندار ہوئے۔ اے عمر حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمتہ اللہ علیہ نے مواہب سے نقل فرمایا کہ ـــ بس اب بات ٹھیک ہوئی (اس معاملہ میں حضرت حکیم الامت رحمتہ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے اول غور نہیں کیا تھا۔ اور اس معاملہ میں لوگوں کو شبہ ہو جانے کی وجہ سے حضرت شیخ الحدیث کے والد رحمتہ اللہ

علیہ کی تقریر گزر چکی اس کو ملحوظ رکھیں) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ ٹھیک جواب اس وقت ہوا۔ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھا کر زور سے ارشاد فرمایا کہ "ایماندار نہ ہو گے" اب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنی غلط فہمی اور وہم پر تنبہ ہوا اور غور کیا تو انہوں نے بھی قسم کھا کر اصل حقیقت ظاہر فرما دی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تصدیق فرما دینے پر مطمئن ہو گئے۔

احقر کو یہاں یہ دکھلانا مقصود ہے کہ محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ کتنا ضروری اور نازک ہے کہ اس میں ادب والے معاملہ کی طرح (جس کی تفصیل اوپر گزر چکی) حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جیسے کی بھی ذرا پرواہ نہیں کی گئی دین کے لئے اتنے اہم آدمی کے ٹوٹنے کی کوئی فکر نہیں کی گئی۔ ان کو یہ بھی نہیں فرمایا گیا کہ میاں سوچ کر کہو کیا کہتے ہو۔ ایسی بات ہرگز نہیں۔ آپ تو بڑے آدمی ہیں۔ محبت کی یہ مطلوبہ حالت تو میرے سامنے ایمان لانے والے عام آدمی کو بھی حاصل ہو جاتی ہے۔ تمہارے اوپر تو پہلے دن سے ہی خصوصی توجہ ہے دعا اور توجہ سے تمہارے سینہ کو ایمان سے بھر دیا تھا۔ تمہارا یہ کہنا محض وہم ہے جس کی وجہ تمہارا خوف ہے۔ عشق است و ہزار بدگمانی۔ تمہارا یہ خطرہ تو میرے ساتھ تمہارے عشق کی علامت ہے۔ وغیرہ وغیرہ رعایت اور تسلی کا کوئی جملہ نہیں فرمایا گیا۔ بلکہ قسم کھا کر صاف فرما دیا کہ "ایماندار نہ ہو گے۔"

یہ ارشاد اور یہ فیصلہ وحی غیر متلو (حدیث پاک) کی حیثیت سے تمام امت کو پہنچ گیا۔ اگر یہ واقعہ کسی عام مسلمان کے ساتھ پیش آتا تو اتنی اہمیت نہ ہوتی۔ شاید اسی لئے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے اس وقت تکوینی طور پر عدم تدبر کرایا گیا ہو تاکہ اس محبت کی اہمیت پوری طرح واضح ہو جائے۔

محبت اور بغض کا تلازم۔ بہت ہی اہم بات

اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت والوں کے لئے میرے رسالے "محبت" میں "محبت اور نفرت کے تلازم" کے عنوان سے ایک مفصل مضمون ہے۔ یہاں صرف گزشتہ مضمون کی مناسبت سے ایک اہم نکتہ بیان کیا جاتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کے ادب و احترام کے بارے میں تفصیل جو گزر چکی کہ اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی حضور میں حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کے محض اونچا بولنے کو اتنا عظیم جرم قرار دیا گیا کہ اس پر حبط اعمال کی وعید قرآن پاک میں سنا دی گئی۔ لیکن حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر بغض رکھنے کے معاملہ میں بروایت بخاری شریف صلح حدیبیہ کے موقعہ پر انہی صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بالکل سامنے عروہ بن مسعود کو جو بعد میں مسلمان ہوئے تھے جب کہ وہ کفار کی طرف سے بطور سفیر گفتگو کر رہے تھے اور سفارتی گفتگو میں نرمی اور اکرام کو ملحوظ رکھا جاتا ہے۔ اس نے اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بزدل کہہ دیا تو یہ سن کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یوں کہا۔ "امصص بظر الات" جس کا ترجمہ اردو میں اس طرح ہے کہ تو اپنے بت لات کی شرمگاہ کو چوس غور فرمائیں کہ ایک طرف تو حضرات شیخین رضی اللہ عنہم کی ایک دینی گفتگو میں آواز بلند کرنے پر جس کو عام طور پر بے ادبی نہیں سمجھا جاتا۔ سخت وعید آ گئی اور یہاں ایک گالی جو اونچا بولنے کے مقابلے میں سخت بے باکی ہے اور جو سید الکونین سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دی گئی کو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی مدح میں اور عشق و محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بیان کیا جاتا ہے۔ اس نوع کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بے شمار واقعات ہیں۔ بلکہ ان کی پوری زندگی اسی بغض اور حب کی آئینہ دار ہے۔ آج کل اللہ تعالیٰ جل شانہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بغض کو برا سمجھا جا رہا ہے اور باطل سے صلح کی مدح کی جا رہی ہے۔ جو صراحۃً ایمان کے خلاف نفاق کی علامت ہے۔ ایسوں کی محبت کا عقلاً و شرعاً کوئی اعتبار نہیں۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمتہ اللہ علیہ کا ارشاد

یاد رہے کہ حضور سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب اور احترام دین کا ایک شعبہ اور حصہ نہیں بلکہ دین کا دوسرا نام ہے۔ اگر وقار اور احترام ہے تو دین موجود ہے۔ ورنہ دین ہرگز نہیں۔ حافظ ابن تیمیہ رحمتہ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا

"سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی یہ اللہ تعالیٰ کے دین کے بالکل خلاف ہے کیونکہ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان

اقدس کے درپے ہونے سے احترام اور تعظیم بالکل ساقط ہو جاتا ہے۔ جس سے رسالت کے احکام ساقط ہو جاتے ہیں اور دین باطل ہو جاتا ہے۔ اس لئے امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح و ثناء تعظیم و توقیر ہی پر سارے دین اسلام کا قیام ہے اور اس احترام اور توقیر کے نہ ہونے سے سارا دین ختم ہو جاتا ہے۔" (الصارم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور اتباع تو امت پر فرض ہونا ہی چاہئے تھا۔ کیونکہ انبیاء علیہم السلام کے بھیجنے کا مقصد ہی اس کے بغیر پورا نہیں ہوتا۔ لیکن حق تعالیٰ نے ہمارے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں صرف اسی پر اکتفا نہیں فرمایا، بلکہ امت پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر اور احترام و ادب کو بھی لازم قرار دیا ہے اور قرآن کریم میں جا بجا اس کے آداب سکھائے ہیں۔ اللہ پاک نے شعائر اللہ کی تعظیم کرنے کو تقویٰ کی علامت قرار دیا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

﴿وَمَنْ يُعَظِّمْ شَعائِرَ الله فَإِنَّها مِنْ تَقْوىٰ الْقُلُوب﴾.

اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم اعظم شعائر اللہ سے ہیں

سورۃ توبہ میں ہے

﴿مَا كان لأهلِ الْمَدِيْنَةِ وَمَن حَوْلَهُمْ مِنَ الأَعْرَابِ أَنْ يَتَخَلَّفُوْا عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَلَا يَرْغَبُوْا بِأَنْفُسِهِمْ عَنْ نَفْسِه﴾.

اور سورۃ نور میں ارشاد ہے

﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ آمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِه وَإِذَا كَانُوْا مَعَه عَلٰى أَمْرٍ جَامِعٍ لَمْ يَذْهَبُوْا حَتَّى يَسْتَأْذِنُوْه﴾.

اور سورۃ احزاب میں ہے

﴿وَمَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُؤْذُوا رَسُولَ اللّٰهِ ...﴾ إلى قوله تعالى: ﴿... إِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُونَ اللّٰهَ وَرَسُولَه لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا والآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَاباً مُهِيْناً﴾.

اور سورۃ فتح میں ہے

﴿إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِداً وَمُبَشِّراً وَنَذِيراً لِتُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُوْلِه وتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ وَتُسَبِّحُوْه بُكْرَةً وَأَصِيلاً﴾.

اور سورۃ حجرات میں ہے

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا﴾ إِلٰى قَولِه تَعَالٰى : ﴿وَاللَّه غَفُوْر رَحِيْم﴾.

ان آیات کا حاصل یہ ہے کہ

۱۔ مدینہ کے رہنے والوں کو اور جو دیہاتی ان کے گرد و پیش رہتے ہیں۔ ان کو یہ زیبا نہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ نہ دیں اور اپنی جان کو ان کی جان سے عزیز سمجھیں۔

۲۔ بس مسلمان تو وہی ہیں، جو اللہ پر اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتے ہیں اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کسی ایسے کام پر ہوتے ہیں جس کے لئے مجمع کیا گیا ہے اور اتفاقاً وہاں سے جانے کی ضرورت پڑتی ہے تو جب تک آپ سے اجازت نہ لیں اور آپ اس پر اجازت نہ دے دیں مجلس سے اٹھ کر نہیں جاتے۔ اے پیغمبر! جو لوگ آپ سے ایسے مواقع پر اجازت لیتے ہیں بس وہی اللہ پر اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتے ہیں تو جب یہ اہل ایمان لوگ ایسے مواقع پر اپنے کسی ضروری کام کے لئے آپ سے جانے کی اجازت طلب کریں تو ان میں سے آپ جس کے لئے مناسب سمجھ کر اجازت دینا چاہیں، اجازت دے دیا کریں اور اجازت دے کر بھی آپ ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی دعا کیا کیجئے۔ بلا شبہ اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔ تم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بلانے کو جب وہ کسی ضرورت اسلامیہ کے لئے تم کو جمع کریں۔ ایسا معمولی بلانا مت سمجھو۔ جیسا تم میں ایک دوسرے کو بلا لیتا ہے کہ چاہے آیا یا نہ آیا پھر آکر بھی جب تک چاہا بیٹھا۔ جب چاہا اٹھ کر بے اجازت لئے چل دیا۔

۳۔ اور (حرمت ایذاء نبوی صرف فضول جم کر بیٹھ جانے ہی کی صورت میں منحصر نہیں، بلکہ علی الاطلاق حکم ہے کہ) تم کو (کسی امر میں) جائز نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کلفت پہنچاؤ اور نہ یہ جائز ہے کہ تم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کی بیبیوں سے کبھی بھی نکاح کرو۔ یہ خدا کے نزدیک بڑی بھاری معصیت کی بات ہے (اور جس طرح

یہ نکاح ناجائز ہے ایسے ہی اس کا ذکر کرنا یا دل میں ارادہ کرنا سب گناہ ہے) سو اگر تم اس کے متعلق کسی چیز کو زبان سے ظاہر کرو گے یا اس کے ارادہ کو دل میں پوشیدہ رکھو گے تو اللہ تعالیٰ (کو دونوں کی خبر ہوگی، کیونکہ وہ) ہر چیز کو خوب جانتے ہیں (پس تم کو اس پر سزا دیں گے اور ہم نے جو اوپر حجاب کا حکم دیا ہے اس سے بعضے مستثنیٰ بھی ہیں، جن کا بیان یہ ہے کہ) پیغمبر کی بیبیوں پر اپنے باپوں کے سامنے ہونے کے بارہ میں کوئی گناہ نہیں اور نہ اپنے بیٹوں کے یعنی جس کے بیٹا ہو اور نہ اپنے بھائیوں اور نہ اپنے بھتیجوں کے اور نہ اپنے بھانجوں کے ــــ اور نہ اپنی دینی شریک عورتوں کے اور نہ اپنی لونڈیوں کے (یعنی ان کے سامنے آنا جائز ہے) اور اے پیغمبر کی بیبیو! (ان احکام مذکورہ کے امتثال میں) خدا سے ڈرتی رہو۔ (کسی حکم کے خلاف نہ ہونے پاوے) بے شک اللہ ہر چیز پر حاضر ناظر ہے۔ (یعنی اس سے کوئی امر مخفی نہیں، پس خلاف میں احتمال سزا کا ہے) بیشک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں آن پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر اے ایمان والو! تم بھی آپ پر رحمت بھیجا کرو اور خوب سلام بھیجا کرو۔ (تاکہ آپ کا حق عظمت جو تمہارے ذمہ ہے ادا ہو) بے شک جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قصداً ایذا دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت کرتا ہے اور ان کے لئے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

۴۔ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم نے آپ کو اعمال امت پر قیامت کے دن گواہی دینے والا عموماً اور دنیا میں خصوصاً مسلمانوں کے لئے بشارت دینے والا اور کافروں کے لئے ڈرانے والا کر کے بھیجا ہے اور اے مسلمانو! ہم نے ان کو اس لئے رسول بنا کر بھیجا ہے تاکہ تم اللہ پر اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاؤ اور اس کے دین کی مدد کرو اور اس کی تعظیم کرو (عقیدۃ بھی کہ اللہ تعالیٰ کو موصوف بالکمالات منزہ عن النقائص سمجھو اور عملاً کہ اطاعت کرو) اور صبح شام اس کی تسبیح و تقدیس میں لگے رہو۔

۵۔ اے ایمان والو! اللہ و رسول کی اجازت سے پہلے تم کسی قول یا فعل میں سبقت مت کیا کرو (یعنی جب تک قرائن قویہ یا تصریح سے اذن گفتگو کا نہ ہو، گفتگو مت کرو) اور اللہ

سے ڈرتے رہو۔ بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے سب اقوال کو) سننے والا (اور تمہارے افعال کو) جاننے والا ہے (اور) اے ایمان والو! تم اپنی آوازیں پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کی آواز سے بلند مت کیا کرو، اور نہ ان سے ایسے کھل کر بولا کرو۔ جیسے ایک دوسرے سے کھل کر بولا کرتے ہو (یعنی نہ بلند آواز سے بولو۔ جب کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سامنے بات کرنا ہو۔ گو باہم ہی مخاطبت ہو اور نہ برابر کی آواز سے جب کہ خود آپ سے مخاطبت کرو) کبھی تمہارے اعمال برباد ہو جاویں اور تم کو خبر بھی نہ ہو، اس کا مطلب یہ ہے کہ رفع صوت کہ صورۃً بے باکی ہے اور "جہر کجھر بعضکم" گستاخی ہے۔ (نشر الطیب)

یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین باوجودیکہ ہر وقت ہر حال میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شریک کار رہتے تھے اور ایسی حالت میں احترام و تعظیم کے آداب ملحوظ رکھنا بہت مشکل ہوتا ہے، لیکن ان کا یہ حال تھا کہ آیت مذکورہ نازل ہونے کے بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کچھ عرض کرتے تو اس طرح بولتے تھے۔ جیسے کوئی پوشیدہ بات کو آہستہ کہا کرتا ہے، یہی حال حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا تھا۔ (شفاء)

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کوئی مجھے دنیا میں محبوب نہ تھا اور میرا یہ حال تھا۔ میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف نظر بھر کر دیکھ بھی نہیں سکتا تھا اور اگر کوئی مجھ سے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا حلیہ مبارک دریافت کرے تو میں بیان کرنے پر اس لئے قادر نہیں کہ میں نے کبھی آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو نظر بھر کر دیکھا ہی نہیں۔
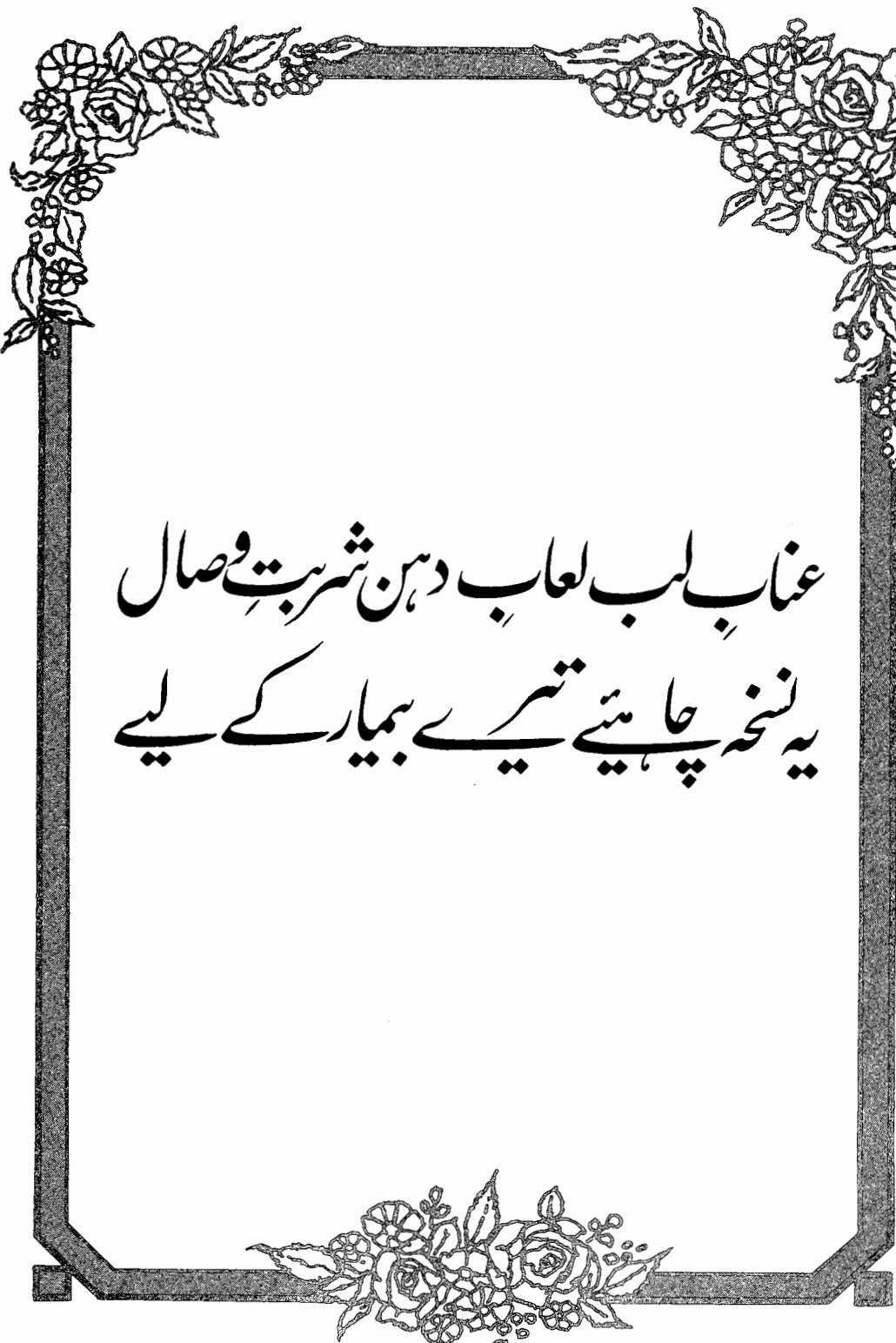
ترمذی نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے کہ مجلس صحابہ رضی اللہ عنہم میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے تھے تو سب نیچی نظریں کر کے بیٹھتے تھے، صرف صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہما آپ کی طرف نظر کرتے اور آپ ان کی طرف نظر فرما کر تبسم فرماتے تھے۔

اسامہ بن شریک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں

حاضر ہوا، کیا دیکھتا ہوں کہ آپ کے صحابہ (رضی اللہ عنہم) آپ کے ارد گرد (ادباً) اس طرح بے حس و حرکت خاموش بیٹھے ہیں گویا ان کے سروں پر کوئی پرندہ (گھوم رہا) ہے۔ اس حدیث کو چار کتابوں میں روایت کیا گیا ہے اور ترمذی نے اس کو صحیح کہا ہے۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے قصہ میں ذکر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام آپ کی ہیبت و عظمت کی وجہ سے آپ سے براہ راست سوال کرتے ہوئے ڈرتے تھے۔ اس لئے انہوں نے ایک دیہاتی شخص سے کہا کہ وہ آپ سے دریافت کرے کہ قرآن کریم میں "فمنھم من قضیٰ نحبہٗ" کا مصداق کون شخص ہے۔ اس نے آپ سے پوچھا مگر آپ نے اسے جواب نہ دیا۔ اس اثناء میں طلحہ رضی اللہ عنہ آنکلے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ وہ شخص ہیں۔ جو آیت بالا کا مصداق ہیں۔

(اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا ہے۔)

عنابِ لب لعابِ دہن شربتِ وصال
یہ نسخہ چاہیئے ترے بیمار کے لیے

پندرہویں مجلس کی خوشبوئیں

آپ کے آثار کے ساتھ صحابہ کا تبرک حاصل کرنا

روایت۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ حجام آپ کا سر مبارک مونڈ رہا ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم آپ کو گھیرے ہوئے بیٹھے ہیں اور مقصد صرف یہ ہے کہ جو بال آپ کے سر مبارک سے گرے وہ کسی نہ کسی کے ہاتھ پڑ جائے (صحیح مسلم)

روایت۔ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا جو حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی ہیں۔ آپ کبھی کبھی دوپہر کو ان کے گھر سوتے۔ بستر چمڑے کا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پسینہ بہت آیا کرتا تھا۔ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا پسینے کی بوندوں کو جمع کر لیتیں اور شیشی میں بہ احتیاط رکھ لیتی تھیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کرتے دیکھا تو پوچھا یہ کیا انہوں نے کہا کہ «عَرْقُكَ نَجْعَلَه فِي طِيْبِنَا وهُوَ مِنْ أَطْيَبِ الطِّيب».

ترجمہ: یہ حضور کا پسینہ ہے ہم اسے عطر میں ملالیں گی اور یہ تو سب عطروں سے بڑھ کر عطر ہے (بخاری مسلم)

اور مسلم کی روایت میں یہ بھی اضافہ ہے کہ جب ان سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ اس کا کیا کرتی ہو تو انہوں نے عرض کیا کہ ہم اسے اپنے بچوں کے لئے باعث برکت اور تبرک سمجھتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایاً "اَصَبْتِ" تم نے ٹھیک کیا۔ بعض صحیح روایات سے تو یہاں تک معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود اپنے مبارک بالوں کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں تقسیم فرمایا کرتے تھے۔

صحیح بخاری باب غزوۃ الطائف میں ایک حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پانی کے برتن میں کلی کر کے حضرت ابو موسیٰ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہم کو عطا فرمایا کہ اس

کو پی لیں اور اپنے چہرے پر مل لیں۔ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا پردہ کے پیچھے یہ واقعہ دیکھ رہی تھیں۔ انہوں نے اندر سے آواز دے کر ان دونوں بزرگوں سے کہا اس تبرک میں سے کچھ پانی ماں یعنی ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے لئے چھوڑ دینا۔

اس حدیث سے ظاہر ہے کہ نزول حجاب کے بعد ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن گھروں اور پردوں کے اندر رہتی تھیں

ف: اس روایت میں یہ بات بھی قابل نظر ہے کہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تبرکات کی ایسی ہی شائق تھیں جیسے دوسرے مسلمان، یہ بھی آپ کی ذات اقدس ہی کی خصوصیت تھی۔ ورنہ بیوی سے جو بے تکلفی شوہر کو ہوتی ہے۔ اس کے ساتھ اس کے تقدس و تعظیم کا یہ درجہ قائم رہنا عادتاً ناممکن ہے۔ (معارف القرآن)

محبت ہی ادب سکھاتی ہے اور محبت ہی اتباع پر آمادہ کرتی ہے

آؤ ہم محبت کریں اور محبت کرنا ان سے سیکھیں۔ جن کو خدا نے خود اپنے پیارے کی محبت و صحبت کے لئے چن لیا تھا۔ یہ یاد رکھنا چاہئے کہ محبت ہی ادب و توقیر سکھاتی ہے اور محبت ہی اتباع و اطاعت پر آمادہ کرتی ہے۔ تعظیم وہی تعظیم ہے جس کا منشاء محبت ہو اور اکرام وہی اکرام ہے۔ جس کا مبداء محبت ہو۔

آثار نبویہ سے تبرک حاصل کرنا

۱۔ عروہ بن مسعود ثقفی کو قریش نے صلح حدیبیہ سے پیشتر اپنا سفیر بنا کر حضور عالی میں روانہ کیا تھا۔ اسے سمجھایا گیا تھا کہ مسلمانوں کے حالات کو ذرا غور سے دیکھے اور عوام کو آ کر بتائے۔ عروہ نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم وضو کرتے ہیں تو بقیہ آب وضو پر صحابہ رضی اللہ عنہم یوں گرے پڑتے ہیں۔ گویا ابھی لڑ پڑیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لب (لعاب دہن) وغیرہ کو زمین پر گرنے نہیں دیتے۔ وہ کسی نہ کسی کے ہاتھ پر روک لیا جاتا ہے۔ جسے وہ منہ پر مل لیتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کوئی حکم دیتے ہیں تو تعمیل کے لئے سب دوڑے پھرتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کچھ بولتے ہیں تو سب چپ ہو جاتے ہیں۔ تعظیم کا یہ حال ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب آنکھ

اٹھا کر نہیں دیکھتے۔ عروہ نے یہ سب کچھ دیکھا اور قوم سے آکر بیان کیا
لوگو! میں نے کسریٰ کا دربا دیکھا اور قیصر کا دربار بھی دیکھا نجاشی کا دربار بھی دیکھا۔ مگر اصحاب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جو تعظیم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی کرتے ہیں، وہ تو کسی بادشاہ کو بھی اپنے ملک میں حاصل نہیں۔

۲۔ امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ حضرت ابن سیرین رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا کہ مجھے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا ان کے گھرانے سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے چند موئے مبارک ملے ہیں تو انہوں نے فرمایا کہ اگر میرے پاس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک موئے مبارک بھی ہو تو مجھے دنیا و مافیہا سے زیادہ محبوب ہو۔ (صحیح بخاری کتاب الوضوء)

ایک اور صحیح حدیث میں آتا ہے کہ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس لوگ بیماروں کے لئے پانی بھیجتے تو آپ (رضی اللہ عنہا) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ان مبارک بالوں کو جو آپ نے ایک نلکی یا خول میں رکھے ہوئے تھے۔ اس پانی میں ہلا دیتیں اور وہ پانی پھر مریض کو پلوا دیتیں۔ (بخاری کتاب الوضوء)

۳۔ امام مسلم رحمتہ اللہ علیہ نے اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے کہ وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے طیالسی جبہ کو دھو کر مریضوں کو شفا کے لئے اس کا پانی پلاتی تھیں "فنحنُ نَغْسِلُہا للمَرضَیٰ تستشفیٰ بہاَ" (صحیح مسلم کتاب اللباس)

مذکورہ بالا احادیث صحیح کتابوں سے لی گئی ہیں اور یہ ان بیسیوں احادیث میں سے چند ایک ہیں، ہم طوالت کے خوف سے ان روایات پر ہی اکتفا کرتے ہیں اور یہ تمام اس بات پر دال ہیں کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب اور ان سے وابستہ اشیاء سے بھی کس قدر محبت کرتے تھے اور ان سے تبرک بھی حاصل کرتے تھے۔

۴۔ زید بن وثنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کفار نے پکڑ لیا اور قریش نے قتل کے لئے ان سے خرید لیا تھا۔ جب ان کو سولی دینے کے لئے چلے تو ابو سفیان بن حرب نے ان سے کہا۔ زید تجھے خدا ہی کی قسم۔ تم چاہتے ہو کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو پھانسی دی جاتی اور تم

اپنے گھر میں آرام سے ہوتے
زید نے کہا۔ خدا کی قسم میں تو یہ بھی نہیں چاہتا کہ میری رہائی کے بدلے نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پائے مبارک میں اپنے گھر کے اندر بھی کانٹا لگے۔
ابو سفیان حیران رہ گیا اور یوں کہا کہ میں نے تو کسی کو بھی نہیں دیکھا۔ جو دوسرے شخص سے ایسی محبت رکھتا ہو۔ جیسے اصحاب محمد (رضی اللہ عنہم) کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔

۵۔ عبید اللہ بن یزید صحابی رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے۔ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ حضور مجھے اہل و مال سے زیادہ پیارے ہیں۔ جب حضور مجھے یاد آتے ہیں تو میں گھر میں ٹک نہیں سکتا۔ آتا ہوں اور حضور کو دیکھ کر تسلی پاتا ہوں۔ مگر میں اپنی موت اور حضور کی موت کا تصور کر کے کہا کرتا ہوں کہ حضور تو فردوس بریں میں انبیاء علیہم السلام کے بلند درجہ پر ہوں گے۔ میں اگر بہشت میں پہنچا بھی تو کسی ادنیٰ مقام میں ہوں گا اور وہاں حضور کا دیدار نہ پاسکوں گا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے یہ آیت پڑھ کر سنائی اور اس کے قلب کو سکینہ عطا فرمایا۔

﴿وَمَنْ يُطِعِ اللهَ والرَّسُوْلَ فَأُولٰئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ . . .﴾ الآية.

جو کوئی اللہ اور رسول کی اطاعت کرتا ہے وہ ان لوگوں کے ساتھ ہو گا جن پر خدا کا انعام ہوا

ایک اور صحابی رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے۔ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی جانب تاک لگائے دیکھتے رہتے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا۔ یہ کیا بات ہے۔ وہ بولے میں سمجھتا ہوں کہ دنیا ہی میں اس دیدار کی بہار لوٹ لوں۔ آخرت میں حضور کے مقام رفیعہ تک تو ہماری رسائی بھی نہ ہو گی۔
اس واقعہ پر اللہ تعالیٰ نے آیت بالا و من یطیع اللہ و رسولہ کو نازل فرمایا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث انس رضی اللہ عنہ میں صاف ہی فرما دیا "مَن اَحَبَّنِی کَانَ مَعِیَ فِی الجَنَّۃ"۔ جو کوئی مجھ سے محبت رکھتا ہے وہ میرے ساتھ جنت میں ہو گا۔
اس حدیث کی ابتداء میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا اگر تو ایسی صبح و شام میں زندگی بسر کر سکتا ہے کہ تیرے دل میں کسی کا کینہ نہ ہو۔ تو ضرور ایسا

ہی کر۔ پھر فرمایا۔ یہی میری روش ہے۔ جس نے میری روش کو زندہ کیا۔ اس نے مجھ سے محبت کی۔ (رواہ الترمذی)

۶۔ جنگ احد کا ذکر ہے۔ ایک عورت کا بیٹا۔ بھائی۔ شوہر قتل ہو گئے تھے وہ مدینہ سے نکل کر میدان جنگ میں آئی۔ اس نے پوچھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیسے ہیں۔ لوگوں نے کہا بحمد اللہ وہ توبخیریت ہیں، جیسا کہ تو چاہتی ہے۔ بولی نہیں مجھے دکھادو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لوں۔ جب اس کی نگاہ چہرہ مبارک پر پڑی تو وہ جوش دل سے بول اٹھی۔ کل مصیبۃ بعدک جلل ۔ آپ زندہ ہیں۔ تو اب ہر مصیبت کی برداشت آسان ہے۔ [1]

۷۔ عبد اللہ بن ابی رئیس المنافقین تھا اور اس کا بیٹا عبد اللہ رضی اللہ عنہ صادقین میں سے تھا۔ اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے گزارش کی "لَو شِئتَ لَاٰتِیتُکَ بِرَاسِہٖ"۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم چاہیں تو میں اپنے باپ کا سر کاٹ کر لے آؤں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار فرما دیا۔

۸۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح حدیبیہ کے موقع پر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو مکہ مکرمہ اپنا سفیر بنا کر بھیجا۔ قریش نے کہا۔ تم بیت الحرام میں آ گئے ہو۔ طواف تو کر لو۔ انہوں نے جواب دیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پیشتر کبھی طواف نہ کروں گا۔

۹۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمہاری محبت کیسی ہوتی تھی۔ فرمایا بخدا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو مال و اولاد، فرزند و مادر سے زیادہ محبوب اور اس سے زیادہ پیارے تھے جیسا ٹھنڈا پانی پیاسے کو ہوتا ہے۔ [2]

۱۔ زرقانی ج۶ ص ۲۹۰ یہ خاتون بلند پایہ ھند زوجہ عمرو بن الجموح انصاریہ ہیں۔ رضی اللہ عنہا۔

۲۔ یہ مثال عرب جیسے ملک میں بخوبی سمجھ میں آ سکتی ہے۔ جہاں پانی نہ ملنے سے بیسیوں اشخاص جنگلوں میں مر جایا کرتے تھے۔

صحابہ کے جذبات محبت

جذبات محبت کو دیکھنا ہو تو اس وقت دیکھو جب کوئی صحابی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرتا ہو۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں

«كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَحْسَنِ النَّاسِ خُلُقاً ولا مَسَسْتُ خزّاً ولا حَرِيْراً ولا شَيْئاً كَانَ أَلْيَنَ مِنْ كَفِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ولا شَمَمْتُ مِسْكاً قَطُّ وَلَا عِطْراً [1] كَانَ أَطْيَبُ مِنْ عَرَقِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم».

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شکل مبارک میں بھی سب سے زیادہ خوبصورت تھے میں نے ریشم کا دبیز یا باریک کپڑا یا کوئی اور شئے ایسی نہیں چھوئی جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہتھیلی سے زیادہ نرم ہو۔ میں نے کبھی کوئی کستوری یا کوئی عطر ایسا نہیں سونگھا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پسینہ سے زیادہ خوشبو والا ہو۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے کسی شخص نے پوچھا کہ کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک تلوار جیسا چمکیلا تھا تو بول اٹھے "لا بل کان مثل الشمس والقمر" نہیں نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک چہرہ تو آفتاب و ماہتاب جیسا تھا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں

«كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وسَلَّمَ أَزْهَرَ اللَّوْنِ كَأَنَّ عَرقه اللُؤْلُؤ».

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رنگ سفید روشن تھا۔ پسینہ کی بوند حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ پر ایسی نظر آتی تھی، جیسے موتی۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسجد سے نکل کر گھر کو چلے تو بچوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو گھیر لیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر ایک کو پیار دیتے (پیار کرتے تھے) اس کے منہ پر ہاتھ پھیرتے تھے۔ میرے رخسار پر بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ رکھا۔ میرے ٹھنڈک سی پڑ گئی اور ایسی خوشبو آئی۔ گویا وہ ہاتھ ابھی عطر دان سے نکالا گیا تھا۔ (صحیحین)

---

[1] شمائل ترمذی اور صحیحین میں عطر کی جگہ عنبرہ ہے اور عرق کی جگہ رائحہ ہے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ

«مَنْ رَآهُ بَدِيْهَةً هَابَه وَمَنْ خالَطَه مَعْرِفَةً أحبَّه فيقُوْلُ ناعتُه لمْ أرَ قبْلَه ولَا بَعْدَه مثْلَه» .

جو کوئی یکایک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آ جاتا۔ وہ دہل جاتا۔ جو پہچان کر آ بیٹھتا۔ وہ شیدا ہو جاتا۔ دیکھنے والا کہا کرتا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم جیسا کوئی بھی اس سے پہلے یا بعد میں نہیں دیکھا۔

حضرت ربیع بنت معوذ صحابیہ ہیں (رضی اللہ عنہا) ان سے عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کے پوتے نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کچھ حلیہ بیان فرمایئے۔ انہوں نے فرمایا"لورایت الشمس طالعۃ"اگر تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لیتا تو سمجھتا کہ سورج نکل آیا۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ چاندنی رات تھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حلہ حمراء اوڑھے ہوئے لیٹے تھے۔ میں کبھی چاند کو دیکھتا تھا۔ کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نگاہ ڈالتا تھا۔"فاذا ھو احسن عندی من القمر"بالآخر میں نے تو یہی سمجھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم چاند سے زیادہ خوش نما ہیں۔ اس روایت میں لفظ عندی عجیب طور پر لذت دید اور ذوق نظارہ کو ظاہر کر رہا ہے۔

غالباً اسی پر ایک عربی شعر کہا گیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ایسے حسین کے نظارے سے کیوں کر سیری ہو کہ جس کو تم جتنا دیکھو گے اس کا حسن اتنا ہی بڑھتا ہوا نظر آئے گا۔

وہی مبارک چہرہ جس کے دیدار سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی آنکھیں روشن ہوتی ہیں۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے قلب کو منور کرتا ہے۔

حدیث ترمذی میں ہے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو دیکھنے گیا تھا۔

«فَلَمَّا اسْتُبِيْنَتْ وَجْهه عرفْت أنَّ وجْهَه لَيْس بوجْه كَذَّابٍ» .

ترجمہ: مجھے تو مبارک چہرہ نظر آتے ہی عرفان ہو گیا کہ جھوٹے میں یہ بات کہاں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایام خلافت میں رات کو گشت کے لئے نکلے۔ سنا کہ ایک عورت دھنک رہی ہے اور یہ اشعار پڑھ رہی ہے۔

عَلٰى مُحَمَّدٍ صَلٰوةُ الأَبْرَار   صَلَّى عَلَيْهِ الطَّيِّبُوْنَ الأخْيَار

قَـد كـان قَـوَّامـاً بكى بـالْاسْـحَـار　　يـا لَيْت شَعْـري وَالْـمَـنَـايَـا أطْـوار
هَـلْ تـجْـمـعُـنِي وَحَـبـيْـبي الـدّار

ترجمہ: محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ابرار کے درود، اس پر طیبیون و اخیار درود پڑھ رہے ہیں۔ وہ توراتوں کو جاگنے والے سحر کو رونے والے تھے۔ موت تو بہتیری طرح آتی ہے۔ کاش مجھے یقین ہو جائے کہ مرنے کے بعد بھی مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہو گی۔

حضرت عمر، وہیں بیٹھ گئے، روتے رہے اور چند دن تک صاحب فراش رہے۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سیدنا بلال فرمایا کرتے تھے۔ بیت المقدس کی فتح کے بعد حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا قیام ملک شام میں تھا، ایک دن ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت ہوئی، ارشاد فرمایا۔ بلال! یہ کیا جفا ہے کہ میری زیارت کرنے کا وقت نہیں آتا، یہ خواب دیکھتے ہی حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھ کھلی تو نہایت غمگین، خوفزدہ، پریشان تھے، فوراً اونٹ پر سوار ہو کر مدینہ طیبہ حاضر ہوئے اور روتے ہوئے مزار پاک پر حاضر ہوئے۔ حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما خبر سن کر تشریف لائے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے اذان کہنے کی فرمائش کی، یہ ان سے مل کر لپٹ گئے اور صاجزادوں کی تعمیل ارشاد میں اذان کہی، آواز سن کر گھروں سے مرد عورتیں بے قرار روتی ہوئی نکل آئیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کی یاد نے سب ہی کو تڑپا دیا

لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى
أَكُوْنَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ
وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ ﷺ

سولھویں مجلس کی خوشبوئیں

آپ کے بعض لوازم عبدیت جو کہ آپ کے مراتب علیا سے ہیں

عبدیت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مراتب علیا سے ہے۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام کمالات کا مدار دو خوبیوں پر ہے۔ عبدیت و رسالت۔ جن کا جا بجا آیات و احادیث میں اظہار کیا گیا ہے اور نماز میں جو تشہد تعلیم کیا گیا ہے اس میں بھی دونوں کو جمع کیا گیا ہے۔ اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو انتہائی عروج و قرب سے نوازا گیا۔ یعنی معراج کا معجزہ عطا ہوا۔ تو اس کو بیان فرمانے میں بھی اللہ تعالیٰ نے مرتبہ "عبد" کا ہی اظہار فرمایا۔

عبدیت اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنے انتہائی فقر و احتیاج اور انتہائی محبت کے ساتھ تذلل کی حالت کا نام ہے۔ اسی کی عملی صورت کو عبادت کہا جاتا ہے۔

قاعدہ یہ ہے۔ کہ مالک کی جس قدر عظمت اور بڑائی کی معرفت ہو گی اسی قدر عاجزی اور افتقار پایا جائے گا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ پاک کی معرفت کا سب سے زیادہ حصہ اس طرح عطا ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور اور روح کو سب سے پہلے پیدا فرمایا اور ہزاروں سال اللہ تبارک و تعالیٰ کے سامنے وہی نور رہا۔ اس وقت جن و انس کوئی مخلوق نہیں تھی پھر تمام ارواح کو پیدا فرمانے کے بعد جب اللہ تعالیٰ نے اپنی ربوبیت کا عہد لیا کہ اَلَسۡتُ بِرَبِّکُمۡ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے "بلیٰ" یعنی اقرار فرمایا اس لئے معرفت میں سب سے بڑھ گئے جس کے نتیجے میں عبدیت میں بھی کمال کا درجہ حاصل کیا۔ اس عبدیت پر اللہ تعالیٰ کے ہاں جو قدر ہوئی اس کے متعلق علامہ حافظ ابن قیم رحمتہ اللہ علیہ جو کہ علمی و عملی جلالت شان کے ساتھ محتاط کلام کرنے میں متشددین میں شمار ہوتے ہیں وہ فرماتے ہیں۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے افتقار الی اللہ کے مقام (عبدیت کاملہ) کو مکمل کر لیا

تو اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق کو دنیا اور آخرت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا محتاج بنا دیا۔ دنیا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محتاجگی تو کھانے پینے اور سانس لینے جیسی چیزوں سے بھی زیادہ ہے۔ کہ جن پر دنیوی زندگی موقوف ہے[1]

اور آخرت میں مخلوق کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محتاجگی اس طرح سے ہوگی کہ میدان حشر میں اس کی ہولناکیوں سے پریشان ہو کر سب لوگ دوسرے انبیاء اور رسولوں کے پاس سفارش کی درخواست لے کر جائیں گے تاکہ نجات دلوائیں۔ مگر ہر شخص اس سے کترائے گا عذر کرے گا اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہوں گے جو سب کی شفاعت فرمائیں گے حتیٰ کہ اس شفاعت سے تمام انبیاء علیہم السلام بھی مستفید ہوں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی جنت کا دروازہ کھلوائیں گے (الفوائد لابن قیم صفحہ ۱۷۳ اور یہ مضمون احادیث صحیحہ میں ہے)

هُوَ الحَبِيْبُ الَّذِيْ تُرْجى شَفَاعَتُه　　لِكُلِّ هَوْلٍ مِن الْأَهْوَالِ مُقْتَحِمْ

جیسا کمالات رسالت سے نعوذ باللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص کر کے دوسرے بشر پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قیاس کرنا کفر یا بدعت ہے جس کا رد گذشتہ اوراق میں مذکور ہوا اسی طرح کمالات عبدیت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو متجاوز قرار دے کر الہ حق کے خواص سے متصف جاننا یا کسی ایسی صفت کو جو قرآن و حدیث میں نہ ہو ماننا بھی شرک یا معصیت ہے۔ اس کی اصلاح کے لئے چند روایت پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

پہلی روایت۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو اتنا مت بڑھا دو جیسا نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کو بڑھا دیا (کہ خواص الوہیت کو ان کے لئے ثابت کرنے لگے) میں تو اللہ کا بندہ ہوں (مجھ میں الوہیت کی کوئی بات نہیں) سو تم (مجھ کو) اللہ کا بندہ اور اس کا رسول کہا کرو (الوہیت کو ثابت مت کرو)　　(بخاری و مسلم)

۱۔ یعنی دنیا میں مومنین کو ایمان اسلام اور اللہ کی رضا و محبت آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے واسطے سے حاصل ہوتے ہیں۔ اور دیگر سارے عالم کی محتاجگی اس طرح سے ہے کہ سارے عالم کی روح جو ذکر اللہ ہے وہ قیامت تک آپ ہی کے دم قدم سے قائم ہے۔ کیوں کہ حدیث پاک میں آیا ہے کہ جب دنیا میں اللہ اللہ کہنے والا کوئی نہ رہے گا تو ساری مخلوق ختم کر دی جائے گی۔

دوسری روایت۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مرض وفات میں فرماتے تھے کہ میں نے جو کھانا (زہر آلود) خیبر میں (کچھ کھالیا تھا ہمیشہ اس کی تکلیف (کچھ نہ کچھ) پاتا رہا اور اب وہ وقت ہے کہ اس زہر سے میری رگ قلب کٹ گئی۔
(بخاری)

تیسری روایت۔ بخاری نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سحر کیا گیا یہاں تک کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو (اس کے اثر سے) یہ خیال ہو جاتا کہ میں فلاں (دنیوی) کام (جیسے کھانا پینا وغیرہ) کر چکا ہوں حالانکہ اس کو کیا نہ ہوتا۔

چوتھی روایت۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (در بارہ سہو فی الصلوٰۃ) فرمایا کہ میں بشر ہوں جیسے تم بھولتے ہو میں بھی بھولتا ہوں سو میں جب بھول جاؤں مجھ کو یاد دلا دیا کرو۔ (بخاری و مسلم)

پانچویں روایت۔ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس حدیث میں جس میں بعض لوگوں کا حوض کوثر سے ہٹا دیا جانا مذکور ہے) فرمایا کہ میں کہوں گا کہ یہ تو میرے متبعین (یعنی مؤمنین) میں سے ہیں (فرشتوں کی طرف سے) جواب ملے گا کہ آپ کو خبر نہیں کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا کیا (دین میں) اختراع کیا تھا۔ میں کہوں گا دور دور ایسا شخص جس نے میرے بعد دین میں تغیر تبدل کیا ہو۔
(بخاری و مسلم)

من القصيدة

ظَلَمْتُ سُنَّةَ مَنْ أَحْيَى الظَّلَامِ إِلَى — أَنِ اشْتَكَتْ قَدَمَاهُ الضُّرَّ مِنْ وَرَمِ

وَشَدَّ مِنْ سَغَبٍ أَحْشَاءَهُ وَطَوٰى — تَحْتَ الْحِجَارَةِ كَشْحاً مُتْرَفَ الْأَدَمِ

دَعْ مَا ادَّعَتْهُ النَّصَارٰى فِي نَبِيِّهِمِ — وَاحْكُمْ بِمَا شِئْتَ مَدْحاً فِيْهِ وَاحْتَكِمِ

ترجمہ: ۔ میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا بسبب چھوڑ دینے افعال مسنونہ اس نفس مقدسہ کے جس نے شب ہائے تاریک کو زندہ رکھا بسبب مشغولی عبادات مالک کائنات کے یعنی ان میں خواب استراحت نہ فرمائی یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں قدم مبارک مرض ورم میں

مبتلا ہو گئے (جس سے دو وجہ سے عبدیت ثابت ہوئی شب بیداری عبادت میں اور ورم قدم مبارک)

۔اور جنہوں نے بباعث گر سنگی اپنے سارے شکم مبارک کو کسا اور اپنے نرم لطیف پہلوئے مطہر کو پتھر کے تلے لپیٹا تاکہ اس کے ثقل اور سہارے سے یک گونہ تقویت حاصل ہو اور ضعف مانع قیام روزہ و نماز وغیرہ نہ ہو (اس سے بھی دو وجہ سے عبدیت ثابت ہوئی ایک گر سنگی دوسرے قناعت کہ عبادت ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے باوجود اختیار دیئے جانے کے اسی حالت کو پسند فرمایا)

۔اس دعوے کو جو نصاری نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بابت کیا ہے اے مخاطب غافل تو چھوڑ دے اور ایسا دعوی اپنے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت مت کر بلکہ ان کو افضل العباد سمجھ اور اس کے سوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح شریف میں جس وصف کمال کا ترا جی چاہے حکم جازم اور قطعی دعوی کر اور ان پر خوب مستحکم اور استوار رہ (یعنی نہ عبدیت کی نفی کرو اور نہ دوسرے بشر کے مساوی سمجھو بلکہ افضل العباد اعتقاد کرو) (عطر الوردہ)(نشر الطیب)

کمال عبدیت پر غیر معمولی اعزاز

سید ولد آدم صلی اللہ علیہ وسلم کو عبدیت کے کمال پر جو مرتبہ ملا اس کا ادراک محال ہے شیخ الاسلام امام حافظ ابن تیمیہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

وَكَانَ مِنْ رَبِّهِ بِالْمَنْزِلَةِ الْعُلْيَا الَّتِي تَقَاصَرَتِ الْعُقُولُ والأَلْسِنَةُ عَنْ مَعْرِفَتِهَا وَنَعْتِهَا .

ترجمہ: ان کا (اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا) اپنے رب کے یہاں اس قدر بلند مرتبہ ہے کہ جس تک انسانی عقل کی رسائی نہیں ہو سکتی اور جس کی تشریح سے انسانی زبانیں قاصر ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف بھیجنے کی فضیلت

درود شریف بھیجنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور آپ کے حقوق اور آداب میں سے ہے اس بارے میں چند روایات ذکر کی جاتی ہیں اول اللہ پاک کا ارشاد ہے۔

﴿إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَه يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيّ يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْماً﴾.

حق تعالیٰ شانہ نے قرآن پاک میں بہت سے احکامات ارشاد فرمائے نماز، روزہ، حج زکوٰۃ

وغیرہ اور بہت سے انبیاء کرام کی توصیفیں اور تعریفیں بھی فرمائیں، ان کے بہت سے اعزاز و اکرام بھی فرمائے۔ لیکن کسی حکم یا کسی اعزاز و اکرام میں یہ نہیں فرمایا کہ میں بھی یہ کام کرتا ہوں تم بھی کرو، یہ اعزاز صرف سید الکونین فخر عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے لئے ہے کہ اللہ جل شانہ نے صلوٰۃ کی نسبت اولاً اپنی طرف اس کے بعد اپنے پاک فرشتوں کی طرف کرنے کے بعد مسلمانوں کو حکم فرمایا کہ اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اے مومنو تم بھی درود بھیجو۔ اس سے بڑھ کر اور کیا فضیلت ہوگی کہ اس عمل میں اللہ اور اس کے فرشتوں کے ساتھ مومنین کی شرکت ہے،

يُصَلِّي عَلَيْهِ اللّٰهُ جَلَّ جَلالُه　　بِهٰذا بَدَا لِلعَالَمِيْنَ كَمالُه

یعنی ان پر تو اللہ جل جلالہ خود درود بھیجتے ہیں اسی سے ان کا خصوصی کمال ظاہر ہو گیا۔

بلاشبہ صلوٰۃ وسلام کا یہ بہت بڑا امتیاز ہے اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ واصحابہ وسلم کے مقام محبوبیت کے خصائص میں سے ہے۔

اس آیت میں جیسی شاندار تمہید اور جس اہتمام کے ساتھ اہل ایمان کو صلوٰۃ وسلام کا حکم دیا گیا ہے اس سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کی کتنی اہمیت و عظمت ہے اور وہ کیسا محبوب عمل ہے۔

آگے درج ہونے والی حدیثوں سے معلوم ہو گا کہ اس میں اہل ایمان کے لئے کس قدر خیر کتنی رحمت اور کیسی برکات ہیں۔

حدیث　حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ واصحابہ وسلم نے ارشاد فرمایا "جو بندہ مجھ پر ایک دفعہ درود پڑھے اللہ جل شانہ اس پر دس دفعہ درود بھیجتے ہیں"

فائدہ　اللہ جل شانہ کی طرف سے تو ایک ہی درود اور ایک ہی رحمت ساری دنیا کے لئے کافی ہے چہ جائیکہ ایک دفعہ درود پڑھنے پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے دس دفعہ رحمتیں نازل ہوں، پھر کتنے خوش قسمت ہیں وہ اکابر جن کے معمولات میں روزانہ سوالاکھ درود شریف کا معمول ہو۔

ایک دوسری روایت میں اس طرح ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس میرے رب کا پیام آیا ہے جس میں یوں ارشاد فرمایا ہے کہ تیری امت میں سے جو شخص ایک

دفعہ درود بھیجے گا میں اس پر دس دفعہ درود بھیجوں گا اور جو ایک دفعہ سلام بھیجے گا میں اس پر دس دفعہ سلام بھیجوں گا

حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ واصحابہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بلاشک قیامت میں ہر موقع پر مجھ سے زیادہ قریب وہ شخص ہو گا جو مجھ پر کثرت سے درود پڑھنے والا ہو گا

حدیث آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کا فرمان اس شخص کے لئے کہ جس نے عرض کیا تھا یا رسول اللہ اگر میں سارے (دعاؤں کے) وقت کو آپ پر درود کے لئے مقرر کر دوں تو کیسا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ واصحابہ وسلم نے فرمایا ایسی صورت میں اللہ تعالیٰ شانہ تیرے دنیا و آخرت کے سارے فکروں کی کفایت فرمائے گا

علماء نے اس کا سبب یہ لکھا ہے کہ جب بندہ اپنی طلب اور رغبت کو اللہ تعالیٰ کی طلب اور پسندیدہ چیز (درود شریف) میں کر لیتا ہے۔ اور اپنے مطالب پر اللہ تعالیٰ کی رضا کو مقدم رکھتا ہے تو وہ اپنے اس بندے کی سب مہمات کی کفایت کرتا ہے۔" من کان للہ کان اللہ لہٗ"

از ناقل: درود شریف کی یہ فضیلت تو فضائل درود کی ہر حدیث سے ثابت ہوتی ہے جب کہ ایک دفعہ درود پڑھنے سے پڑھنے والے پر دس رحمتیں نازل ہوتی ہیں، دس درجے بلند ہوتے ہیں، دس گناہ معاف ہوتے ہیں، نامہ اعمال میں مزید دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں، قیامت میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ واصحابہ وسلم کا خصوصی قرب نصیب ہوتا ہے، فرشتوں کا پڑھنے والے کا نام اس کے باپ کا نام لے کر درود و سلام کو بطور ہدیہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ واصحابہ وسلم کی خدمت میں پیش کرنا اور اس پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ واصحابہ وسلم کا جواب عطا فرمانا یقینی ثابت ہے تو ظاہر ہے کہ ان فضائل سے دنیا اور آخرت کے سارے ہی فکروں کی کفایت ہو گی

درود شریف کی لذیذ تر اور شیریں تر خاصیت

اور سب سے لذیذ تر اور شیریں تر خاصیت درود شریف کی یہ ہے کہ اس کی بدولت عشاق کو حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ واصحابہ وسلم کی زیارت کی دولت میسر ہوتی ہے، خواب میں زیارت کے لئے مشائخ کے آزمودہ خاص خاص درود شریف اور جملہ درود شریف کے

فضائل و برکات کی تفصیل حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی رحمتہ اللہ علیہ کی کتاب "فضائل درود شریف" میں پڑھی جاسکتی ہے. جس سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ واصحابہ وسلم سے محبت و تعلق جو ایمان کے لئے لازم ہے کی زیادتی ہو گی. اور درود شریف پڑھنے کی طرف رغبت اور شوق ہو گا۔

یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِماً أَبَداً   عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِم

تمام درودوں میں افضل درود

تمام درودوں میں افضل درود وہ ہیں جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پوچھنے پر اللہ تعالیٰ کے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ واصحابہ وسلم نے اپنی زبان مبارکہ سے ارشاد فرمائے۔ ان میں اکثر وہ ہیں جو درود ابراہیمی کہلاتے ہیں۔

حضرت ابراہیم علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ جل شانہ نے اپنا خلیل اور ہمارے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا حبیب قرار دیا ہے۔ اس لئے ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو درود ہو گا وہ محبت کی لائن کا ہو گا، اور محبت کی لائن کی ساری چیزیں سب سے اونچی اور لذیذ ہوتی ہیں، محبت اور خلت میں جو مناسبت ہے وہ ظاہر ہے اسی وجہ سے ان درودوں میں ایک کے درود کو دوسرے کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے لہٰذا یہ درود یقیناً سب سے اونچے، لذیذ اور افضل ہیں

یہ درود مخصوص کیفیتوں اور الفاظ کی معمولی کمی بیشی کے ساتھ صحیح حدیثوں میں آئے ہیں جن کو حضرت تھانوی قدس سرہ نے چہل حدیث کے طور پر جمع فرمایا۔ جس کے متعلق لکھتے ہیں کہ اس مقام پر جو صیغے صلوٰۃ وسلام کے احادیث مرفوعہ حقیقیہ یا حکمیہ میں وارد ہیں۔ ان میں سے چالیس صیغے مرقوم ہوتے ہیں جس میں پچیس صلوٰۃ اور پندرہ سلام کے ہیں گویا یہ مجموعہ درود شریف کی چہل حدیث ہے جس کے باب میں بشارت آئی ہے کہ جو شخص امردین کے متعلق چالیس حدیثیں میری امت کو پہنچا دے. اس کو اللہ تعالیٰ زمرہ علماء میں محشور فرمائیں گے اور میں اس کا شفیع ہوں گا۔ درود شریف کا امردین سے ہونا بوجہ اس کے مامور بہ ہونے کے ظاہر ہے تو ان احادیث شریفہ کے جمع کرنے سے مضاعف ثواب (اجر درود واجر تبلیغ چہل حدیث) کی توقع ہے، ان احادیث سے قبل دو صیغے قرآن مجید سے تبرکا لکھے جاتے ہیں جو اپنے

عموم لفظی سے صلوٰۃ نبویہ کو بھی شامل ہیں، اگر کوئی شخص ان سب صیغوں کو روزانہ پڑھ لیا کرے تو تمام فضائل و برکات جو جدا جدا ہر صیغے کے متعلق ہیں بتمامہا اس شخص کو حاصل ہو جائیں (زادالسعید)

جدا جدا فضائل حضرت شیخ رحمتہ اللہ علیہ کی کتاب فضائل درود شریف میں ضرور پڑھیں. تاکہ اس وظیفہ میں ایمان و احتساب کی کیفیت سے اجر کی زیادتی ہو اور ذوق و شوق سے مداومت حاصل ہو

شیریں تر نکتہ: سلف صالحین سے نقل کیا گیا ہے کہ "اللّٰہمّ" اللہ تعالیٰ کے تمام اسماء حسنیٰ کے قائم مقام ہے اور "حمید مجید" اللہ تعالیٰ کے دو ایسے مبارک نام ہیں جو تمام صفات جلالیہ و جمالیہ کے آئینہ دار ہیں، لہٰذا درود ابراہیمی کو پڑھتے وقت ان دونوں لفظوں کی معنویت کا خیال کرنے سے درود شریف کا کیف بہت بڑھ جاتا ہے

درود شریف کے صیغوں کی چہل حدیث کتاب کے آخر میں درج ہے۔

درود شریف نہ پڑھنے پر وعیدیں

جس طرح درود شریف پڑھنے کا اہل ایمان کو جس اہتمام کے ساتھ حکم دیا گیا ہے اور اس کے فضائل بیان ہوئے ہیں اسی طرح درود شریف نہ پڑھنے میں وعیدیں بھی بڑی سخت ہیں

ایک حدیث میں رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس شخص کی ناک خاک آلود ہو (یعنی ذلیل ہو) جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے۔ دوسری حدیث میں ایسے شخص کو بڑا بخیل فرمایا گیا ہے. اور ایک حدیث میں امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر پر چڑھتے وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام کی تین بد دعائیں ہیں اور خود شفیع المذنبین حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ان پر آمین فرمانا ذکر کیا گیا ہے اس میں نمبر ۲ کی بد دعا یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب میں منبر کے دوسرے درجہ پر چڑھا تو جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ ہلاک ہو وہ شخص جس کے سامنے آپ کا ذکر مبارک ہو اور وہ آپ پر درود نہ بھیجے میں نے کہا آمین

فائدہ (خوفناک بد دعا): اول حضرت جبرئیل علیہ السلام جیسے مقرب فرشتے کی بد دعا ہی کیا کم تھی

پھر اللہ جل جلالہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی آمین نے جتنی سخت بد دعا بنا دی وہ ظاہر ہے۔
علامہ سخاوی نے ان وعیدوں کو جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر مبارک کے وقت درود شریف نہ پڑھنے پر وارد ہوئی ہیں مختصر الفاظ میں جمع کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں ایسے شخص پر ہلاکت کی بد دعا ہے اور یہ کہ شقاوت کے حاصل ہونے کی خبر ہے نیز جنت کا راستہ بھول جانے کی اور جہنم میں داخل ہونے کی، اور یہ کہ وہ شخص ظالم ہے اور یہ کہ وہ شخص سب سے بڑا بخیل ہے اور کسی مجلس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف نہ پڑھا جائے اس کے بارے میں بھی کئی طرح کی وعیدیں ذکر کی ہیں۔ اور یہ کہ جو شخص حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہ پڑھے اس کا دین (سالم) نہیں اور یہ کہ وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور کی زیارت نہ کر سکے گا، اس کے بعد علامہ سخاوی رحمتہ اللہ علیہ نے ان سب مضامین کی روایات ذکر کی ہیں۔

یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِماً أَبَداً   عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِم

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امت پر بہت احسانات اور بے حد شفقتیں ہیں۔
حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم ساری رات ایک ہی آیت پڑھتے رہے۔ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ یہ آیت تھی۔

﴿إِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمِ﴾.

امت کی بخشش اور اس کے لئے دل سوزی کی روایات بہت ہیں۔ خود اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

﴿عَزِيْز عَلَيْهِ ما عَنِتُّمْ حَرِيْص عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْف رَحِيْم﴾

ایسے محسن اعظم نبی الرحمتہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے میں بخل اور کوتاہی ہو تو بڑی ہی بے مروتی کی بات ہے۔
اسی طرح اللہ تعالیٰ کو اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ادنیٰ بے ادبی بھی گوارہ نہیں جس کے خطرناک نتائج نکل سکتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

﴿يَا أَيُّها الَّذِيْنَ آمَنُوْا لاَ تَرْفَعُوْا أَصْوَاتَكُمْ﴾.

جس کا ترجمہ یہ ہے "اے ایمان والو بلند نہ کرو اپنی آوازیں نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی آواز سے اوپر اور اس سے نہ بولو تڑخ کر جیسے تڑختے ہو ایک دوسرے پر کہیں اکارت نہ ہو جائیں

تمہارے اعمال اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔

فائدہ حبط اعمال کی وعید اس قدر سخت ہے کہ یہ سزا مرتد کے لئے ہوتی ہے۔"واللہ غنی عن العالمین"

درود شریف پڑھنے کی بعض حکمتیں

حکمت اول۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احسانات امت پر بے شمار ہیں کہ صرف تبلیغ مامور بہ ہی پر اکتفا نہیں فرمایا بلکہ ان کی اصلاح کے لئے تدبیریں سوچیں ان کے لئے رات رات بھر کھڑے ہو کر دعائیں کیں ان کے احتمال مضرت سے دلگیر ہوئے اور تبلیغ گو مامور بہ تھی لیکن تاہم اس میں واسطہ نعمت تو ہوئے بہر حال آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) محسن بھی ہیں اور واسطہ احسان بھی پس اس حالت میں مقتضا فطرت سلیمہ کا یہ ہوتا ہے کہ ایسی ذات کے واسطے دعائیں نکلتی ہیں خصوصاً جب کہ ان کے احسانات کا بدلہ نہ ہو سکے۔ اور ہمارا عاجز ہونا اس سے ظاہر ہے (کیونکہ ان نعماء کا افاضہ غیر نبی سے نبی پر محالات سے ہے) اور دعاء رحمت سے بڑھ کر کوئی دعا نہیں اور اس میں بھی رحمت خاصہ کاملہ کی دعا جو کہ مفہوم ہے درود کا. اس لئے شریعت نے اسی فطرۃ سلیمہ کے مطابق درود شریف کا امر کہیں وجوباً کہیں استحباباً فرمایا۔

حکمت دوم۔ چونکہ آپ حق تعالیٰ کے محبوب ہیں اور محبوب کے لئے کسی خیر کی درخواست کرنا گو محبوب کو بوجہ اس کے کہ جس سے درخواست کی جاوے وہ خود بوجہ محبت کے وہ خیر اس محبوب کو پہنچاوے گا اس خیر کے ملنے میں اس درخواست کی حاجت ہی نہ ہو لیکن ایسی درخواست کرنا خود سبب ہوتا ہے اس درخواست کرنے والے کے تقرب کا پس درود شریف میں چونکہ درخواست رحمت ہے محبوب حق کے لئے اس کے لئے یہ ذریعہ ہو جاوے گا خود اس شخص کو حق تعالیٰ کی رضا و قرب میسر ہونے کا۔

حکمت سوم۔ نیز اس درخواست میں اظہار ہے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے شرف خاص عبدیت کاملہ کا کہ رحمت الٰہی کی آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بھی ضرورت ہے۔ (نشر الطیب)

حکمت چہارم۔ جس درجہ کی محبوب و مقصود حقیقی پر اس محبّ کی نظر ہو گی اسی درجے کی توجہ اور اس کا التفات محبوب و مقصود حقیقی سے ملانے والے اور اس تک پہنچانے والے کی حرکت و

سکون پر ہو گا یعنی اس کے قدم بقدم چلنے اور اس کے پیچھے چلنے کے لئے پوری طرح اسی کی طرف متوجہ رہے گا۔ اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو کہ اللہ تعالیٰ سے ملانے والے ہیں۔ اور اللہ تک پہنچانے والے ہیں ان کی طرف جتنی توجہ ہو گی اسی قدر یہ توجہ اللہ وحدہ لا شریک کا مطلوب اور توجہ الی اللہ کی علامت ہو گی پس اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کرنا یا اللہ تعالیٰ سے ملانے والے کی طرف توجہ کرنا دونوں التفات جدا جدا شمار نہیں ہوں گے بلکہ یہ دونوں توجہات آپس میں لازم و ملزوم ہوں گے پس اس ذوقی نقص یعنی اس راز کے نہ سمجھنے کے نقص کے رفع کرنے کے لئے درود شریف کا حکم ہوا۔ گویا صلواعلیہ وسلمواتسلیما میں حکم ہوا کہ اس واسطہ یعنی حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف توجہ بالاحترام کرنے سے یعنی ان کے لئے درود کی درخواست کرنے سے ہم خوش ہوتے ہیں پس اگر کوئی ہمارا اور ہماری رضا کا طالب ہے تو اس واسطہ کی طرف توجہ بالاحترام یعنی درود شریف پڑھا کرے اور اس درود شریف پڑھنے کے شغل کو ہمارے غیر میں مشغول ہونا نہ سمجھے کیونکہ اس طرح کی مشغولی توحید کے منافی نہیں۔ بلکہ ہمارے غیر میں وہ مشغولی توحید کے منافی ہے جب کہ وہ غیر ہمارے ملنے میں حجاب بنتا ہو لیکن جو غیر خود ملانے والا ہو اس کی طرف توجہ کرنا تو لوازم توحید سے ہے۔ کیونکہ اس کی طرف توجہ کیے بغیر تو توحید ہی تک نہیں پہنچ سکتا۔ اسی لئے علماء کرام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مکمل التوحید کہتے ہیں اور درود شریف کو ذکر اللہ میں شمار کرتے ہیں۔ (نشر الطیب)

حافظ ابن قیم رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں

شیخ الاسلام حافظ ابن قیم رحمتہ اللہ علیہ جلاء الافہام میں تحریر فرماتے ہیں کہ یہ درود شریف اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اللہ کے شکر کو بھی شامل ہے اور آپ کو مبعوث فرما کر جو اللہ تعالیٰ نے بندوں پر احسان کیا ہے اس کی معرفت کو بھی شامل ہے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا اللہ تعالیٰ کے ذکر، رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر اور اللہ تعالیٰ سے اس سوال پر مشتمل ہے کہ وہ آپ کو آپ کی شایان شان بدلہ دے۔ جیسا کہ اس میں ہمیں اپنے رب اور اس کے اسماء و صفات کی معرفت ہوتی ہے اور رب کی مرضی کی طرف رہنمائی ہوتی ہے اور اس کی بھی معرفت ہوتی ہے کہ ہمیں بھی آخرت میں کیا ملے گا۔ گویا یہ درود پورے ایمان ہی پر مشتمل ہے بلکہ یہ درود جس رب سے

دعا کررہے ہیں اس کے اقرار۔ اس کا علم و سمع قدرت و ارادۂ صفات و کلام سب کو مشتمل ہے۔ نیز بندوں کی طرف رسول بھیجنا اور آپ کی دی ہوئی تمام خبروں کی تصدیق۔ اور آپ کے کمال محبت کو مشتمل ہے۔ اور اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ یہی باتیں اصول ایمان ہیں۔

پس حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا بندے کی ان سب باتوں کے جاننے ان کی تصدیق کرنے اور آپ کی محبت پر مشتمل ہے۔ لہٰذا درود پڑھنا افضل اعمال میں سے ہوا۔

نیز حافظ ابن قیمؒ فرماتے ہیں کہ قاعدہ ہے کہ "جیسا عمل ہو اسی نوعیت کی جزا ملتی ہے"۔ الخ

جب کوئی اللہ کا بندہ اللہ تعالیٰ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک ذات پر درود بھیجتا ہے۔ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ثنا اور اکرام اور تشریف کا طالب ہوتا ہے اور آپ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل و اولاد کے لئے رحمت خاصہ سلامتی اور برکت کی دعا کرتا ہے تو اللہ کریم درود بھیجنے والے اور اس کی آل و اولاد پر دس گنا اپنی رحمتیں، سلامتی ، برکتیں اور عزتیں اپنی شان کے مطابق نازل فرماتا ہے جیسا کہ فضائل کی احادیث میں ہے۔

حضرت حافظ ابن قیم رحمتہ اللہ علیہ نے فضائل درود شریف کی احادیث جمع فرمائیں پھر ان احادیث سے حاصل شدہ فوائد و ثمرات کو کتاب کے آخری باب میں تحریر فرمایا ان میں سے چند ایک یہاں نقل کی جاتی ہیں۔

درود شریف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں دوام اور زیادتی کا سبب ہے۔ اور یہ (محبت رسول) ایمان کی کڑیوں میں سے ایسی کڑی ہے جس کے بغیر ایمان کامل نہیں ہوتا۔ کیونکہ بندہ جتنی کثرت سے محبوب کا ذکر کرے گا اور اس کی صورت کو قلب میں مستحضر کرے گا اور اس کے محاسن اور ان خوبیوں کو جن سے ان کی محبت پیدا ہو مستحضر کرے گا۔ اس کی محبت بڑھے گی اور تڑپ اتنی بڑھے گی کہ اس کے تمام قلب پر محبت چھا جائے گی اور جب اس کے ذکر سے اعراض کرے گا یا قلب میں اس کی ذات کو مستحضر کرنے اور اس کے محاسن کو مستحضر کرنے سے اعراض کرے گا تو محبت میں کمی واقع ہوگی (اور ایمان رخصت ہونا شروع ہو جائے گا)

(اسی فائدہ میں ذکر و محبت کے ثمرات لکھنے کے بعد فرماتے ہیں وفی ہذا الجناب الاشرف احق ماانشد)

لوشق عن قلبی فری وسطہ
ذکرک والتوحید فی شطرہ

ترجمہ:۔ اگر میرے دل کو چیرا جائے تو دیکھنے والا یہ دیکھے گا کہ اس کے نصف حصہ میں آپ کا ذکر ہے اور نصف حصہ میں توحید ہے۔

کسی بندہ کی شرافت کے لئے یہ کافی ہے کہ اس کا نام خیر کے ساتھ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں آ جائے۔

افلیشی ؒ کا قول

کونسا وسیلہ زیادہ شفاعت والا ہوسکتا ہے اور کونسا عمل زیادہ نفع والا ہوسکتا ہے اس ذات اقدس پر درود کے مقابلہ میں جس پر اللہ جل شانہ درود بھیجتے ہیں اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اور اللہ جل شانہ نے اس کو دنیا و آخرت میں اپنی قربت کے ساتھ مخصوص فرمایا ہے۔ یہ بہت بڑا نور ہے اور ایسی تجارت جس میں گھاٹا نہیں۔ یہ اولیائے کرام کا صبح و شام کا مستقل معمول رہا ہے۔ پس جہاں تک ہوسکے درود شریف پر جما رہا کر، اس سے اپنی گمراہی سے نکل آئے گا اور تیرے اعمال صاف ستھرے ہوجائیں گے۔ تیری امیدیں بر آئیں گی، تیرا قلب منور ہوجائے گا۔ اللہ تعالیٰ شانہ کی رضا حاصل ہوگی، قیامت کے سخت ترین دہشت ناک دن میں امن نصیب ہوگا۔
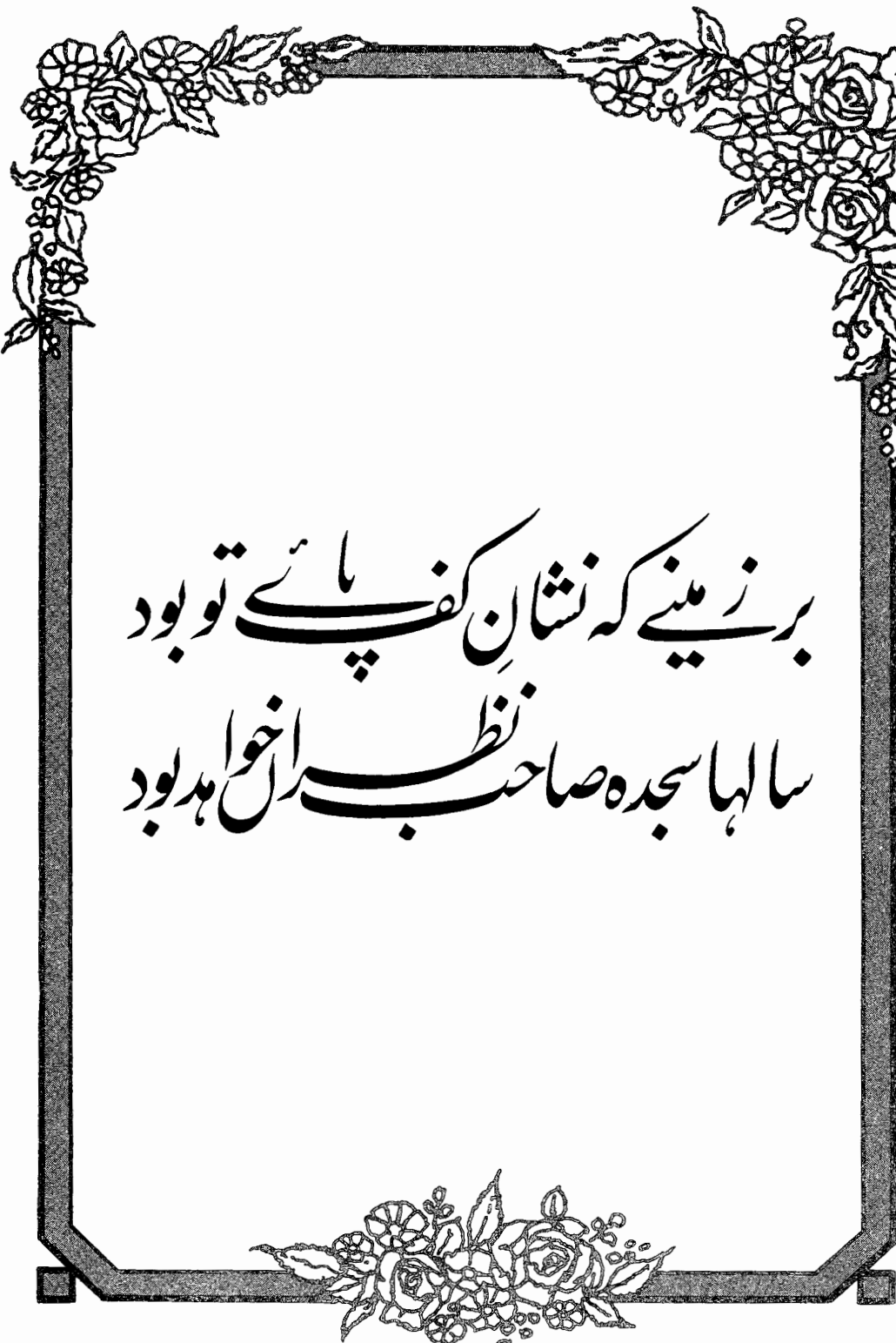
ماخوذ از: فضائل درود شریف

اللہم صل وسلم اشرف الصلوٰۃ والتسلیم علی حبیبک سیدنا و نبینا محمد عبدک و رسولک الرؤف الرحیم الذی قلت فی حقہ لقد جاء کم رسول من انفسکم عزیز علیہ ما عنتم حریص علیکم بالمومنین رءوف رحیم۔

صَلَّی اللہ عَلٰی مُحَمَّد صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَسَلَّم
صَلَّی اللہ عَلٰی مُحَمَّد صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَسَلَّم
صَلَّی اللہ عَلٰی مُحَمَّد صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَسَلَّم

فائدہ فقہیہ متعلقہ ادب درود شریف۔

ردالمحتار میں ہندیہ سے نقل کیا ہے کہ تاجر کا کپڑا کھولنے کے وقت اس غرض سے تسبیح یا درود پڑھنا کہ خریدار کو کپڑے کی عمدگی جتلانا مقصود ہے یا چوکیدار جگانے کے لئے ایسا کرے اسی طرح کسی بڑے آدمی کے آنے کے وقت اس غرض سے درود پڑھنا کہ لوگوں کو اس کے آنے کی اطلاع ہو جاوے تو لوگ کھڑے ہو جاویں یا اس کے لئے جگہ کر دیں یہ سب مکروہ ہے اور در مختار میں اس کو حرام کہا ہے ردالمختار میں حرام کی تفسیر مکروہ تحریمی سے کی ہے حاصل یہ ہے کہ درود شریف عبادت ہے اور عبادت کو امر شرعی کے موافق کرنا چاہئے اور ان اغراض کے لئے اس کا پڑھنا قواعد شرع کے خلاف ہے اس لئے ممنوع ہو گا اور ادب کے بھی خلاف ہے کہ اغراض خسیسہ کا آلہ ایسے امر شریف کو بنایا۔

بر زمینی که نشانِ کفِ پای تو بود
سالها سجده صاحب نظران خواهد بود

سترہویں مجلس کی خوشبوئیں

آپ کے ساتھ دعا کے وقت توسل حاصل کرنا

گو درود شریف جس طرح عبادت مقصودہ ہے اس طرح توسل عبادت مقصودہ نہیں مگر دعا کی قبولیت میں درود شریف کی طرح توسل بھی اثر رکھتا ہے" اقرب الی الا جابتہ" ہونے کے۔ اسی لئے درود شریف کے بعد اس کا ذکر مستحسن معلوم ہوا اور گو بعض نے اس مسئلہ میں کچھ خلاف بھی کیا ہے مگر مسلک جمہور کا اس کا جواز ہے جب کہ حدود شرعیہ کو محفوظ رکھے۔

پہلی روایت۔ سنن ابن ماجہ باب صلوٰۃ الحاجتہ میں عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نابینا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ دعا کیجئے اللہ تعالیٰ مجھ کو عافیت دے آپ نے فرمایا اگر تو چاہے اس کو ملتوی رکھوں اور یہ زیادہ بہتر ہے اور اگر تو چاہے تو دعا کر دوں اس نے عرض کیا کہ دعا ہی کر دیجئے آپ نے اس کو حکم دیا کہ وضو کرے اور اچھی طرح وضو کرے اور دو رکعت پڑھے اور یہ دعا کرے

اللهم إني أسألك وأتوجه إليك بنبيك محمد نبي الرحمة يا محمد إني أتوجه بك إلى ربي في حاجتي هذه لتقضى لي اللهم فشفعه فيّ.

ترجمہ. اے اللہ میں آپ سے درخواست کرتا ہوں اور آپ کی طرف متوجہ ہوتا ہوں بوسیلہ محمد نبی رحمت کے اے محمد میں آپ کے وسیلہ سے اپنی اس حاجت میں اپنے رب کی طرف متوجہ ہوا ہوں تاکہ وہ پوری ہووے اے اللہ آپ کی شفاعت میرے حق میں قبول کیجئے

ف۔ اس سے توسل صراحتہً ثابت ہوا اور چونکہ آپ کا اس کے لئے دعا فرمانا کہیں منقول نہیں اس سے ثابت ہوا کہ جس طرح توسل کسی کی دعا کا جائز ہے اسی طرح توسل دعا میں کسی کی ذات کا بھی جائز ہے اور حاصل توسل فی الدعاء کا یہ ہے کہ اے اللہ فلاں بندہ آپ کا مورد رحمت ہے اور مورد رحمت سے محبت اور اعتقاد رکھنا بھی موجب جلب رحمت ہے اور ہم

اس سے محبت اور اعتقاد رکھتے ہیں پس ہم پر بھی رحمت فرما اور توسل بالاعمال میں بھی تھوڑے تغیر سے یہی تقریر ہے کہ یہ اعمال آپ کے نزدیک موجب رحمت ہیں اور ان کا فاعل بھی مرحوم ہوتا ہے اور ہم نے یہ اعمال کئے تھے پس ہم پر رحم فرما۔

انجاح الحاجتہ میں ہے کہ اس حدیث کو نسائی اور ترمذی نے کتاب الدعوات میں نقل کیا ہے اور ترمذی نے حسن صحیح کہا ہے اور بیہقی نے تصحیح کی ہے اور اتنا زیادہ کیا ہے کہ وہ کھڑا ہو گیا اور بینا ہو گیا۔

دوسری روایت۔ انجاح الحاجتہ میں بعد تصحیح حدیث مذکور کے کہا ہے کہ طبرانی نے کبیر میں عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس کسی کام کو جایا کرتا اور وہ اس کی طرف التفات نہ فرماتے اس نے عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے کہا انہوں نے فرمایا تو وضو کر کے مسجد میں جا اور وہی دعا اوپر والی سکھلا کر کہا یہ پڑھ چنانچہ اس نے یہی کیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس جو پھر گیا تو انہوں نے بڑی تعظیم و تکریم کی اور کام پورا کر دیا (الحدیث) بیہقی نے اس کو دو طریق سے بیان کیا اور طبرانی نے کبیر اور اوسط میں ایسی سند سے نقل کیا ہے جس میں روح بن صلاح بھی ہے اور ابن حبان و حاکم نے اس کی توثیق کی ہے اور اس میں ایک گونہ ضعف ہے (جو کہ ایسے ابواب میں مضر نہیں)

ف۔ اس سے توسل بعد الوفات بھی ثابت ہوا اور علاوہ ثبوت بالروایہ کے درایۃً بھی ثابت ہے کیونکہ روایت اول کے ذیل میں جو توسل کا حاصل بیان کیا گیا ہے وہ دونوں حالتوں میں مشترک ہے۔

تیسری روایت۔ مشکوٰۃ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب لوگوں پر قحط ہوتا حضرت عباس رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب کے واسطہ سے دعاء بارش کی کیا کرتے اور فرماتے کہ اللہ ہم (پہلے) آپ کے دربار میں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا توسل کیا کرتے تھے آپ ہم کو بارش دیتے تھے اور اب ہم آپ کے دربار میں اپنے پیغمبر کے چچا کا توسل کرتے ہیں سو ہم کو بارش دیجئے چنانچہ بارش ہوتی تھی روایت کیا اس کو بخاری نے۔

ف۔ اس حدیث سے غیر نبی کے ساتھ بھی توسل جائز نکلا جب کہ اس کو نبی سے کوئی تعلق ہو

قرابت حسبیہ کا یا قرابت معنویہ کا تو توسل بالنبی کی ایک صورت یہ بھی نکلی اور اہل فہم نے کہا ہے کہ اس پر متنبہ کرنے کے لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے توسل کیا نہ اس لئے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وفات کے بعد توسل جائز نہ تھا جب کہ دوسری روایت سے اس کا جواز ثابت ہے اور چونکہ اس توسل پر کسی صحابی رضی اللہ عنہ سے نکیر منقول نہیں اس لئے اس میں اجماع کے معنی آ گئے۔

چوتھی روایت۔ ابو الجوزاء سے روایت ہے کہ مدینہ میں سخت قحط ہوا لوگوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے شکایت کی آپ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کو دیکھ کر اس کے مقابل آسمان کی طرف اس میں ایک منفذ (سوراخ) کر دو یہاں تک کہ اس کے اور آسمان کے درمیان حجاب نہ رہے چنانچہ ایسا ہی کیا تو بہت زور کی بارش ہوئی (الحدیث) روایت کیا اس کو دارمی نے۔ (کذافی خیر المواعظ باب الکرامات)

ف۔ اوپر توسل بالقول ثابت ہوا تھا اس سے توسل بالفعل بھی جائز ثابت ہوا اس کے معنی بھی بزبان حال یہ تھے کہ یہ آپ کے نبی کی قبر ہے جس کو ہم تلبس جسد نبوی کی وجہ سے متبرک سمجھتے ہیں اور نبی کی ملابس چیز کو متبرک سمجھنا یہ بوجہ اس کے کہ علامت ہے اعتقاد عظمت نبی کی عمل مرضی اور موجب رحمت ہے پس ہم پر رحم فرمایئے۔

پانچویں روایت۔ مواہب میں بسند امام ابو المنصور بن صباغ اور ابن النجار اور ابن عساکر اور ابن الجوزی رحمہم اللہ تعالیٰ نے محمد بن حرب ہلالی رحمتہ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ میں قبر مبارک کی زیارت کر کے سامنے بیٹھا تھا کہ ایک اعرابی آیا اور زیارت کر کے عرض کیا کہ یا خیر الرسل اللہ تعالیٰ نے آپ پر ایک سچی کتاب نازل فرمائی جس میں ارشاد فرمایا ہے۔

﴿ولو أنَّهم إذ ظَلَمُوا أنفسهم جاءوك فاستغفروا الله واستغفر لهم الرسول لوجدوا الله تواباً رَّحيماً﴾.

اور میں آپ کے پاس اپنے گناہوں سے استغفار کرتا ہوا اور اپنے رب کے حضور میں آپ کے وسیلہ سے شفاعت چاہتا ہوا آیا ہوں پھر دو شعر پڑھے الخ اور ان محمد بن حرب کی وفات ۲۲۸ھ میں ہوئی ہے غرض زمانہ خیر القرون کا تھا اور کسی سے اس وقت نکیر منقول نہیں پس حجت ہو گیا۔

(نشر الطیب)

تنبیہ۔ توسل کے بعض الفاظ تو ناجائز ہیں اور بعض معنی میں توسل حضرات علمائے کرام کے یہاں مختلف فیہ ہے۔ اور بعض معنوں میں توسل کا منکر کافر مرتد اور واجب القتل ہے۔ جیسا کہ آگے حضرت حافظ ابن تیمیہ رحمتہ اللہ علیہ کی عبارت نقل کی جائے گی دعا کے وقت جن معنوں میں توسل مختلف فیہ ہے۔ اور جمہور کا مسلک اس میں جواز کا ہے جیسا کہ شروع میں ذکر ہوا لیکن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا صفات کے ساتھ توسل کرنے میں تو کوئی اشکال ہو ہی نہیں سکتا جب کہ اللہ تعالیٰ کی صفات اور اعمال صالحہ کے ساتھ توسل بالاتفاق جائز ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اللہ پاک کا ارشاد ہے "وما ارسلنک الا رحمتہ اللعلمین" یعنی ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نبی الرحمتہ ہوں اور ارشاد فرماتے ہیں۔ "انما انا رحمتہ مھداۃ" یعنی میں اللہ تعالیٰ کی وہ رحمت ہوں جس کو اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو تحفہ کے طور پر عطا فرمایا اس عطائے رحمت (تحفہ) کو اللہ تعالیٰ نے مومنین پر اپنا ایسا احسان قرار دیا جس کا بدلہ ہو ہی نہیں سکتا اگرچہ اللہ تعالیٰ کے کسی بھی احسان کا بدلہ ایک ناچیز بندے سے ممکن نہیں کیونکہ بندہ جو کام بدلے میں کرے گا اس کی توفیق خود اللہ تعالیٰ کا نیا اور مزید احسان ہو گا یعنی احسان پر احسان ہو گا ارشاد باری تعالیٰ ہے۔" لَقَدْ مَنَّ اللہ عَلَی الْمُؤمِنِینَ اِذْ بَعَثَ فِیھِم رَسُولاً الآیۃ" غرض اللہ تعالیٰ کے حبیب سرور کائنات صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اللہ کریم کی سراپا رحمت ہے۔ ان کا توسل گویا اللہ کی رحمت سے توسل کرنا ہے اس میں اگر اختلاف ہوا ہے تو وہ محض لفظی ہے کیونکہ توسل بالصفات توسل بالاعمال توسل بمورد رحمت سب کا حاصل ایک ہی ہے۔ اب شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ رحمتہ اللہ علیہ کا ارشاد ملاحظہ کریں

شیخ الاسلام حضرت حافظ ابن تیمیہ رحمتہ اللہ علیہ کسی شخص کی دعا کے ساتھ توسل کے بارے میں اپنے رسالہ" قاعدہ جلیلہ" میں طویل بحث کرتے ہیں اور توسل کے متعلق لکھتے ہیں کہ توسل کے تین معنی لئے جاتے ہیں۔ دو معنی تو تمام مسلمانوں کے ہاں بالاتفاق جائز ہیں۔ ان میں ایک تو اصل ایمان و اسلام ہے وہ یہ کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان اور ان کی اطاعت کے ذریعے سے توسل کیا جائے دوسرا یہ کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعا اور شفاعت کا وسیلہ پکڑنا یعنی توسل کرنا یہ بھی نفع پہنچاتا ہے اس کے بعد حضرت حافظ صاحب رحمتہ اللہ

فرماتے ہیں جو کوئی بھی ان دو معنی میں سے کسی ایک کا انکار کر دے وہ کافر اور مرتد ہے۔ اکر توبہ نہ کرے تو مرتد ہونے کی وجہ سے قتل کیا جائے گا وہ یہ بھی لکھتے ہیں دوسری قسم کے توسل سے انکار پہلی قسم کے انکار سے ہلکا کفر ہے۔

("عقیدہ اور عقیدت" از سید مفتی مختار الدین صاحب)

مـن الـروض

وَمَنْ تَكُنْ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ نُصْرَتُه فَالْفَتْحُ مِنْ جُنْدِهِ والنَّصْرُ والظَّفَر

دَعَاكُمْ مُسْتَغِيْثاً رَاجِياً أَمَلاً فَهَلْ لَه مِنْ سِوٰى لُطْفِكُمْ نَظَر

فَاعْطِفْ إِلٰهِيْ عَلَيْنَا قَلْبَ سَيِّدِنَا خَيْرِ الْأَنَامِ فَمِنْهُ الْعَطفُ مُنْتَظَر

ترجمہ: اور جس شخص کی نصرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے توسل سے ہو تو فتح اور نصر اور ظفر اس کے لشکر میں سے ہے

اس بندہ نے آپ کو یارسول اللہ مستغیث ہو کر اور امید کی چیزوں کا امیدوار ہو کر پکارا ہے سو اس کے لئے سوا آپ کے لطف کے کوئی نظر گاہ نہیں۔

سوائے اللہ ہم پر ہمارے سردار خیر الامم کے قلب کو مہربان کر دیجئے کیونکہ آپ کی طرف سے عطوف کا انتظار ہے۔

آپ سے تعلق والی اشیا سے توسل حاصل کرنے کی برکات

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار کے ساتھ صحابہ کرام کا تبرک حاصل کرنا یعنی توسل کرنا اسی رسالے کی گذشتہ مجالس میں درج ہے۔ جس میں بال مبارک کا خود حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابہ میں تقسیم کرنا۔ صحابہ کا پسینہ مبارک کو اکٹھا کرنا۔ جبہ مبارک کو نچوڑ کر تبرک حاصل کرنا وغیرہ تفصیل سے درج ہیں۔

اس برکت کا راز یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار دیکھنے سے اور محبت سے ان کو مس کرنے سے آپ کے ساتھ تعلق اور محبت کی کیفیت بڑھ سکتی ہے۔ اور یہی محبت و تعلق اللہ تعالیٰ کی رحمت کے حصول کا ذریعہ بنتا ہے چنانچہ محبت کے بغیر اگر کوئی متبرک چیز کو استعمال کرے تو اس کو برکت کے اثرات حاصل نہیں ہوتے۔ جو کہ مشاہدہ ہے۔

عطر الوردہ میں قصیدہ بردہ کی برکات میں لکھا ہے کہ صاحب قصیدہ یعنی امام ابو عبداللہ

شرف الدین محمد بن سعید بن حماد بوصیری قدس سرہ کو فالج ہو گیا تھا جس سے نصف بدن بیکار ہو گیا انہوں نے بہ الہام ربانی یہ قصیدہ تصنیف کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے خواب میں مشرف ہوئے آپ نے اپنا دست مبارک ان کے بدن پر پھیر دیا یہ فوراً شفا یاب ہو گئے اور یہ اپنے گھر سے نکلے تھے کہ ایک درویش سے ملاقات ہوئی اور اس نے درخواست کی کہ مجھ کو وہ قصیدہ سنا دیجئے جو آپ نے مدح نبوی میں کہا ہے انہوں نے پوچھا کون سا قصیدہ، اس نے کہا کہ جس کے اول میں یہ ہے "امن تذکر جیران بذی سلمؒ ان کو تعجب ہوا کیونکہ انہوں نے کسی کو اطلاع نہیں دی تھی اس درویش نے کہا کہ واللہ میں نے اس کو اس وقت سنا ہے جب کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پڑھا جا رہا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہو رہے تھے سو انہوں نے یہ قصیدہ اس درویش کو دے دیا اور اس قصہ کی شہرت ہو گئی اور شدہ شدہ یہ خبر صاحب بہاؤ الدین وزیر ملک ظاہر کو پہنچی اس نے نقل کرایا اور وہ اس کے گھر والے اس سے برکت حاصل کرتے تھے اور انہوں بڑے بڑے آثار اس کے اپنے دنیوی و دینی امور میں دیکھے اور سعد الدین خارقی جو کہ توقیع نگار وزیر مذکور کا تھا آشوب چشم میں مبتلا ہوا کہ قریب تھا آنکھیں جاتی رہیں کسی نے خواب میں کہا کہ وزیر کے پاس جا کر اس سے قصیدہ بردہ لے کر آنکھوں پر رکھو چنانچہ اسنے ایسا ہی کیا اور بیٹھے بیٹھے اس کو پڑھا فی الفور اللہ تعالیٰ نے اس کو شفا بخشی۔

نقشہ نعل مبارک

جیسا کہ کتاب کے شروع میں لکھا گیا ہے۔ کہ آج کل گناہوں کی کثرت آخرت سے غفلت اور محبت و عظمت رسول کی کمی کی وجہ سے فتن و شرور کا بہت زور ہے اور ہمارے اعمال بھی بے روح ہیں لیکن اگر کسی مقبول عمل یا مقبول ذات کا وسیلہ ہو تو ان کے طفیل ہمارے ناقص اعمال اور دعاؤں کے قبول ہونے کی امید ہے۔ اور انہیں کے وسیلہ سے اعمال خیر کی توفیق مل جاتی ہے انہی وسائل میں کثرت درود شریف ہے جو کہ خود بھی عبادت مقصودہ ہے اور ہمیشہ مقبول ہے جس کا ذکر گزشتہ مجالس میں آچکا اور اپنی دعاؤں میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کا وسیلہ پکڑنے کا بیان بھی مذکور ہوا۔ اسی طرح حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کے

متعلق آپ کے آثار سے وسیلہ کا مفصل بیان ہو چکا۔ ان چیزوں میں بزرگوں کا ایک مجرب وسیلہ نقشہ نعل مبارک بھی ہے۔ جو کہ بہت ہی بابرکت اور سریع الاثر ہے۔ جس کی برکات بے حدو بے حساب ہیں۔ اس سے طریقہ توسل حضرت تھانوی رحمتہ اللہ علیہ کی کتاب سے نقل کر دیا ہے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی رحمتہ اللہ علیہ کتاب خصائل نبوی میں فرماتے ہیں کہ اس کے خواص بے انتہاء ہیں علماء نے بارہا تجربے کئے ہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی زیارت نصیب ہوتی ہے۔ ظالموں سے نجات نصیب ہوتی ہے، ہر دلعزیزی میسر ہوتی ہے۔ غرض ہر مقصد میں اس کے توسل سے کامیابی ہوتی ہے۔ اور شوق و محبت پیدا کرنے والے چند اشعار بھی لکھے ہیں تاکہ غلبہ محبت سے اتباع سنت نصیب ہو جو کہ اصل کامیابی دارین ہے۔

طریق توسل

بہتر ہے کہ آخر شب میں اٹھ کر وضو کر کے تہجد جس قدر ہو سکے پڑھے۔ اس کے بعد گیارہ بار درود شریف، گیارہ بار کلمہ طیبہ، گیارہ بار استغفار پڑھ کر اس نقشہ کو باادب اپنے سر پر رکھے اور بہ تضرع تمام جناب باری تعالیٰ میں عرض کرے کہ الٰہی میں جس مقدس پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشہ نعل شریف کو سر پر لئے ہوئے ہوں ان کا ادنیٰ درجے کا غلام ہوں، الٰہی اس نسبت غلامی پر نظر فرما کر بہ برکت اس نعل شریف کے میری فلاں حاجت پوری فرمایئے۔ مگر خلاف شرع کوئی حاجت طلب نہ کرے۔ پھر سر پر سے اس کو اتار کر اپنے چہرے پر ملے اور اس کو بہ محبت بوسہ دے، اشعار ذوق و شوق بغرض ازدیاد عشق محمدی پڑھے انشاء اللہ تعالیٰ عجیب کیفیت پائے گا۔

بعض آثار و خواص نقشہ نعل شریف

علامہ محدث حافظ تلمسانی کتاب "فتح المتعال فی مدح خیر النعال" میں فرماتے ہیں کہ اس نقشہ نعال شریف کے منافع ایسے کھلم کھلا ہیں کہ بیان کی حاجت نہیں، من جملہ ان کے ابوجعفر کہتے ہیں کہ میں نے ایک طالب علم کے لئے یہ نقشہ بنوا دیا تھا وہ میرے پاس ایک روز آ کر کہنے لگا کہ میں نے شب گذشتہ میں اس کی عجیب برکت دیکھی کہ میری بی بی کے اتفاقاً ایسا

سخت درد ہوا کہ قریب بہ ہلاکت ہو گئی میں نے یہ نقشہ شریف درد کی جگہ رکھ کر عرض کیا کہ یا الٰہی مجھ کو صاحب نعل شریف کی برکت دکھلایئے اللہ تعالیٰ نے اسی وقت شفاء عنایت فرمائی۔

قاسم بن محمد کا قول ہے کہ اس کی آزمائی ہوئی برکت یہ ہے کہ جو شخص اس کو تبرکاً اپنے پاس رکھے ظالموں کے ظلم سے دشمنوں کے غلبے سے شیطان سرکش سے حاسد کی نظر بد سے امن و امان میں رہے، اور اگر حاملہ عورت دردزہ کی شدت کے وقت اس کو اپنے داہنے ہاتھ میں رکھے بفضلہ تعالیٰ اس کی مشکل آسان ہو۔ شیخ ابن حبیب النبی روایت فرماتے ہیں کہ ان کے ایک دمبل نکل آیا کہ کسی کی سمجھ میں نہیں آتا تھا نہایت سخت درد ہوا کسی طبیب کی سمجھ میں اس کی دوا نہ آئی، انہوں نے یہ نقش شریف درد کی جگہ رکھ لیا معاً اس کے ایسا سکون ہو گیا کہ گویا کبھی درد ہی نہ تھا۔

ایک اثر خود میرا (یعنی صاحب فتح المتعال کا) مشاہدہ کیا ہوا ہے کہ ایک بار سفر دریائے شور کا اتفاق ہوا ایک دفعہ ایسی حالت ہوئی کہ سب ہلاکت کے قریب ہو گئے کسی کو بچنے کی امید نہ تھی۔ میں نے یہ نقشہ ناخدا کے پاس بھیج دیا کہ اس سے توسل کرے اسی وقت اللہ تعالیٰ نے عافیت عطا فرمائی۔

اور محمد بن الجزری رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ جو شخص اس نقش شریف کو اپنے پاس رکھے خلائق میں مقبول رہے۔ اور پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے خواب میں مشرف ہو۔ اور یہ نقش شریف جس لشکر میں ہو اس کو شکست نہ ہو۔ اور جس قافلے میں ہو لوٹ مار سے محفوظ رہے جس اسباب میں ہو چوروں کا اس پر قابو نہ چلے۔ جس کشتی میں ہو غرق سے محفوظ رہے اور جس حاجت میں اس سے توسل کریں وہ پوری ہو،

یہ تمام مضامین کتاب القول السدید فی ثبوت استبراک نعل سید الاحرار والعبید سے نقل کئے گئے ہیں اور کتاب "المرتجی بالقبول فی خدمتہ قدم الرسول" میں علمائے محققین و صلحائے معتبرین سے بہت آثار و خواص و حکایات نقل کئے ہیں جس کو شوق ہو دیکھ لے۔

○

ضروری عرض

اس نقشہ شریف کو ادب و احتیاط سے رکھیں مگر ایسا غلو نہ کریں کہ خلاف شرع کوئی بات ہو جائے اور اس کو وسیلہ برکت و محبت سمجھیں یہ نہیں کہ تمام احکام دین و اعمال خیر کو رخصت کر کے اسی پر کفایت کریں۔

هٰذَا مِثَالُ نِعَالِهٖ صَلُّوْا عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ

نقشہ نعل شریف
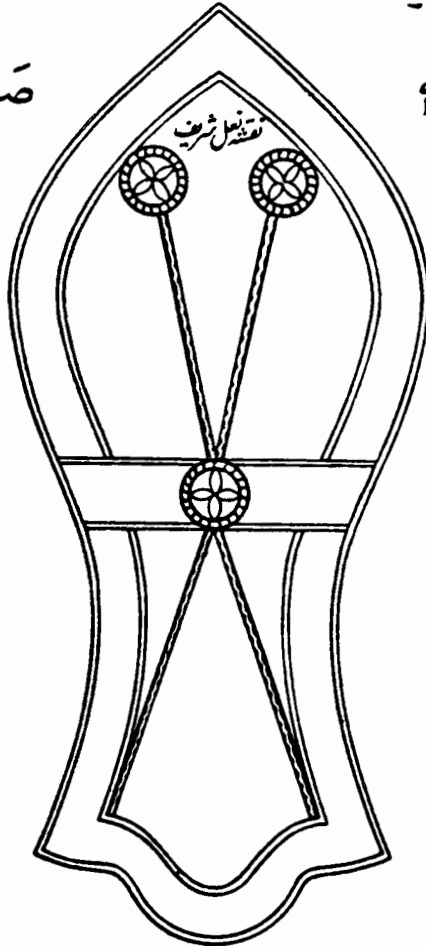
حکیم الامت حضرت تھانوی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ جب صرف ان الفاظ میں جو کہ آپ کے معنی و مدح کی صورت و مثال ہیں اور پھر ان نقوش میں جو کہ ان الفاظ پر دال ہیں اور اس ملبوس میں جو کہ آپ کی نعال ہیں اور پھر ان نقشوں میں جو کہ ان نعال کی تمثال ہیں یہ دولتہائے لازوال اور نعمت ہائے بے مثال ہیں سو خود آپ کی ذات مجمع الکمالات و اسماء جامع البرکات سے توسل حاصل کرنا اور اس کے وسیلہ سے دعا کرنا کیا کچھ نہ ہو گا۔

نام احمد چوں چنیں یاری کند تاکہ نورش چوں مددگاری کند

نام احمد چوں حصارے شد حصیں تاچہ باشد ذات آں روح الامیں

ترجمہ جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام مبارک سے یہ فائدہ ہوتا ہے۔ تو نور مبارک کے فائدے کا کیا ٹھکانہ

اور آپ کا نام مبارک جب ایک مضبوط قلعہ کی طرح ہے تو آپ کی ذات مبارک کیا کچھ نہ ہوگی۔

یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح تو بڑی چیز ہے جس کا پورا بیان بھی نہیں ہو سکتا کہ اللہ تعالیٰ خود مدح فرماتے ہیں لیکن صرف آپ کی مدح کے الفاظ میں اتنی بڑی برکت ہے کہ آپ کی شان میں قصیدہ لکھنے والے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت ہوتی ہے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم خواب ہی میں اپنا دست مبارک ان کے بدن پر پھیر دیتے ہیں جس سے ان کو فالج کے مہلک مرض سے فوراً شفا یابی ہو گئی۔ اور پھر ان اوراق میں جن پر آپ کی مدح کے الفاظ کے نقوش ہیں یعنی لکھے ہوئے ہیں ان کو آنکھوں پر رکھنے سے آشوب چشم کے مرض سے شفا ہو گئی اسی طرح آپ کی نعل مبارک کے کاغذ پر بنے ہوئے نقشے کی برکات مہلک امراض سے غرق، حرق سے حفاظت اور دینی دنیاوی برکات کا حاصل ہونا علمائے محدثین ومحققین صلحاء امت کا مجرب ہے تو اندازہ کریں کہ جس ذات سے اتنے بعید اور معمولی تعلق کے نشان یعنی صرف کاغذ پر بنے ہوئے نقشے میں یہ لازوال دولتیں اور بے مثال نعمتیں ہوں تو خود آپ کی ذات جو کمالات وبرکات کی جامع ہے ان سے توسل حاصل کرنا اور ان کے وسیلہ سے دعا کرنا کیا کچھ نہ ہو گا۔

اب چند اشعار شوقیہ مع ترجمے کے لکھے جاتے ہیں کہ ان کو پڑھ کر سمجھ کر اپنے شوق ومحبت کو بڑھا دیں۔

قَال الْإِمَامُ أَبُو الْخَيْرِ مُحَمَّدُ بْنُ مُحَمَّد الجَزَرِي عَلَيْهِ الرَّحْمَةُ:

يَا طَالِباً تِمْثَالَ نَعْلِ نَبِيِّه هَا قَدْ وَجَدْتَّ إِلَى اللِّقَاءِ سَبِيْلَا

فَاجْعَلْهُ فَوْقَ الرَّأْسِ وَاخْضَعَنْ لَه وَتَغَالَ فِيْهِ وَأَوْلِه التَّقْبِيْلَا

مَنْ يَدَّعِي الْحُبَّ الصَّحِيْحَ فَإِنَّه يُثْبِتُ عَلَى مَا يَدَّعِيْه دَلِيْلَا

عَنِ السَّيِّدِ مُحَمَّدِ الْجَمَازِي الْحُسَيْنِي الْمَالِكِيْ:

لَمَّا رَأَيْتُ مِثَال نَعْلِ الْمُصْطَفٰى — الْمُسْنَدَالْوَضْعِ الصَّحِيْحِ مُعَرَّفَا
فَمَسَحْتُ وَجْهِيْ بِالْمِثَالِ تَبَرُّكاً — فَشُفِيْتُ مِنْ وَقْتِي وكُنْتُ عَلَى الشَّفَا
وَظَفَرْتُ بِالْمَطْلُوْبِ مِنْ بَرَكَاتِه — وَوَجَدْتُ فِيْهِ مَا أُرِيدُ مِنَ الصَّفَا

ترجمہ:۔ اے طلب کرنے والے نقش نعل شریف اپنے نبی کے آگاہ ہو جاتحقیق پالیاتو نے اس کے ملنے کا راستہ پس رکھ اس کو سر پر اور خضوع کر اس کے لئے اور مبالغہ کر خضوع میں اور پیاپے اس کو بوسے دے جو شخص دعوٰی کرے سچی محبت کا پس بے شک وہ قائم کرتا ہے اپنے دعوٰی پر دلیل کو۔

جب دیکھا میں نے نقشہ نعل شریف حضرت مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم کا جس کی وضع سند صحیح سے بتلائی ہوئی ہے تو میں نے مل لیا اپنے چہرے پر اس نقشے کو واسطے برکت کے سو مجھ کو اسی وقت شفا ہو گئی۔ حالانکہ میں قریب بھلاکت ہو گیا تھا اور پہنچ گیا میں مطلب کو اس کی برکتوں سے اور پایا میں نے اس میں جو کچھ میں چاہتا تھا صفائی سے۔

قَالَ فِيْ التُّحْفَةِ الرَّسُوْلِيَّةِ:

ہر کہ بقرطاس مثالش کشد — تاج وش آں رابسر خودنہد
فتح و ظفر یابد و گردد عزیز — نور دل افزاید و عقل و تمیز
آتش سوزندہ نسوزد ورا — سوزن سیلاب ندوزد ورا
ازہمہ آفات سلامت بود — روز قیامت بہ کرامت بود
وانکہ بخانہ نہدش باادب — غم رود از خانہ و آید طرب
ہر کہ بہ بیند بدلش پرنہد — شجرہ امید ورا بردہد
می کشم ایں جا بہ تبرک مثال — تا شود ایں نسخہ گرامی مقال

خواب میں زیارت

جاننا چاہئے کہ جس کو بیداری میں یہ شرف نصیب نہیں ہوا اس کے لئے بجائے اس کے خواب میں زیارت سے مشرف ہو جانا سرمایہ تسلی اور فی نفسہ ایک نعمت عظمٰی اور دولت

کبریٰ ہے اور اس سعادت میں اکتساب کو اصلاً دخل نہیں محض عطیہ خداوندی ہے ولنعم ماقیل ؎

این سعادت بزور بازو نیست تانہ بخشد خدائے بخشندہ

ہزاروں کی عمریں اس حسرت میں ختم ہوگئیں البتہ غالب یہ ہے کہ کثرت درود شریف و کمال اتباع سنت و غلبہ محبت پر اس کا ترتب ہو جاتا ہے۔ لیکن چونکہ لازمی اور کلی نہیں اس لئے اس کے نہ ہونے سے مغموم و مخزون نہ ہونا چاہئے کہ بعض کے لئے اسی میں حکمت و رحمت ہے عاشق کو رضائے محبوب سے کام خواہ وصل ہو تب اور ہجر ہو تب واللہ در من قال

أُرِيدُ وِصَالَه وَيُرِيدُ هَجْرِيْ فَاتْرُكُ مَا أُرِيدُ لِمَا يُرِيدُ

ترجمہ:۔ میں تو محبوب کا وصال چاہتا ہوں اور وہ دوری چاہتا ہے پس اس کی چاہت کیوجہ سے میں اپنی چاہت چھوڑتا ہوں

حافظ شیرازی فرماتے ہیں۔

فراق و وصل چہ باشد رضائے دوست طلب کہ حیف باشد ازو غیر او تمنائے

فراق و وصل کیا ہوتا ہے دوست کی خوشنودی طلب کرنی چاہئے دوست سے اس کے علاوہ کسی دوسری چیز کی طلب بڑے افسوس کی بات ہے۔

اسی سے یہ بھی سمجھ لیا جاوے کہ اگر زیارت ہوگئی مگر طاعت سے رضا حاصل نہ کی تو وہ کافی نہ ہوگی کیا خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں بہت سے صورتاً زائر معناً مہجور اور بعضے صورتاً مہجور جیسے اویس قرنی معناً قرب سے مسرور تھے اب بعض روایات مشکوٰۃ سے اس زیارت کی فضیلت میں لکھی جاتی ہیں۔

پہلی روایت۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے مجھ کو خواب میں دیکھا اس نے مجھ کو ہی دیکھا کیونکہ شیطان میری صورت میں متمثل نہیں ہو سکتا روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے۔

دوسری روایت۔ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے مجھ کو (خواب میں) دیکھا اس نے امر واقعی دیکھا (یعنی مجھ کو ہی دیکھا) روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے۔

ف۔ ان دونوں حدیثوں کا ایک ہی حاصل ہے مشکوٰۃ کے حاشیہ میں سید رحمہ اللہ تعالیٰ سے اس باب میں دو قول نقل کئے ہیں کہ اگر حلیہ شریف کے موافق صورت نہ دیکھے مگر قلب میں علم ضروری کے طور پر یہ بات القا ہو جاوے کہ یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تو آیا یہ رؤیت بھی صحیح ہے یا نہیں جنہوں نے اس کو بھی صحیح کہا ہے اختلاف صورت کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ یا تو یہ اس دیکھنے والے کی کمی ہے جیسے مکدر آئینہ میں صاف چہرہ بھی مکدر نظر آتا ہے یا بعض آئینوں میں صورت ٹیڑھی نظر آتی ہے تو وہ صورت تو واقعی اس مرئی کی ہے مگر خرابی آئینہ میں ہے اور یا یہ وجہ ہے کہ صورت حقیقت میں روح مقدسہ کی مثال ہے اور مثال کے لئے اصل پر ہونا ضرور نہیں اور مازنی نے اسی قول کو صحیح کہا ہے اور نووی نے بھی یہی کہا ہے واللہ اعلم

تیسری روایت۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص مجھ کو خواب میں دیکھے وہ مجھ کو بیداری میں بھی دیکھے گا اور شیطان میری صورت نہیں بن سکتا روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے۔

ف۔ اس میں بشارت ہے اس خواب دیکھنے والے کے لئے حسن خاتمہ کی چنانچہ بزرگان دین نے ایسے خواب کی یہی تعبیر دی ہے کہ اس شخص کا خاتمہ بالخیر ہو گا یہی معنی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے کہ وہ بیداری میں بھی دیکھے گا یعنی آخرت میں مجھ سے اس کو قرب ہو گا اور یہ ظاہر ہے کہ جیسے اعمال مبشرہ مقید ہیں ایمان و تقویٰ کے ساتھ اسی طرح احوال مبشرہ بھی۔

تنبیہ۔ اگر خواب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کچھ ارشاد فرمائیں تو اگر وہ امر مشروع ہے عمل کیا جاویگا اور اگر غیر مشروع ہے تو دیکھنے والے کی غلطی پر محمول ہو گا۔ رہا یہ کہ عمل کرنے کے لئے جب مشروع ہونا شرط ہوا تو یہ امر قبل رویا کے بھی تھا رویا کا کیا اثر ہوا سو بات یہ ہے کہ رویا سے اس کا تاکد اس شخص کے حق میں بڑھ جاوے گا۔ واللہ اعلم۔

بعضے درود شریف کے صیغے جن کو زیارت نبوی میں بزرگوں کے تجربہ سے زیادہ دخل ہونا منقول ہے مذکور ہیں اور خواب میں زیارت کی حالت میں بعض صلحاء نے جو خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض ارشادات متعلق آداب ذکر شریف کے سنے ہیں وہ بھی مذکور ہیں

(منقول از زاد السعید) شیخ عبدالحق دہلوی رحمہ اللہ نے کتاب ترغیب اہل السعادات میں لکھا ہے کہ شب جمعہ میں دو رکعت نماز نفل پڑھے اور ہر رکعت میں گیارہ بار آیۃ الکرسی اور گیارہ بار قل ہواللہ اور بعد سلام سوبار یہ درود پڑھے انشاء اللہ تعالیٰ تین جمعے نہ گزرنے پاویں گے کہ زیارت نصیب ہوگی وہ درود شریف یہ ہے۔ "اللہم صل علی محمد النبی الامی و آلہ واصحابہ وسلم"

(دیگر) شیخ موصوف نے لکھا ہے کہ جو شخص دو رکعت نماز پڑھے ہر رکعت میں بعد الحمد کے پچیس بار قل ہواللہ اور بعد سلام کے یہ درود شریف ہزار مرتبہ پڑھے دولت زیارت نصیب ہو وہ یہ ہے "صلی اللہ علی النبی الامی"

(دیگر) نیز شیخ موصوف نے لکھا ہے کہ سوتے وقت ستر بار اس درود شریف کو پڑھنے سے دولت زیارت نصیب ہو۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِدِنَا مُحَمَّدٍ بَحْرِ أَنْوَارِكَ مَعْدَنِ أَسْرَارِكَ ولِسَانِ حُجَّتِكَ وَعَرُوْسِ مَمْلَكَتِكَ وَإِمَامِ حَضْرَتِكَ وَطِرَازِ مُلكِكَ وَخَزَائِنِ رَحْمَتِكَ وَطَرِيْقِ شَرِيْعَتِكَ الْمُتَلَذِّذِ بِتَوْحِيْدِكَ إِنْسَانِ عَيْنِ الْوُجُوْدِ وَالسَّبَبِ فِي كُلِّ مَوْجُوْدٍ عَيْنِ أَعْيَانِ خَلْقِكَ الْمُتَقَدِّمِ مِنْ نُّوْرِ ضِيَائِكَ صَلٰوةً تَدُوْمُ بِدَوَامِكَ وَتَبْقٰى بِبَقَائِكَ لَا مُنْتَهٰى لَهَا دُوْنَ عِلْمِكَ صَلٰوةً تُرْضِيْكَ وَتُرْضِيْهِ وَتَرْضٰى بِهَا عَنَّا يَا رَبَّ الْعَالَمِيْنَ.

(دیگر) اس کو بھی سوتے وقت چند بار۔ پڑھنا زیارت کے لئے شیخ نے لکھا ہے

اَللّٰهُمَّ رَبَّ الْحِلِّ والْحَرَامِ وَرَبَّ الْبَيْتِ الْحَرَامِ وَرَبَّ الرُّكْنِ وَالْمَقَامِ أَبْلِغْ لِرُوْحِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ مِّنَّا السَّلَامَ.

مگر بڑی شرط اس دولت کے حصول میں قلب کا شوق سے پر ہونا اور ظاہری و باطنی معصیتوں سے بچنا ہے۔

من القصيدة

نَعَمْ سَرٰى طَيْفُ مَنْ أَهْوٰى فَأَرَّقَنِيْ	وَالْحُبُّ يَعْتَرِضُ اللَّذَّاتِ بِالْأَلَم
وَكَيْفَ يُدْرِكُ فِي الدُّنْيَا حَقِيْقَتَهُ	قَوْمٌ نِيَامٌ تَسَلُّوا عَنْهُ بِالْحُلُم
يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِماً أَبَداً	عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِم

ہاں رات کو خیال محبوب میرے پاس آیا اور مجھے بیدار کر دیا اور حقیقت یہ ہے کہ محبت اور عشق لذات پر الم کا اثر ڈال دیتی ہے۔

۔ اور ارباب غفلت جو اپنے خیال خواب پر قانع ہیں حقیقت حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیا میں کس طرح دریافت کرسکتے ہیں یعنی نہیں کرسکتے (شعر اول میں اظہار بشاشت ہے خواب میں زیارت ہونے پر اور شعر ثانی میں اشارہ ہے کہ خالی خواب پر قناعت کرکے اتباع نہ چھوڑ دے (عطر الوردہ)

اشعار۔ حضرت مولانا مفتی الٰہی بخش کاندھلوی رحمتہ اللہ علیہ

يَا شَفِيْعَ الْعِبَادِ خُذْ بِيَدِيْ — أَنْتَ فِي الْاضْطِرَارِ مُعْتَمَدِيْ

لَيْسَ لِيْ مَلْجَأ سِوَاكَ أَغِثْ — مَسَّنِي الضُّرُّ سَيِّدِيْ سَنَدِيْ

غَشَّنِي الدَّهْرُ يَا ابْنَ عَبْدِ اللّٰهِ — كُنْ مُغِيْثاً فَأَنْتَ لِيْ مَدَدِيْ

لَيْسَ لِي طَاعَة وَّلَا عَمَل — بَيْدَ حُبِّيْكَ فَهْوَ لِيْ عَتَدِيْ

يَا رَسُوْلَ الْإِلٰه بَابُكَ لِيْ — مِنْ غَمَامِ الْغُمُوْمِ مُلْتَحَدِيْ

جُدْ بِلُقْيَاكَ فِي الْمَنَامِ وكُنْ — سَاتِراً لِلذُّنُوْبِ والْفَنَد

أَنْتَ عَافِ أَبَرُّ خَلْقِ الله — وَمُقِيْلُ الْعِثَارِ وَاللَّدَد

رَحْمَة لِلْعِبَادِ قَاطِبَةً — بَلْ خُصُوْصاً لِكُلِّ ذِيْ أَوَد

لَيْتَنِيْ كُنْتُ تُربَ طَيْبَتِكُمْ — فَالْتَثَمْتُ النِّعَالَ ذَاكَ قَدِي

فَأُصَلِّي عَلَيْكَ بِالتَّسْلِيْمِ — مُتْحَفاً عِنْدَ حَضْرَةِ الصَّمَد

بِعِدَادِ الرِّمَالِ وَالْأَنْفَاسِ — وَالنَّبَاتِ الْكَثِيْرِ مُنْتَضِد

وَعَلَى الآلِ كُلِّهِمْ أَبَداً — بَالِغاً عِنْدَ مُنْتَهى الْأَمَد

ترجمہ۔ از حضرت حکیم الامت تھانوی رحمتہ اللہ علیہ

دستگیری کیجئے میرے نبی — کشمکش میں تم ہی ہو میرے نبی

جز تمہارے ہے کہاں میری پناہ — فوج کلفت مجھ پر آ غالب ہوئی

ابن عبداللہ زمانہ ہے خلاف — اے مرے مولا خبر لیجئے مری

کچھ عمل ہے اور نہ طاعت میرے پاس — ہے مگر دل میں محبت آپ کی

میں ہوں بس اور آپ کا در یارسول — ابر غم گھیرے نہ پھر مجھ کو کبھی

خواب میں چہرہ دکھا دیجئے مجھے — اور مرے عیبوں کو کردیجئے خفی

درگزر کرنا خطا و عیب سے — سب سے بڑھ کر ہے یہ خصلت آپ کی
سب خلائق کیلئے رحمت ہیں آپ — خاص کر جو ہیں گنہگار و غوی
کاش ہو جاتا مدینہ کی میں خاک — نعل بوسی ہوتی کافی آپ کی
آپ پر ہوں رحمتیں بے انتہا — حضرت حق کی طرف سے دائمی
جس قدر دنیا میں ہے ریت اور سانس — اور بھی ہے جس قدر روئیدگی
اور تمہاری آل پر اصحاب پر — تابقائے عمر دار اخروی

رضي الله عنهم ورضوا عنه

اٹھارہویں مجلس کی خوشبوئیں

حضرات صحابہ و اہل بیت و علماء کی محبت و عظمت

وجہ ظاہر ہے کہ محبوب کے متعلقین طبعاً محبوب ہوتے ہیں خاص کر وہ متعلقین جو محبوب کے محبوب اور ممدوح بھی ہوں پھر خصوص جب کہ اس کے ساتھ ان کے ساتھ محبت رکھنے کے لئے محبوب کا حکم بھی ہو تو وہ شرعاً بھی محبوب ہوں گے اور سب سے بڑھ کر ایسی حالت میں کہ اب محبوب تک رسائی کی بھی توقع نہ رہی ہو تو محبوب کے قائم مقاموں کو ہی غنیمت سمجھنا چاہیئے بقول مولانا رومی رحمتہ اللہ علیہ ؎

چونکہ شد خورشید و مارا کرد داغ چارہ نبود در مقامش جز چراغ
چونکہ گل رفت و گلستان شد خراب بوئے گل را ازکہ جوئیم از گلاب

ترجمہ۔ چونکہ سورج کے چھپ جانے سے اندھیرا ہوگیا تو اب اس کی جگہ پر بجز چراغ کے اور کوئی چارہ نہیں اور جب پھول نہ رہا اور گلستان بھی ویران ہوگیا تو اب پھول کی خوشبو کہاں تلاش کریں سوائے اس کے عرق کے۔

ان وجوہ پر نظر کر کے یہ حکم بالکل صحیح ہوگا کہ جن لوگوں کو ان حضرات کے ساتھ محبت اور تعلق نہ ہو اس کا دعویٰ حُبّ نبوی کے باب میں محض غلط ہوگا اب اس کے متعلق بعض روایات مذکور ہوتی ہیں۔

فضائل صحابہ رضی اللہ عنہم

پہلی روایت۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میرے اصحاب کا اکرام کرو کہ وہ تم سب میں بہتر ہیں۔ روایت کیا نسائی نے۔

دوسری روایت۔ حضرت عبداللہ بن مغفل سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم نے کہ اللہ سے ڈرو اللہ سے ڈرو میرے اصحاب کے بارے میں میرے بعد ان کو نشانہ (اعتراضات کا) مت بنانا جو شخص ان سے محبت کرے گا وہ میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت کرے گا اور جو شخص ان سے بغض رکھے گا وہ مجھ سے بغض کی وجہ سے ان سے بغض رکھے گا اور جو ان کو ایذا دے گا اس نے مجھ کو ایذا دی اور جس نے مجھ کو ایذا دی اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی اور جس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی بہت جلد اللہ تعالیٰ اس کو پکڑے گا روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

ف۔ جو شخص ان سے محبت کریگا الخ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان سے محبت رکھنا اس سبب سے ہو گا کہ اس شخص کو مجھ سے محبت ہوگی تو ضرور میرے مخصوصین سے محبت ہونا لازم ہے اسی طرح ان سے بغض رکھنا بھی اس کی علامت ہوگی کہ اس شخص کو مجھ سے بغض ہے اس لئے میرے مخصوصین سے بھی بغض ہے کیونکہ اگر مجھ سے محبت ہوتی تو ان سے بغض کیوں ہوتا جب کہ وہ میرے محبوب اور ممدوح بھی ہیں۔

تیسری روایت۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے اصحاب کو برا مت کہو کیونکہ اگر تم میں کوئی شخص احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرے تب بھی ان صحابہ کے ایک مد (یعنی ایک سیر) اور بلکہ نصف مد (کے درجہ) کو بھی نہ پہنچے روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے۔

ف۔ یعنی ثواب میں برابر نہ ہو

فضائل اہل بیت رضی اللہ عنہم

پہلی روایت۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے اس لئے بھی محبت رکھو کہ وہ تم کو نعمتیں کھانے کو دیتا ہے اور مجھ سے محبت رکھو خدا تعالیٰ کے ساتھ محبت رکھنے کے سبب سے (یعنی اللہ تعالیٰ جب محبوب ہیں اور میں اس کا رسول اور محبوب ہوں اس لئے مجھ سے محبت رکھو) اور میرے اہل بیت سے محبت رکھو میرے ساتھ محبت رکھنے کے سبب سے (یعنی جب میں محبوب ہوں اور اہل بیت میرے منتسب و محبوب ہیں تو ان سے بھی محبت رکھو) روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

دوسری روایت۔ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے کہ میرے اہل بیت کی مثال تم میں ایسی ہے جیسے نوح علیہ السلام کی کشتی جو شخص اس میں سوار ہوا اس کو نجات ہوئی اور جو شخص اس سے جدا رہا ہلاک ہوا روایت کیا اس کو احمد نے۔

ف۔ یعنی ان کی محبت و متابعت موجب نجات ہے اور بغض و مخالفت سبب ہلاکت۔

تیسری روایت۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں تم میں ایسی (دو) چیزیں چھوڑتا ہوں کہ اگر تم انکو تھامے رہو گے تو کبھی میرے بعد گمراہ نہ ہو گے اور ان میں ایک چیز دوسری سے بڑی ہے ایک تو کتاب اللہ کہ وہ رسی ہے آسمان سے زمین تک اور میری عترت یعنی اہل بیت اور ایک دوسرے سے کبھی جدا نہ ہونگے یہاں تک کہ دونوں میرے پاس حوض پر پہنچیں گے سو ذرا خیال رکھنا کہ میرے بعد ان دونوں سے کیا معاملہ کرتے ہو روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

ف۔ کتاب اللہ سے مراد احکام شریعت ہیں جو دلائل اربعہ سے ثابت ہیں جن کے ماخذ میں صحابہ و اہل بیت و فقہاء و محدثین سب داخل ہیں جیسا کہ خود ارشاد نبوی ہے کہ ان دو شخصوں کا اقتداء کرنا جو میرے بعد ہونگے ابو بکر اور عمر، روایت کیا اس کو ترمذی نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے اور جیسا ارشاد ہے کہ میرے اصحاب مثل ستاروں کے ہیں جس کا اقتداء کر لو گے ہدایت پا جاؤ گے روایت کیا اس کو رزین نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اور جیسا کہ حق تعالیٰ کا عام ارشاد ہے "فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون" کہ اس میں سب علماء داخل ہو گئے اور کتاب اللہ کا اطلاق مطلق حکم شرعی پر خود حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مقدمہ میں فرمایا کہ میں تمہارے درمیان کتاب اللہ کے موافق فیصلہ کرونگا اس کے بعد آپ نے رشوت واپس دلوائی اور ایک شخص کو سو تازیانوں اور ایک سال کی جلا وطنی کی سزا دی اور عورت کے لئے بشرط اس کے اعتراف کے رجم تجویز فرمایا صحیحین میں یہ روایت ہے حالانکہ ان احکام مذکورہ میں سے بعض قرآن مجید میں نہیں ہیں پس تمسک کتاب اللہ سے مراد حدیث میں تمسک بہ احکام شرعیہ ہوا اور تمسک بالعترۃ سے مراد محبت اہل بیت کی ہوئی کہ وہ بھی واجبات ایمانیہ سے ہے جیسا کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ کسی شخص

کے قلب میں ایمان داخل نہ ہو گا جب تک تم لوگوں سے (کہ میرے اہل بیت ہو) اللہ اور رسول کے واسطے محبت[1] نہ رکھے روایت کیا اس کو ترمذی نے عبدالمطلب بن ربیعہ سے پس حاصل حدیث کا دو چیزوں کی تاکید ہوئی احکام شرعیہ پر عمل کرنا اور حضرات اہل بیت سے محبت رکھنا

فائدہ۔ اہل بیت میں حضرات ازواج کے خطاب کے درمیان یہ ارشاد ہے۔

﴿إِنَّمَا يُرِيْدُ اللهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ﴾.

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہے کہ اے گھر والو تم سے آلودگی کو دور رکھے۔ اور حدیث افک میں خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارہ میں فرمایا

«وَاللّٰهِ مَا عَلِمْتُ عَلٰى أَهْلِي مِنْ سُوْءٍ قَطُّ». ———— ترجمہ۔ خدا کی قسم میں اپنے اہل کے بارے میں کبھی بھی برائی کا علم نہیں رکھتا پھر لغت بھی اس کی مساعد ہے پھر اس میں کوئی شبہ کی گنجائش نہیں پس ان سے بھی محبت رکھنا واجب ہوا اور اگر کوئی شخص اس پر بھی قرآن و حدیث میں دور از کار تاویلیں کئے جاوے تو دوسرے دلائل سے ان کی فضیلت و وجوب محبت ثابت ہے چنانچہ حدیثوں میں بکثرت ان کے مناقب مذکور ہیں قرآن مجید میں ان کو امہات المومنین فرمایا ہے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی خدمت کرنے والے کی مدح فرمائی ہے چنانچہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ نے اپنے ازواج سے فرمایا کہ تم لوگوں کے ساتھ میرے بعد جو شخص سلوک کرے گا وہ بڑا سچا اور نیکو کار ہے روایت کیا اس کو احمد نے۔

فضائل العلماء ورثۃ الانبیاء

یعنی جو علماء باعمل ہیں اور دین کی اشاعت و خدمت اور اہل دین کی روحانی تربیت کرتے ہیں کہ یہی کام تھا حضرات انبیاء علیہم السلام کا ورنہ علماء بے عمل کی سخت مذمت بھی آئی ہے چنانچہ ارشاد ہے کہ جو شخص اس غرض سے علم طلب کرے علماء سے مقابلہ کرے گا یا جہلاء سے

---

[1] اس سے جواب نکل آیا کہ بعض سید صحیح النسب سنت کے خلاف ہوتے ہیں تو ان سے محبت رکھیں یا نہ رکھیں تقریر جواب کی ظاہر ہے کہ یہ محبت اللہ و رسول کے سبب سے ہے جب کوئی شخص اللہ و رسول ہی کا مخالف ہے تو اس سے محبت بھی نہ ہو گی۔
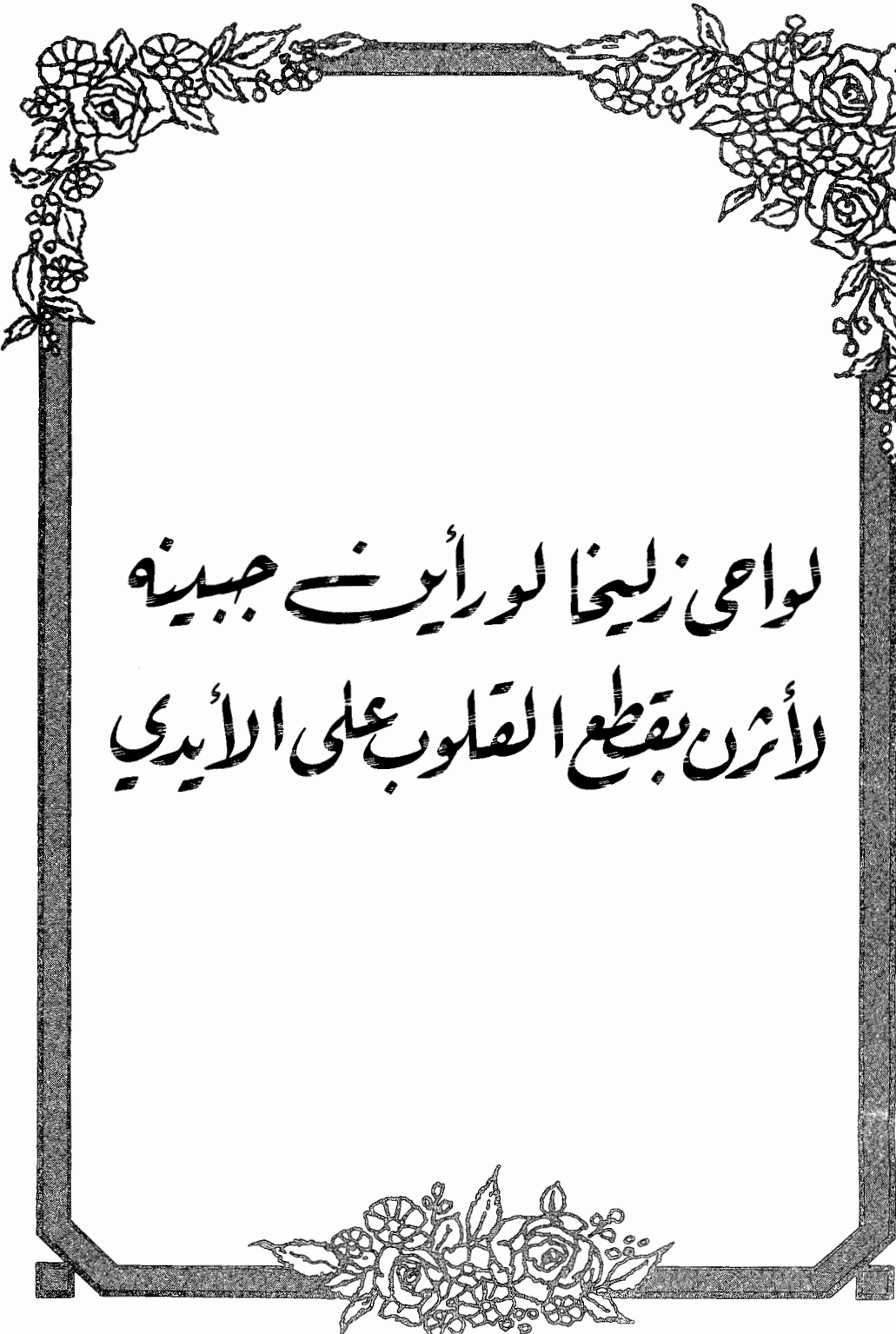
مجادلہ کرے گا یا لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ میں داخل کرے گا اور فرمایا ہے کہ جو شخص علم دین کو دنیا کے کسی مطلب کے لئے حاصل کرے گا وہ قیامت میں جنت کی خوشبو بھی نہ پاوے گا اور فرمایا ہے کہ جہنم میں ایک وادی ہے جس سے جہنم ہر روز چار سو بار پناہ مانگتی ہے اور اس میں ریاکار علماء داخل ہونگے اب علماء باعمل کے فضائل کی روایات مذکور ہوتی ہیں۔

پہلی روایت۔ کثیر بن قیس نے حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے ایک بڑی حدیث میں روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ عالم کے لئے تمام مخلوق آسمان اور زمین کی اور پانی میں مچھلیاں استغفار کرتی ہیں اور عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے چودھویں رات کے چاند کی فضیلت دوسرے کواکب پر اور علماء وارث ہیں انبیاء کے اور انبیاء نے دینار اور درہم میراث میں نہیں چھوڑا صرف علم کو میراث چھوڑا ہے سو جس نے اس کو حاصل کیا اس نے پورا حصہ حاصل کیا روایت کیا اس کو احمد اور ترمذی اور ابو داؤد اور ابن ماجہ اور دارمی نے دوسری روایت۔ حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر دو مجلسوں پر ہوا جو آپ کی مسجد میں بیٹھے تھے (ان میں ایک عابدوں کی مجلس تھی اور دوسری عالموں کی) آپ نے فرمایا یہ دونوں اچھے ہیں اور ان میں ایک بہ نسبت دوسرے کے افضل ہے سو یہ لوگ (یعنی عابد) جو ہیں تو اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں اور اس کی طرف التجا کرتے ہیں سو اگر چاہے ان کو دے اور اگر چاہے نہ دے اور یہ دوسرے لوگ (یعنی عالم) جو ہیں تو دین کے احکام یا فرمایا علم کی باتیں سیکھ رہے ہیں اور جاہل کو سکھلاتے ہیں سو یہ زیادہ افضل ہیں اور میں بھی تعلیم کنندہ ہی ہو کر مبعوث ہوا ہوں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں میں بیٹھ گئے (تاکہ معلوم ہو جاوے کہ یہ جماعت خاص آپ کی ہے) روایت کیا اس کو دارمی نے تیسری روایت۔ حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو شخصوں کی نسبت پوچھا گیا جو بنی اسرائیل میں تھے ایک تو عالم تھا کہ فرض (مع اس کے ضروری متعلقات کے) پڑھ لیتا اور پھر لوگوں کو دین کی تعلیم دینے بیٹھ جاتا اور دوسرا دن بھر روزہ رکھتا اور رات بھر عبادت کرتا سو ان میں کون افضل ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ جو عالم تھا جو فرض (مع اس کے ضروری متعلقات کے) پڑھ لیتا اور پھر لوگوں کو

دین کی تعلیم دینے بیٹھ جاتا اس کی فضیلت اس عابد پر جو دن بھر روزہ رکھتا اور رات بھر عبادت کرتا ایسی ہے جیسی میری فضیلت تم میں سے ادنیٰ شخص پر روایت کیا اس کو دارمی نے۔

ف۔ ان احادیث سے علماء کا جانشین پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ہونا ظاہر ہے پہلی روایت میں تو وارث کالفظ مصرح ہے دوسری روایت میں آپ کا ان میں بیٹھ جانا اس انتساب خاص پر صاف دال ہے اور تیسری روایت میں فضیلت میں عالم کو اپنے ساتھ تشبیہ دینا اس اختصاص کی واضح دلیل ہے اور حضرات صحابہ و آل وازواج کا تعلق اور ارتباط محتاج تنبیہ نہیں۔ پس ان سب جماعتوں سے محبت رکھنا متمم ہے محبت نبویہ کا۔

هُمْ جَمَاعَةُ خَيْرِ الْخَلْقِ أَيَّدَهُمْ رَبُّ السَّمَاءِ بِتَوْفِيقٍ وَإِيْثَارِ
فَحُبُّهُمْ واجِب يُشْفَىٰ السَّقِيْمُ بِهِ فَمَنْ أَحَبَّهُمْ يَنْجُو مِنَ النَّارِ

یہ حضرات جماعت ہیں خیر خلق کی تائید فرمائی ہے ان کی رب سماء نے توفیق و ایثار کے ساتھ۔ سو ان کی محبت واجب ہے کہ مریض اس سے شفا پاتا ہے سو جو شخص ان سے محبت کرتا ہے وہ آتش دوزخ سے نجات پاویگا۔ (نشر الطیب)

يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِماً أَبَداً عَلَى حَبِيبِكَ مَوْلَانَا بِإِكْثَارِ

لواحي زليخا لو رأين جبينه
لأثرن بقطع القلوب على الأيدي

انیسویں مجلس کی خوشبوئیں

(حلیہ مبارک)

حبیب و محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ذاتی حسن و جمال

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

گزشتہ اوراق میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اللہ تعالیٰ کے یہاں قدر و منزلت اور رفعت شان و اعزاز و اکرام کی تفصیل آئی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو جو خصوصی کمالات عطا فرمائے ہیں ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام مخلوق سے پیارے ہیں۔ حتیٰ کہ کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ، میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نام کے ساتھ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ملایا ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گزر چکا ہے کہ میں اللہ کا حبیب ہوں۔ علماء نے لکھا ہے کہ

حبیب اللہ کا لفظ جامع ہے خلت کو بھی اور کلیم اللہ کو بھی اور صفی اللہ ہونے کو بھی بلکہ ان سے زائد چیزوں کو بھی جو دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کے لئے بھی ثابت ہیں اور وہ اللہ کا محبوب ہونا ہے ایک خاص محبت کے ساتھ جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے ساتھ مخصوص ہے۔

ذات باری تعالیٰ جو منبع حسن و جمال ہے اور جس کو حسن پسند ہے جیسا کہ حدیث پاک میں ارشاد ہے کہ "ان اللہ جمیل ویحب الجمال" یعنی اللہ تعالیٰ خود جمیل ہیں اور جمال کو پسند کرتے ہیں۔ اس نے جس ذات اقدس کو اپنا حبیب بنانا تھا تو ظاہر ہے کہ اس کو کس قدر حسن دیا ہوگا۔

يَا صَاحِبَ الْجَمَالِ وَيَا سَيِّدَ الْبَشَرْ — مِنْ وَّجْهِكَ الْمُنِيْرِ لَقَدْ نُوِّرَ الْقَمَر

لَا يُمْكِنُ الثَّنَاءُ كَمَا كَانَ حَقُّهُ — بعد ازخدا بزرگ توئي قصّه مختصر

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی نبی (علیہ السلام) کو مبعوث نہیں فرمایا جو خوش آواز اور خوش رو نہ ہو۔ تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان سب نبیوں میں صورت میں سب سے زیادہ حسین اور آواز میں سب سے زیادہ احسن تھے۔ (شمائل)

علامہ مناوی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

"ہر شخص یہ اعتقاد رکھنے کا مکلّف ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم مبارک جن اوصاف جمیلہ کے ساتھ متصف ہے کوئی دوسرا ان اوصاف میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جیسا نہیں ہو سکتا۔ (شیم الحبیب)

من القصیدۃ البردۃ

فَهُوَ الَّذِي تَمَّ مَعْنَاهُ وَصُوْرَتَه ثُمَّ اصْطَفَاه حَبِيْباً بَارِئُ النَّسَم

مُنَزَّه عَنْ شَرِيْكٍ فِي مَحَاسِنِهِ فَجَوْهَرُ الْحُسْنِ فِيْهِ غَيْرُ مُنْقَسِم

ترجمہ۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم فضائل باطنی وظاہری میں کمال کے درجہ کو پہنچے ہوئے ہیں۔ پھر خداوند جل شانہ، نے جو خالق کائنات ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا حبیب بنایا۔ آپ اس سے پاک ہیں کہ آپ کی خوبیوں میں اور کوئی آپ کا شریک ہو۔ پس جوہر حسن جو آپ میں پایا جاتا ہے۔ وہ غیر منقسم اور غیر مشترک ہے، بلکہ مخصوص آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے ساتھ ہے۔

يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِماً أَبَداً
عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِم

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ زلیخا کی سہیلیاں اگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور کو دیکھ لیتیں تو ہاتھوں کے بجائے دلوں کو کاٹ لیتیں۔" (شرح شمائل)

علامہ قرطبی رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پورا پورا جمال ظاہر نہیں کیا گیا ورنہ آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے کی طاقت نہ رکھتے۔

حضرت مفتی الٰہی بخش کاندھلوی رحمتہ اللہ علیہ شیم الحبیب میں فرماتے ہیں کہ باوجود ایسے حسن و جمال کے) عام لوگوں کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس طور پر عاشق نہ ہونا، جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام پر عاشق ہوا کرتے تھے۔ بسبب غیرت الٰہی کے ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا

جمال جیسا تھا غیروں پر ظاہر نہیں کیا۔ جیسا کہ خود حضرت یوسف علیہ السلام کا جمال بھی جس درجہ کا تھا وہ بجز حضرت یعقوب علیہ السلام یا زلیخا کے اوروں پر ظاہر نہیں کیا۔ "

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال مبارک کو کماحقہ تعبیر کرنا یہ ناممکن ہے۔ نور مجسم کی تصویر کشی قابو سے باہر ہے۔ آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

گر مصور صورت آں دلستاں خواہد کشید
لیک حیرانم کہ نازش را چساں خواہد کشید

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا امت پر بڑا ہی احسان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات معنوی علوم و معارف کے ساتھ ساتھ کمالات ظاہری حسن و جمال کی بھی امت تک تبلیغ فرمائی اور اپنی ہمت اور وسعت کے موافق ان کو ضبط فرمایا۔ جمال جہاں آراء کے متعلق حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بہت روایات ہیں۔ کسی نے کسی وصف اور ادا کو بیان کیا اور کسی نے کسی دوسرے جزو کو۔ ان میں ایک طویل اور مفصل حدیث حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہے۔ جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارکہ اور اخلاق و عادات جملہ انواع مذکور ہیں۔ امام ترمذی نے مضامین کی مناسبتوں سے اس کو کئی بابوں میں ذکر کیا ہے۔ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حلیہ مبارک کی جستجو فرماتے وقت اس کی وجہ بھی بیان فرمائی ہے۔

وہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک دریافت کیا اور وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ مبارکہ کو بہت ہی کثرت اور وضاحت سے بیان کیا کرتے تھے مجھے یہ خواہش ہوئی کہ وہ ان اوصاف جمیلہ میں سے کچھ میرے سامنے بھی ذکر کریں تاکہ میں ان کے بیان کو اپنے لئے حجت اور سند بناؤں اور ان اوصاف جمیلہ کو ذہن نشین کرنے اور ممکن ہو سکے تو اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کروں۔

یہاں یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت سات سال کی تھی۔ اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف جمیلہ میں اپنی کم سنی کی وجہ سے تامل اور کمال تحفظ کا موقع نہیں ملا۔

ف۔ حسن کے ساتھ ایک مستانہ خوشبو اور رعب بھی ہوتا ہے، جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ

علیہ وسلم کے رعب اور ان کی ذاتی خوشبو ان کا طیب و مطیب ہونا حدیثوں میں تفصیل سے آیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پسینہ میں جو کہ چاندی کے موتیوں کے مشابہ تھا مشک کی خوشبو مہکتی تھی۔ اور وہ جمع کر کے خوشبو کی جگہ استعمال کیا جاتا تھا اس لئے حلیہ مبارک کو دل و دماغ میں جماتے وقت محبت کے ساتھ ادب بھی ملحوظ خاطر رکھنا چاہیئے۔

صحابی کے اس عمل، اشتیاق اور اہتمام کی وجہ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لاڈلے نواسہ اور محبوب صحابی کا یہ شوق منافع کثیر پر مشتمل ہے۔ ایک تو یہ کہ صحابی کا عمل خود حجت ہے دوسرے یہ کہ محبوب کے خدوخال کا تصور عشق و محبت کا تقاضا بھی ہے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی محبت کہ جزو ایمان بھی ہے اور اتباع سنت میں معین بھی ہے جس کی وجہ سے محبت کرنے والا اللہ تعالیٰ کا محبوب ہو جاتا ہے اور اس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں جیسا کہ "قل ان کنتم تحبون اللہ" میں مذکور ہے۔

خوشا چشم کو دید آں روئے زیبا
خوشا دل کہ دارد خیال محمد

ترجمہ۔ وہ آنکھ کتنی خوش قسمت ہے جس کو اس روئے زیبا کی زیارت نصیب ہوئی اور وہ دل کس قدر خوش نصیب ہے جس میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال رہتا ہے۔

صَلَّی اللہ عَلٰی مُحَمَّد صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَسَلَّم
سَلَام عَلٰی أَنْوَارِ طَلْعَتِكَ الَّتِي أَعِيْشُ بِهَا شُكْراً وَأَفْنٰى بِهَا وَجْداً

ترجمہ۔ (یارسول اللہ آپ کے) روئے مبارک کے جلووں کی پاشانی کو سلام جس کو دیکھ کر میں شکر کی کیفیت میں زندہ رہتا ہوں اور وجد کی کیفیت میں فنا ہو جاتا ہوں۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی حدیث کو بعینہٖ نقل کرنے کے بجائے ہم صرف یہاں حلیہ مبارک خصوصاً چہرہ انور کے اوصاف ذکر کرتے ہیں۔

۱۔ سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم بہت ہی شاندار تھے۔ آپ کا قد مبارک میانہ تھا لیکن مجمع میں

آپ سب سے زیادہ بلند معلوم ہوتے تھے۔

حلیہ مبارک کیسے بیان ہو اس کی کسی میں تاب کہاں ہو
گنگ یہاں پر کیوں نہ زبان ہو ہیں وہ سراپا نور مجسم
صلی اللہ علی محمد صلی اللہ علیہ وسلم

۲۔ عظیم المرتبت محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور ماہ بدر کی طرح چمکتا تھا۔ یہ حسن اور خوبروئی اس طرح سے تھی کہ گورے رنگ کے اندر کچھ سرخی دمکتی تھی۔ جس سے کمال درجہ ملاحت پیدا ہو گئی تھی اور پیارے رخسار نہایت شفاف ہموار اور سبک تھے۔

ماہ منور مہر درخشاں، جس پہ صدقے یوسف کنعاں
جن پر قربان موسیٰ عمراں، جن پر واری عیسیٰ مریم
صلی اللہ علی محمد صلی اللہ علیہ وسلم

۳۔ فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی مبارک کشادہ تھی اور ابرو خمدار باریک اور گنجان تھے۔ دونوں ابرو جدا جدا تھے۔ ایک دوسرے سے ملے ہوئے نہ تھے۔ دونوں ابرو کے درمیان ایک رگ تھی جو غصہ کے وقت ابھر جاتی تھی[۱]

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰى عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ وَحَبِيْبِكَ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ صَاحِبِ الْوَجْهِ الْأَنْوَرِ وَالْجَبِيْنِ الْأَزْهَرْ.

۴۔ ہادی عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک کانوں کی لو تک تھے اور سر مبارک کے بیچ میں مانگ نکلی رہتی تھی اور بال ہلکی سی پیچیدگی لئے ہوئے یعنی بل دار تھے۔

مر کر کسی کی زلف پہ معلوم ہو تجھے
فرقت کی رات کٹتی ہے کس پیچ و تاب میں
یا رب صل وسلم دائماً ابداً
علیٰ حبیبک خیر الخلق کلھم

۱۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا اور دنیاوی امور کی وجہ سے کبھی غصہ نہ آتا تھا. البتہ اگر کوئی امر دین اور حق سے تجاوز کرتا تو اس وقت آپ کے غصہ کی کوئی تاب نہ لا سکتا تھا۔ یہاں تک کہ آپ اس کا انتقام نہ لے لیں. لیکن اپنی ذات کے لئے نہ کسی پر ناراض ہوتے نہ اس کا انتقام لیتے۔

۵۔ محسن اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں مبارک بڑی اور خوش رنگ تھیں جن کی پتلی نہایت سیاہ اور ان کی سفیدی میں سرخ ڈورے پڑے ہوئے تھے اور پلکیں دراز تھیں۔ آپ کے حسن سے نگاہ سیر نہ ہوتی تھی۔

خمار آلودہ آنکھوں پر ہزاروں میکدے قربان
وہ قاتل بے پئے ہی رات دن مخمور رہتا ہے
صلی اللہ علی محمد صلی اللہ علیہ وسلم

۶۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بینی مبارک پر ایک چمک اور نور تھا۔ جس کی وجہ سے بینی مبارک بلند معلوم ہوتی تھی۔

ہر جلوہ پر ضیاء رخ انور کا نور ہے
شانوں میں کیا بلند یہ شان حضور ہے
صلی اللہ علی محمد صلی اللہ علیہ وسلم

۷۔ رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا دہن مبارک موزونیت کے ساتھ فراخ تھا اور دندان مبارک باریک آبدار تھے اور سامنے کے دانتوں میں ذرا ذرا سا فصل بھی تھا جن سے تکلم اور تبسم کے وقت ایک نور نکلتا تھا۔

؎ حیا سے سر جھکا لینا ادا سے مسکرا دینا
حسینوں کو بھی کتنا سہل ہے بجلی گرا دینا
صلی اللہ علی محمد صلی اللہ علیہ وسلم

۸۔ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ریش مبارک بھرپور اور گنجان بالوں کی تھی۔ جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور بھی زینت دے دی تھی۔ جو ہیبت اور عظمت کو بڑھاتی تھی اول تو جمال اور خوبصورتی میں بھی رعب ہوتا ہے۔

شوق افزوں مانع عرض تمنا رعب حسن
بارہا دل نے اٹھائے ایسی لذت کے مزے
صلی اللہ علی محمد صلی اللہ علیہ وسلم

۹۔ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن مبارک ایسی پتلی اور خوبصورت تھی جیسی تصویر کی

گردن تراشی ہوئی ہو۔ صفائی اور چمک میں چاندی جیسی تھی۔

صَلَّى اللهُ عَلٰى مُحَمَّد صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم

۱۰۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نبیوں کے ختم کرنے والے تھے۔ (شمائل)

اللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ أَشْرَفَ الصَّلٰوةِ وَالتَّسْلِيْمِ عَلٰى حَبِيْبِكَ سَيِّدِنَا وَنَبِيِّنَا مُحَمَّد عَبْدِكَ وَرَسُولِكَ الَّذِي قَالَ عَنْ نَفْسِهِ: «أَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْن وَلا نَبِيَّ بَعْدِي».

حضور سید دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار اقدس میں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے جو چہرۂ انور کی تعبیر فرمائی اس کا کچھ حصہ ہدیہ ناظرین ہے:

وَأَحْسَنُ مِنْكَ لَمْ تَرَ قَطُّ عَيْنِي ... وَأَجْمَلُ مِنْكَ لَمْ تَلِدِ النِّسَاء
خُلِقْتَ مُبَرَّأً مِّنْ كُلِّ عَيْبٍ ... كَأَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَاء
أَغَرَّ عَلَيْهِ لِلنُّبُوَّةِ خَاتَمٌ ... مِّنَ اللّٰهِ مَشْهُوْد يَّلُوْحُ وَيَشْهَد
وَضَمَّ الْإِلٰهُ اسْمَ النَّبِيِّ مَعَ اسْمِهِ ... إِذْ قَالَ فِي الْخَمْسِ الْمُؤَذِّنُ أَشْهَد
وَشَقَّ لَه مِنِ اسْمِهِ لِيُجِلَه ... فَذُو الْعَرْشِ مَحْمُوْد وَهٰذَا مُحَمَّد
نَبِيٌّ أَتَانَا بَعْدَ يَاسٍ وَفَتْرَةٍ ... مِّنَ الرُّسُلِ وَالْأَوْثَانُ فِي الْأَرْضِ تُعْبَد
فَأَمْسىٰ سِرَاجاً مُسْتَنِيْراً ... يَّلُوْحُ كَمَا لَاحَ الصَّيْقَلُ الْمُهَنَّد
وَافٍ وَمَاضٍ شِهَاب يُسْتَضَاءُ بِه ... بَدْر أَنَارَ عَلٰى كُلِّ الْأَمَاجِيْد
مُبَارَك كَضِيَاءِ الْبَدْرِ صُوْرَتُه ... مَا قَالَ كَانَ قَضَاءً غَيْرُ مَرْدُوْد

ترجمہ۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ حسین میری آنکھ نے نہیں دیکھا اور آپ سے زیادہ جمیل آج تک کسی عورت نے نہیں جنا آپ ہر عیب سے محفوظ پیدا کئے گئے ہیں۔ گویا کہ جیسا آپ نے چاہا تھا۔ اسی طرح آپ کو پیدا فرمایا گیا ہے۔

۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن اطہر پر مہر نبوت چمک رہی ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت بڑی دلیل ہے، جسے ہر ایک دیکھ سکتا ہے۔

۔ اور اللہ تعالیٰ نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی اپنے نام مبارک کے ساتھ اس طرح ملا دیا ہے کہ جب بھی مؤذن اذان میں اللہ تعالیٰ کی توحید کی گواہی دیتا ہے۔ ساتھ ہی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی

رسالت کی بھی شہادت دینی ضروری ہے۔

۔ اور اللہ تعالٰی نے آپ کے نام کا اشتقاق اپنے نام مبارک سے کیا تاکہ آپ کی عزت اور وقار قائم رہے۔ جیسا کہ عرش کا مالک تو محمود ہے اور آپ کا نام محمد ہے۔ (یعنی دونوں کا مادہ اشتقاق حمد ہے)

۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے نبی کریم ہیں کہ کافی زمانہ وحی کے نہ آنے کے بعد آپ اس وقت تشریف لائے جب کہ ساری دنیا بت پرستی میں مبتلا تھی۔

۔ آپ ایسا چراغ ہیں، جو ہمیشہ روشنی دیتا رہے گا اور آپ یوں چمکتے ہیں جس طرح صیقل شدہ تلوار چمکتی ہے۔

۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) وعدہ وفا کرنے والے، اپنی بات کو پورا کرنے والے ایسے چمک دار ستارہ ہیں۔ جن سے روشنی حاصل کی جاتی ہے، آپ ایسے ماہ کامل ہیں کہ ہر شرف و مجد پر آپ کا نور چمک رہا ہے۔

۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بڑی برکت والے ہیں۔ چودھویں رات کے چاند کی طرح آپ کا چہرہ مبارک ہے جو بات فرماتے ہیں وہ ہو جاتی ہے۔ اس کے خلاف نہیں ہوتا۔

(از دیوان حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ)

رخ تو مطلع مہر مبیں ہے لالہ و گل ہیں یا یہ جبیں ہے
آپ سا مہرو کوئی نہیں ہے آپ ہیں ایسے سرور عالم
بدر ہے یا وہ وجہ الانور گل ہے یا وہ جبین الازہر
کیا شے ہے وہ جسم معطر مشک ہے یا وہ زلف برہم

صلی اللہ علی محمد صلی اللہ علیہ وسلم
صلی اللہ علی محمد صلی اللہ علیہ وسلم
صلی اللہ علی محمد صلی اللہ علیہ وسلم

اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَآلِهِ بِقَدْرِ حُسْنِهِ وَجَمَالِهِ.

يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِماً أَبَداً
عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

خوشا چشم کو دید آں روئے زیبا
خوشا دل کہ دارد خیالِ محمدؐ

بیسویں مجلس کی خوشبوئیں

سارے رسالہ کی غائیت عظمیٰ

محبت و متابعت کاملہ

گذشتہ ساری مجالس محبوب و حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و عظمت اور احترام پیدا کرنے کے لئے منعقد کی گئیں جس کے بغیر ایمان نہیں۔

محبت صرف حکایت کی چیز نہیں وہ ایک کیفیت ہے جو الفاظ اور عبارات سے بالاتر ہے اور ایسی چیز ہے جو دل میں بس جانے کے بعد محبوب کو ہر چیز پر غالب کر دیتی ہے۔ نہ اس کے سامنے ننگ و ناموس کوئی چیز ہے نہ عزت و شرافت کوئی شے ہے اور یہ ایمان کے لئے لازمی ہے اس کے بغیر ایمان نہیں۔ چنانچہ قرآن پاک میں ہے"والذین آمنوا اشد حبا للہ"اور محبتِ رسول اللہ پاک کی محبت میں شامل ہے۔ اللہ پاک کی محبت اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہر دوسری محبتوں پر اشد یعنی غالب ہونا چاہیئے۔ جب کسی کی محبت عزت و ذلت یا نفع نقصان کے مقابلے میں آئے تو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہر چیز پر غالب آ جائے تب ایمان ہے۔

محبت و ایمان ایک قلبی اور خفی عمل ہے اس قلبی عمل کی ظاہری علامت اور اس کی سچائی اور اسکا ثمرہ زندگی کے ظاہری اعمال ہیں کہ جس پر ایمان ہو اس کی رضا اور عدم رضا میں امر و نہی کے احکام پر چلنا یعنی اعمال صالحہ کو اختیار کرنا اور منع کی ہوئی باتوں کو چھوڑنا تو واجب ہے ہی لیکن سچی محبت اور کامل ایمان اور عشق کا تقاضا یہ ہے کہ محبوب کے عادات و اخلاق اور مرغوبات میں بھی شوق اور رغبت سے انکا اتباع کیا جائے تاکہ بندہ اللہ تعالیٰ کا محبوب بن جائے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔"قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ"یہ اتباع سنت احکام کے طور پر کہیں واجب اور کہیں مستحب ہے لیکن محبت کے تقاضے پر شرعی حکم کے بغیر بھی عادات اور

مرغوبات میں بھی اتباع کیا جانا چاہئے۔ کیونکہ سچی محبت کے بعد اتباع نہ ہونا عادتاً محال ہے البتہ شاذ و نادر کبھی محبت کے باوجود کسی پہلو میں اتباع کامل میں کمی واقع ہونا بھی ممکن ہے۔ یہ کمی بعض وقت کسی معذوری کی وجہ سے ہوتی ہے اس میں تو کوئی ملامت ہی نہیں لیکن بعض وقت کسی کا نفس حیوانی گناہ نہ کہ شیطانی گناہ میں اس طرح رنگین ہو جاتا ہے کہ وہ اس گناہ سے باز ہی نہیں آتا اگرچہ مومن ہے تو بار بار ضرور توبہ کریگا اور اپنے علاج کی فکر کریگا کہ نفس کو برائی سے روکنا تو اختیاری ہے اس لئے معذور قرار نہیں دیا جائیگا دنیا میں اس فعل بد کی سزا بھگتنی پڑے گی۔

گناہوں کے ساتھ اس ایمانی حالت کے برعکس بعض لوگوں میں ظاہری اعمال میں اتباع شریعت و سنت پایا جاتا ہے۔ لیکن قلب میں محبت نہیں ہوتی جس کے بغیر اخلاص اور ایمان محال ہے پس جب اخلاص نہ ہوا تو ان اعمال کا صدور جذبہ نفاق سے ہو گا کیونکہ اعمال کا محرک قلب میں ہے اگر اس میں محبت ہے تو اعمال میں اخلاص ہو گا اور اگر کوئی دوسرا جذبہ ہے تو اعمال میں بھی وہی چیز ہو گی۔

یہ صورت حال آج کل زیادہ ہو رہی ہے کہ عملی اور اعتقادی نفاق کا زور ہے۔ لیکن اس کی مثالیں شروع ہی سے ملتی ہیں جب اسلام کا غلبہ شروع ہوا تو بعض خالص منافقین نمازیں پڑھتے تھے حج اور جہاد سب اعمال ظاہرہ کرتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ماننے اور محبت کرنے کا زبانی دعویٰ بھی کرتے تھے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے نفاق کی خبر دی اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو ایک ایک کے نام بتا دیئے تھے بعد میں ان کا اعلان بھی فرما دیا تھا۔ کیونکہ ان کے قلوب میں محبت رسول نہ تھی صرف دنیاوی مفاد کی خاطر شکل و صورت اور اعمال ظاہری اختیار کر کے اسلام کا اظہار کرتے تھے۔

اس مجلس میں سچے محبان رسول کے لئے اللہ کے حبیب سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کے محاسن و خصائل مبارکہ بیان ہونگے تاکہ ان کا اتباع کریں اور اپنی محبت کی سچائی کا ثبوت دے کر فلاح دارین اور سعادت حقیقی حاصل کریں ان سنتوں میں سے جس چیز پر اپنے ضعف کی بنا پر اتباع مشکل ہو یا سخت دشوار ہو اس کو دل سے مرغوب سمجھنا ضروری ہے اور اپنی محرومی پر افسوس۔ لیکن جن لوگوں کو ان سنتوں کی اہمیت نہیں ان کے ایمان میں روح نہیں محض زبانی

دعوی ہے اور جو ان سنتوں کا مذاق اڑاتے ہیں وہ دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔
اس مجلس میں عادات و مرغوبات کے علاوہ بعض سنن ہدیٰ کا ذکر بھی آ جائیگا کہ جن کا تاکیدی حکم اور چھوڑنے پر وعید آئی ہے۔ الحاصل جس درجے کی محبت ہوگی اسی درجے کا اخلاص و اتباع سنت بھی ہو گا اور ظاہر ہے کہ جب کمال درجے کی محبت واجب ہے تو کامل اتباع بھی واجب ہو گا کمال درجے کی محبت کا وجوب گذشتہ مجالس میں گزر چکا اس مجلس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق جو امت کے ذمے ہیں ان میں ایک درود شریف پڑھنے کا عمل بھی ہے جس کی فضائل اور حکمتیں تو بیان ہو چکیں اور پڑھنے کے لئے درود شریف کی چہل حدیث رسالہ ہذا کے آخر میں درج ہے۔ اسی طرح حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے محاسن میں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حسن و جمال اور حلیہ شریفہ بھی ہے جس کا ذکر بھی گذشتہ مجالس میں آ چکا اب صرف سنتوں اور بعض دیگر محاسن و خصائل کا ذکر ہو گا۔
آگے درج ہونے والی سنتوں کو محض علم کی خاطر نہ پڑھیں بلکہ ہر ہر سنت پر عمل کرنے کی نیت کر لیں جن پر پہلے سے عمل ہو اس پر اللہ کا شکر کریں اور جو عمل میں نہ ہو اس کو اپنی وسعت کے مطابق عمل میں لانا شروع کر دیں یہ مسنون طریق زندگی صرف لوگوں ہی کیلئے نہیں ہے بلکہ ہم سبھی کو ان کا اتباع کرنا چاہئے۔

چلنے کا انداز۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ کچھ جھک کر اور کچھ تیز رفتار سے مردانہ وار پاؤں زمین پر سے اٹھا کر چلنے کی تھی۔ چلتے ہوئے ایسا معلوم ہوتا تھا گویا کہ کسی اونچی جگہ سے نیچے کو اتر رہے ہیں۔

دیکھنے کا انداز۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کی طرف توجہ فرماتے تو پورے بدن کے ساتھ توجہ فرماتے یعنی یہ کہ صرف گردن پھیر کر کسی کی طرف متوجہ نہیں ہوتے تھے اس لئے کہ اس طرح دوسرے کے ساتھ لاپروائی ظاہر ہوتی ہے۔ اور بعض اوقات متکبرانہ حالت ہو جاتی ہے۔ بلکہ

سینہ مبارک سمیت اس طرف توجہ فرماتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو شخص یکایک دیکھتا مرعوب ہو جاتا تھا یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وقار اس قدر زیادہ تھا کہ اول وہلہ میں دیکھنے والا رعب کی وجہ سے ہیبت میں آ جاتا تھا اول تو جمال و خوبصورتی کے لئے بھی رعب ہوتا ہے۔

؎ شوق افزوں مانع عرض تمنا رعب حسن بارہا دل نے اٹھائے ایسی لذت کے مزے

اس کے ساتھ جب کمالات کا اضافہ ہو تو پھر رعب کا کیا پوچھنا اس کے علاوہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو جو مخصوص چیزیں عطا ہوئیں ان میں رعب بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کیا گیا تھا۔

چنانچہ ایک روایت میں ارشاد ہے۔ کہ ایک ماہ کی مسافت تک رعب کے ساتھ میری مدد کی گئی البتہ جو شخص پہچان کر میل جول کرتا تھا وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کریمانہ اور اوصاف جمیلہ کا گھائل ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب بنا لیتا تھا۔

تبسم کا انداز۔

اکثر ہنسنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تبسم ہوتا اور اس میں دندان مبارک جو ظاہر ہوتے تو ایسے معلوم ہوتے جیسے بارش کے اولے اور دندان مبارک سے برق کی روشنی نمودار ہوتی، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کلام فرماتے تو سامنے کے دانتوں کے بیچ میں سے ایک نور سا نکلتا معلوم ہوتا تھا۔

غصہ۔

دنیا اور دنیاوی امور کی وجہ سے آپ کو کبھی غصہ نہ آتا تھا (چونکہ آپ کو ان کی پروا بھی نہ ہوتی تھی اس لئے کبھی دینوی نقصان پر آپ کو غصہ نہ آتا تھا) البتہ اگر کسی دینی امر اور حق بات سے کوئی شخص تجاوز کرتا تو اس وقت آپ کے غصہ کی کوئی تاب نہ لا سکتا تھا اور کوئی اس کو روک بھی نہ سکتا تھا یہاں تک کہ آپ اس کا انتقام نہ لے لیں۔

حیاء کا ذکر۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم شرم و حیاء میں کنواری لڑکی سے جو پردہ میں ہو کہیں زائد بڑھے ہوئے تھے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی بات ناگوار ہوتی تو ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے سے پہچان لیتے۔ حضور صلی اللہ

علیہ وسلم (غایت شرم کیوجہ سے اظہار ناپسندیدگی بھی نہ فرماتے تھے) کثرت حیاکی وجہ سے کسی شخص کے چہرے پر نگاہ نہیں جماتے تھے یعنی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کسی سے بالمقابل نہ ہوتے تھے۔

سونے کا طریقہ۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سونے سے قبل ہر آنکھ میں تین تین سلائی سرمہ کی ڈالتے تھے۔ اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی خوابگاہ یعنی بستر پر جاتے تو اپنا داہنا ہاتھ اپنے داہنے رخسارہ (یعنی کلہ) کے نیچے رکھتے اور جب سوتے تو آواز کے ساتھ سوتے اور داہنی کروٹ پر سوتے تاکہ سونے میں مدد ملے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا اور یہ بھی فرمایا کہ مجھ کو نسیان نہیں ہوتا (یعنی بھول نہیں ہوتی) لیکن میں بھلا دیا جاتا ہوں تاکہ اس کے متعلق احکام سنت قرار پائیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ بیدار مغز رہتے تھے باوجود اس بیدار مغزی کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز فجر کا قضاء ہو جانا ایک حکمت الٰہی کے سبب تھا کہ قضاء کا حکم امت پر ظاہر ہو جائے۔

مسجد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ٹانگ پر ٹانگ رکھ کر چت لیٹتے، مگر اس طرح کہ ستر نہیں کھلتا اگر ستر کھلنے کا اندیشہ ہو تو ایسے لیٹنے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ممانعت فرمائی ہے۔

(نوٹ) آرام فرماتے وقت جو دعائیں پڑھنے کا معمول تھا وہ اگلی مجلس میں ہے۔

مکان میں تشریف رکھنے کے وقت کی تقسیم

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مکان میں تشریف رکھنے کے وقت کو تین حصوں میں منقسم فرماتے تھے۔ ایک حصہ حق تعالیٰ کی عبادت میں خرچ فرماتے تھے۔ یعنی نماز وغیرہ پڑھتے تھے دوسرا حصہ گھر والوں کے ادائے حقوق میں خرچ فرماتے تھے۔ مثلاً ان سے ہنسنا بولنا بات کرنا ان کے حالات کی تحقیق کرنا۔ تیسرا حصہ خاص اپنی ضروریات راحت و آرام کیلئے رکھتے تھے۔ پھر اس اپنے حصہ کو بھی دو حصوں پر اپنے اور لوگوں کے درمیان تقسیم فرما دیتے۔ اس طرح پر کہ خصوصی حضرات صحابہ کرام رضی اللہ

عنہم اس وقت خدمت اقدس میں حاضر ہوتے ان خواص کے ذریعے سے مضامین عوام تک پہنچتے۔ ان لوگوں سے کسی چیز کو اٹھا کر نہ رکھتے تھے۔ یعنی نہ دین کے امور میں نہ دنیوی منافع میں یعنی ہر طرح کا نفع بلا دریغ پہنچاتے تھے۔

اہل علم و فضل کو ترجیح دینا

امت کے اس حصہ میں آپ کا یہ طرز تھا کہ ان آنے والوں میں اہل فضل یعنی اہل علم و عمل کو حاضری کی اجازت میں ترجیح دیتے تھے اس وقت کو ان کے فضل دینی کے لحاظ سے ان پر تقسیم فرماتے تھے بعض آنیوالے ایک حاجت لیکر آتے اور بعض حضرات دو دو حاجتیں لیکر حاضر خدمت ہوتے اور بعض کئی کئی حاجتیں لے کر حاضر ہوتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی تمام حاجتیں پوری فرمایا کرتے اور ان کو ایسے امور میں مشغول فرماتے جو خود ان کی اور تمام امت کی اصلاح کیلئے مفید اور کار آمد ہوتے مثلاً ان کا دینی امور کے بارہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوالات کرنا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی طرف سے مناسب امور کی ان کو اطلاع فرمانا اور ان علوم و معارف کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ بھی فرمادیا کرتے تھے کہ جو لوگ یہاں موجود ہیں وہ ان مفید اور ضروری اصلاحی امور کو غائبین تک بھی پہنچادیں۔ یہ بھی ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ جو لوگ کسی عذر (پردہ یا دوری شرم یا رعب) کی وجہ سے مجھ سے اپنی ضرورتوں کا اظہار نہیں کر سکتے تم لوگ ان کی ضرورتیں مجھ تک پہنچا دیا کرو اس لئے کہ جو شخص بادشاہ تک کسی ایسے شخص کی حاجت پہنچائے جو خود نہیں پہنچا سکتا تو حق تعالیٰ شانہ قیامت کے دن اس شخص کو ثابت قدم رکھیں گے۔ لہٰذا تم لوگ اس میں ضرور کوشش کیا کرو۔

مجلس مبارک کا منظر

مجلس مبارک میں ضروری اور مفید ہی باتوں کا تذکرہ ہوتا تھا اور ایسے ہی امور کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے خوشی سے سنتے تھے اس کے علاوہ لایعنی اور فضول باتیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں نہ ہوتی تھیں صحابہ رضی اللہ عنہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دینی امور کے طالب بنکر حاضر ہوتے تھے اور بلا کچھ چکھے وہاں سے نہیں آتے تھے (چکھنے سے مراد امور دینیہ کا حاصل کرنا بھی ہو سکتا ہے اور حسی چکھنا بھی مراد ہو سکتا

ہے اسلئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ موجود ہوتا اس سے تواضع فرماتے۔ خصوصی احباب کا جب مجمع ہوتا ہے تو موجود چیز کی تواضع ہوتی ہی ہے) صحابہ کرام حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس سے ہدایت اور خیر کے لئے مشعل اور رہنما بنکر نکلتے تھے کہ وہ ان علوم کو حسب ارشاد دوسروں تک پہنچاتے رہتے تھے۔

مکان سے باہر تشریف آوری کے حالات

حضرت حسین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے باہر تشریف آوری کے متعلق دریافت کیا (حضرت علی رضی اللہ عنہ سے) تو فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ضروری امور کے علاوہ اپنی زبان مبارک کو محفوظ رکھتے تھے فضول تذکروں میں وقت ضائع نہیں فرماتے تھے آنے والوں کی تالیف قلوب فرماتے اور ان کو مانوس فرماتے متوحش نہیں بناتے تھے (یعنی تنبیہ وغیرہ میں ایسا طرز اختیار نہ فرماتے جس سے ان کو حاضری میں وحشت ہونے لگے یا ایسے امور ارشاد نہ فرماتے تھے جن کی وجہ سے دین سے نفرت ہونے لگے) ہر قوم کے کریم اور معزز کا اکرام اور اعزاز فرماتے اور اس کو اپنی طرف سے بھی اسی قوم پر متولی اور سردار مقرر فرما دیتے لوگوں کو عذاب الٰہی سے ڈراتے (یا مضر امور سے بچنے کی تاکید فرماتے یا لوگوں کو دوسروں سے احتیاط رکھنے کی تاکید فرماتے) اور خود اپنی بھی لوگوں کے تکلیف پہنچانے یا نقصان پہنچانے سے حفاظت فرماتے لیکن باوجود خود احتیاط رکھنے اور احتیاط کی تاکید کے کسی سے اپنی خندہ پیشانی اور خوش خلقی کو نہیں ہٹاتے تھے۔ اپنے دوستوں کی خبر گیری فرماتے۔ لوگوں کے حالات آپس کے معاملات کی تحقیق فرما کر ان کی اصلاح فرماتے اچھی بات کی تحسین فرما کر اس کی تقویت فرماتے اور بری بات کی برائی بتا کر اس کو زائل فرماتے اور روک دیتے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر امر میں اعتدال اور میانہ روی اختیار فرماتے تھے نہ کہ تلون اور گڑبڑ کہ کبھی کچھ فرما دیا کبھی کچھ۔ لوگوں کی اصلاح سے غفلت نہ فرماتے تھے کہ مبادا وہ دین سے غافل ہو جاویں یا کسی امر میں حد سے بڑھ جانے کی وجہ سے دین سے اکتا جاویں (اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے حالات سے غفلت نہ فرماتے تھے) ہر کام کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں ایک خاص انتظام تھا۔ امر حق میں نہ کبھی کوتاہی فرماتے تھے نہ حد سے تجاوز فرماتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم

کی خدمت میں حاضر ہونے والے خلقت کے بہترین افراد ہوتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک افضل وہی ہوتا تھا جس کی خیر خواہی عام ہو یعنی ہر شخص کی بھلائی چاہتا ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک بڑے رتبہ والا وہی ہوتا تھا جو مخلوق کی غمگساری اور مدد میں زیادہ حصہ لے۔

مجلس مبارک کے مزید حالات

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس کے حالات دریافت کیئے توانہوں نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نشست وبرخاست سب اللہ کے ذکر کے ساتھ ہوتی تھی اور جب کسی جگہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لیجاتے تو جہاں جگہ ملتی وہیں تشریف رکھتے اور اسی کا لوگوں کو حکم فرماتے کہ جہاں جگہ خالی مل جائے بیٹھ جایا کریں لوگوں کے سروں کو پھلاند کر آگے نہ جایا کریں یہ امر جداگانہ ہے کہ جس جگہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ جاتے وہی جگہ پھر صدر مجلس بن جاتی آپ صلی اللہ علیہ وسلم حاضرین مجلس میں سے ہرایک کا حق ادا فرماتے یعنی بشاشت اور بات چیت میں جتنا اس کا استحقاق ہوتا اس کو پورا فرماتے کہ آپ کے پاس کا ہر بیٹھنے والا یہ سمجھتا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرا سب سے زیادہ اکرام فرمارہے ہیں جو آپ کے پاس بیٹھتا یا کسی امر میں آپ کی طرف مراجعت کرتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس بیٹھے رہتے یہاں تک کہ وہی خود اٹھنے کی ابتدا کرے جو آپ سے کوئی چیز مانگتا آپ اس کو مرحمت فرماتے یا (اگر نہ ہوتی) تو نرمی سے جواب فرماتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خندہ پیشانی اور خوش خلقی تمام لوگوں کے لئے عام تھی آپ تمام خلقت کے شفقت میں باپ تھے اور تمام خلقت حقوق میں آپ کے نزدیک برابر تھی۔

آپ کی مجلس مبارک کی چار خصوصی باتیں

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس. مجلس علم وحیاء اور صبر وامانت تھی (یعنی یہ چاروں باتیں اس میں حاصل کی جاتی تھیں یا یہ کہ چاروں باتیں اس میں موجود ہوتی تھیں) نہ اس میں شور و شغب ہوتا تھا نہ کسی کی عزت و آبرو اتاری جاتی تھی۔ اس مجلس میں اگر کسی سے کوئی لغزش ہو جاتی تھی تو اس کو شہرت نہیں دی جاتی تھی آپس میں سب برابر شمار کیئے جاتے تھے (حسب نسب کی بڑائی نہ سمجھتے تھے) البتہ ایک دوسرے پر فضیلت تقویٰ سے ہوتی تھی ہر شخص دوسرے کے

ساتھ تواضع سے پیش آتا تھا بڑوں کی تعظیم چھوٹوں پر شفقت. اہل حاجت کو ترجیح دیتے تھے. اجنبی مسافر آدمی کی خبر گیری کرتے تھے۔

ہدیہ و دعوت قبول کرنا

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر مجھے بکری کا ایک پیر بھی دیا جاوے تو میں قبول کروں اور اگر اس کی دعوت کی جاوے تو میں ضرور جاؤں۔

ف۔ یعنی مجھے ہدیہ قبول کرنے میں بلکہ کسی جگہ جانے میں بھی اس کا خیال نہیں ہوتا کہ اتنی ذرا سی چیز کیلئے کیا جاؤں بلکہ اللہ کی نعمت سمجھ کر اس کو کمال رغبت سے قبول کرتا ہوں۔ اور اصل یہ ہے کہ دعوت کے قبول کرنے میں وہ کھانا مقصود نہیں ہوتا بلکہ دعوت کرنے والے کی دلداری مقصود ہوتی ہے۔

دولت کدہ پر بعض نجی مشاغل

کسی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم دولت کدہ پر کیا کرتے تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آدمیوں میں سے ایک آدمی تھے اپنے کپڑے میں خود ہی جوں تلاش کر لیتے تھے اور خود ہی بکری کا دودھ نکال لیتے تھے۔ اور اپنے کام خود ہی کر لیتے تھے۔

ف۔ آدمیوں میں سے ایک آدمی تھے کا یہ مطلب ہے کہ عام آدمیوں کی طرح اپنے گھر کا اکثر و بیشتر کام خود کر لیا کرتے تھے اپنی ضروریات اور گھر کے کاروبار کرنے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ گرانی یا تکبر مانع نہ ہوتا تھا ایک حدیث میں ہے کہ جو کام اور لوگ اپنے گھروں میں کرتے ہیں وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی کر لیا کرتے تھے۔ بعض روایات میں مثال کے طور پر کچھ کام بھی گنوا دیئے جیسا کہ اس روایت میں گزرا ہے اسی طرح دوسری روایات میں ہے کہ اپنا کپڑا سی لیا کرتے تھے اپنے جوتے کا پیوند خود ہی لگا لیا کرتے تھے اپنے کپڑے کو پیوند لگا لیا کرتے تھے وغیرہ وغیرہ۔

حدیث بالا میں جوں تلاش کرنے کا بھی ذکر ہے اور علماء کی تحقیق یہ ہے کہ حضور اقدس

صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن یا کپڑوں میں جوں نہیں پڑتی تھی اسکی وجہ ظاہر ہے کہ جوں بدن کے میل سے پیدا ہوتی اور پسینہ سے بڑھتی ہے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سراسر نور تھے وہاں میل کچیل کہاں تھا۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پسینہ سراسر گلاب تھا جو خوشبو میں استعمال کیا جاتا تھا۔ بھلا عرق گلاب میں جوں کا کہاں گزر ہو سکتا ہے اس لئے تلاش کرنے کا یہ مطلب ہے کہ اس احتمال سے کہ شاید کسی دوسرے کی جوں چڑھ گئی ہو تلاش فرماتے تھے بعض علماء نے فرمایا ہے کہ تلاش کرنا دوسروں کی تعلیم کیلئے تھا کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا اہتمام کرتے دیکھیں گے تو زیادہ اہتمام کریں گے۔

آپ کے اخلاق کا نمونہ اور رضا بالقضا

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی ہے مجھے کبھی کسی بات پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اف تک بھی نہیں فرمایا نہ کسی کام کے کرنے پر یہ فرمایا کہ کیوں کیا اور اسی طرح نہ کبھی کسی کام کے نہ کرنے پر یہ فرمایا کہ کیوں نہیں کیا۔

حضور اقدس حضور صلی اللہ علیہ وسلم اخلاق میں تمام دنیا سے بہتر تھے (ایسے ہی خلقت کے اعتبار سے بھی حتیٰ کہ) میں نے کبھی کوئی ریشمی کپڑا یا خالص ریشم یا کوئی اور نرم چیز ایسی نہیں چھوئی جو حضور اقدس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بابرکت ہتھیلی سے زیادہ نرم ہو اور میں نے کبھی کسی قسم کا مشک یا کوئی عطر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پسینہ کی خوشبو سے زیادہ خوشبودار نہیں سونگھا۔

ف۔ یہ کوئی مبالغہ آمیز یا اعتقادی بات نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پسینہ مبارک جمع کر کے خوشبو کی جگہ استعمال کیا جاتا تھا جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم مصافحہ کرتے تھے تمام دن اس کے ہاتھ سے خوشبو مہکتی تھی۔ گناہوں کی کثرت سے بدن کی سڑاہند مجرب ہے۔ حضور کا کسی چیز کے متعلق اف تک نہ فرمانا یہ کمال اخلاق اور غایت تواضع کی بنا پر تھا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے کرنے نہ کرنے کو ان کا اپنا فعل نہ سمجھتے تھے بلکہ منجانب اللہ سمجھ کر اسی پر راضی ہو جاتے تھے۔ چنانچہ ایک حدیث میں اس کے بعد یہ مضمون بھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہی ہوتا ہے مقدر میں ہوتا تو ہو

جاتا۔ یہ محبوب کے فعل کے ساتھ غایت لذت ہے اور صوفیہ کی اصطلاح میں "رضا بر قضا" کی اصل اور سند ہے۔ رابعہ بصریہ کا مشہور مقولہ ہے جس کا ترجمہ ہے کہ اے اللہ اگر تو میرے ٹکڑے ٹکڑے بھی کر ڈالے تو میری محبت میں اس سے کچھ اضافہ ہی ہو گا اور کاملین صوفیہ کے تمام ہی حالات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے مختلف احوال سے اخذ کئے گئے ہیں۔ لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات جامعیت کے کمال پر تھی بعد میں جامعیت کا یہ درجہ نہیں رہ سکا اس لئے حضرات صوفیہ کرام میں کسی جگہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی عادت کا ظہور ہوا اور کسی جگہ کسی دوسری حالت کا شیوع ہوا۔ یہاں یہ بات قابل لحاظ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معاملہ اپنی ذات کے متعلق تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات کے لئے کبھی بھی انتقام نہیں لیا۔ البتہ اللہ جل شانہ کی کسی حرمت کا ہتک کیا جائے (مثلاً کسی حرام چیز کا ارتکاب کیا جائے) تو اس کا بدلہ ضرور لیتے تھے۔ پہلے بھی اس قسم کا مضمون گزر چکا ہے۔
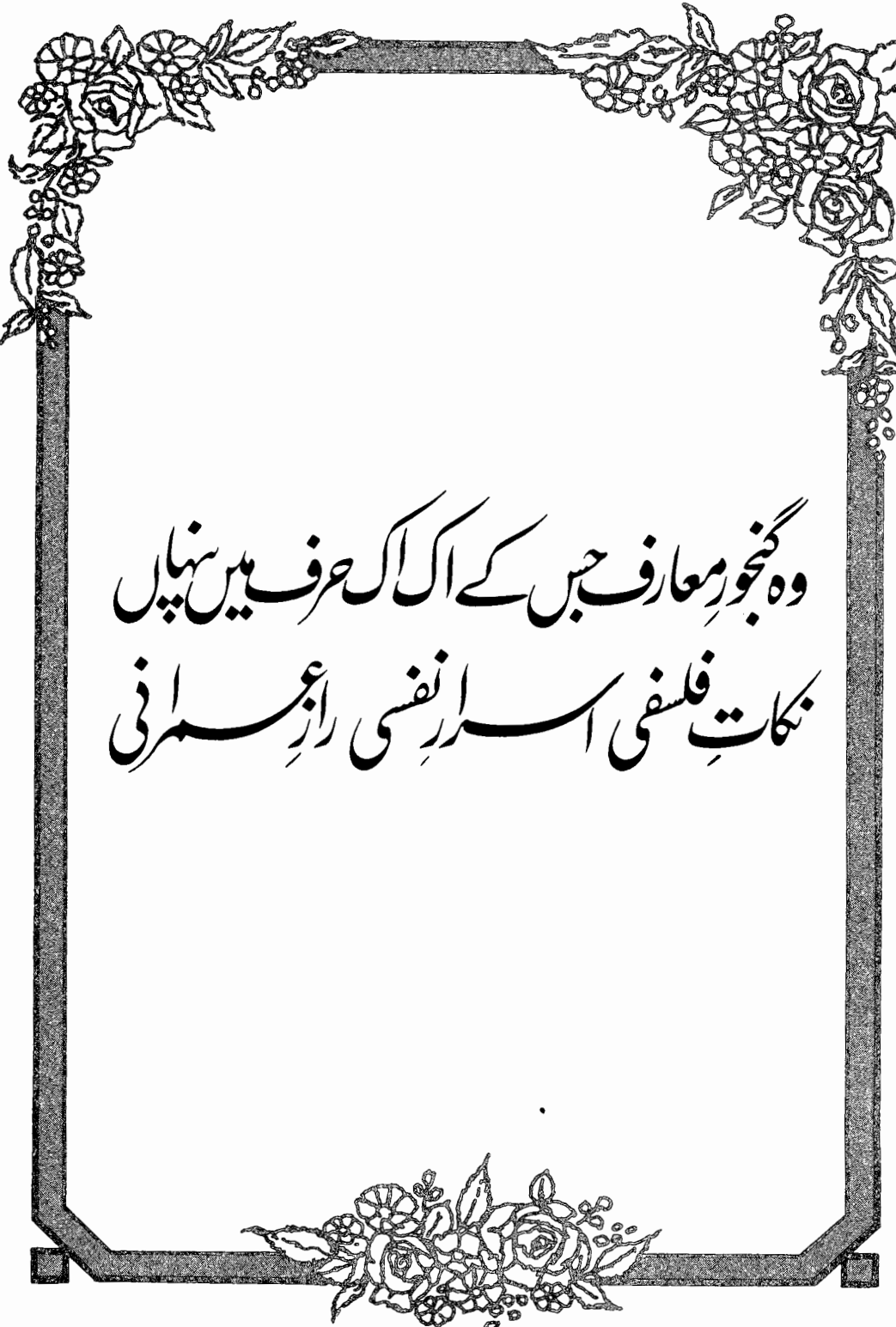
لطیفہ۔ اس حدیث کے اخیر جز کے متعلق ایک عجیب قصہ ہے جس سے حضرات صحابہ کرام اور محدثین رضی اللہ عنہم اجمعین کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غایت محبت اور عشق کا پتہ چلتا ہے وہ یہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ غایت فرحت و لذت کے ساتھ کہنے لگے کہ میں نے اپنے ان ہاتھوں سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مصافحہ کیا میں نے کبھی کسی قسم کی حریر یا ریشم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں سے زیادہ نرم نہیں دیکھا۔ شاگرد نے جس کے سامنے یہ حدیث بیان کی اسی شوق سے عرض کیا کہ میں بھی ان ہاتھوں سے مصافحہ کرنا چاہتا ہوں جن ہاتھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مصافحہ کیا۔ اس کے بعد سے یہ سلسلہ ایسا جاری ہوا کہ آج چودہ سو برس سے زیادہ تک یہ سلسلہ جاری ہے۔ اور مصافحہ کی حدیث سے یہ مشہور ہے کہ اس حدیث میں مسلسل مصافحہ ہوتا آیا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ مسلسلات میں بھی اس کو ذکر کیا ہے جس کے ذریعے سے میرے استاد حضرت مولانا خلیل احمد صاحب نور اللہ مرقدہ تک بھی اسی طرح پہنچی۔ (پھر حضرت شیخ رحمتہ اللہ علیہ کے واسطے سے یہ مسلسل بالمصافحہ ہم اور حضرت کے ہزاروں شاگردوں تک پہنچی)

در گزر

آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے ایذاء دینے پر سب سے زیادہ صابر تھے اور سب سے بڑھ کر حلیم تھے برائی کرنے والے سے در گزر فرماتے تھے اور جو شخص آپ سے بدسلوکی کرتا تھا آپ اس سے سلوک کرتے تھے اور جو شخص آپ کو نہ دیتا آپ اس کو دیتے اور جو شخص آپ پر ظلم کرتا آپ اس سے در گزر فرماتے اور کسی کام کے دو پہلوؤں میں جو آسان ہوتا آپ اس کو اختیار فرماتے بشرطیکہ وہ گناہ نہ ہوتا اس میں امت کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آسانی فرمائی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات کے لئے کبھی انتقام نہیں لیا حتیٰ کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے بھائی عتبہ بن ابی وقاص نے احد کے روز آپ پر پتھر چلایا جس سے آپ کا دندان مبارک ٹوٹ گیا اور آپ کا چہرہ مبارک زخمی ہو گیا لوگوں نے عرض کیا کہ آپ ان پر بد دعا کیجئے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے میرے اللہ میری قوم کو ہدایت کیجئے کیونکہ ان کو خبر نہیں۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی چیز کو یعنی آدمی کو، جانور کو اپنے ہاتھ سے نہیں مارا البتہ اللہ کی راہ میں جو جہاد کیا وہ الگ بات ہے۔ اور نہ کسی عورت کو مارا نہ کسی خادم کو مارا۔ اور برائی کا عوض برائی سے نہیں دیتے تھے بلکہ معاف فرما دیتے تھے۔ (شمائل ترمذی)

وہ گنجورِ معارف جس کے اک اک حرف میں پنہاں
نکاتِ فلسفی اسرارِ نفسی رازِ عمرانی

اکیسویں مجلس کی خوشبوئیں

فطری خصائل کا اہتمام

سرمہ لگانا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک سرمہ دانی تھی جس سے آپ سوتے وقت ہر آنکھ میں تین مرتبہ سرمہ لگاتے تھے۔

عمران بن ابی انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہیں اثمد (سرمہ کا پتھر) استعمال کرنا چاہئے کیونکہ یہ نظر کو تیز کرتا ہے بال اگاتا ہے اور آنکھ روشن کرنے والی چیزوں میں سے بہترین ہے۔

سر کے موئے مبارک

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کے بالوں کی لمبائی کانوں کے درمیان تک اور دوسری روایت میں کانوں تک اور ایک تیسری روایت میں کانوں کی لو تک تھی ان کے علاوہ کندھوں تک یا کندھوں کے قریب تک کی روایتیں بھی ہیں۔ ان سب روایتوں میں باہمی مطابقت اس طرح ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی تیل لگاتے یا کنگھی فرماتے تو بال لمبے ہو جاتے ورنہ اس کے برعکس رہتے یا پھر ترشوانے سے پہلے اور بعد میں ان میں کمی اور زیادتی ہو جاتی تھی۔ یعنی جب ترشوانے میں زیادہ دن ہو جاتے تو بال لمبے ہو جاتے اور جب ترشواتے تو چھوٹے ہو جاتے تھے۔

اس عبارت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بالوں کو ترشواتے تھے۔ منڈاتے نہ تھے لیکن حلق (منڈانے) کے بارے میں خود فرماتے ہیں کہ آپ حج اور عمرہ کے دو موقعوں کے سوا بال نہیں منڈاتے تھے۔

کنگھا کرنا اور تیل لگانا

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بالوں میں کثرت سے کنگھی کیا کرتے تھے آپ جس کسی کو پراگندہ اور بکھرے ہوئے بال دیکھتے تو کراہت سے فرماتے کہ تم میں سے کسی کو وہ نظر آیا ہے۔ یہ اشارہ شیطان کی طرف ہے۔

اسی طرح آپ بہت زیادہ بننے سنورنے اور لمبے بالوں والوں سے بھی کراہت فرماتے اعتدال اور میانہ روی آپ کو بہت پسند تھی

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سوتے وقت مسواک کرتے اور سر کے بالوں اور داڑھی میں کنگھا کرتے آپ سفر میں ہوتے یا حضر میں ہمیشہ بوقت خواب آپ کے سرہانے سات چیزیں رکھی رہتیں. تیل کی شیشی، کنگھا، سرمہ دانی، قینچی، مسواک، آئینہ اور ایک لکڑی کی چھوٹی سی سیخ جو کھجانے کے کام آتی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے ڈاڑھی مبارک اور سر مبارک میں تیل لگاتے پھر کنگھا کرتے آپ کے بال مبارک نہ بالکل پیچیدہ اور نہ بالکل کھلے ہوئے بلکہ کچھ گھنگھریالا پن لئے ہوئے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم وضو کرنے میں، کنگھی کرنے میں، جوتہ پہننے میں، داہنی طرف کو مقدم رکھتے یعنی داہنی طرف سے پہننا شروع فرماتے

آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب سر میں تیل لگاتے تو بائیں ہاتھ میں تیل رکھتے اور پہلے ابروؤں میں تیل لگاتے پھر آنکھوں پر پھر سر میں تیل لگاتے۔

اسی طرح جب ڈاڑھی میں تیل لگاتے تو پہلے آنکھوں پر لگاتے پھر داڑھی میں لگاتے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سر مبارک میں اکثر تیل کا استعمال فرماتے تھے اور اپنی داڑھی میں اکثر کنگھی کیا کرتے تھے اور اپنے سر مبارک پر ایک کپڑا ڈال لیا کرتے تھے جو تیل کے کثرت استعمال سے ایسا ہوتا تھا جیسے تیلی کا کپڑا۔

داڑھی مبارک میں تیل لگاتے تو داڑھی کے اس حصہ سے شروع فرماتے جو گردن سے ملا ہوا ہے سر میں تیل لگاتے تو پہلے پیشانی کے رخ سے شروع کرتے۔

ریش مبارک

سردار انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی مبارک اتنی گھری اور گنجان تھی کہ آپ کے سینہ مبارک کو بھر دیتی تھی۔

مذہب حنفی میں داڑھی کی حد ایک (مٹھی) قبضہ ہے یعنی اس سے کم نہ ہو سنت یہ ہے کہ ایک مٹھی ہو جانے کے بعد داڑھی کے دائیں بائیں جانب سے بڑھے ہوئے بال تراشنا چاہئے تاکہ خوبصورت ہو جائے۔

مونچھ کے متعلق

مونچھوں کو کتروانا اور کتروانے میں زیادتی کرنا چاہئے۔

موئے بغل

احادیث میں آیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بغل کے بال اکھیڑ ڈالا کرتے تھے۔

موئے زیر ناف

موئے زیر ناف صاف کرنے کے بارے میں بعض احادیث میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کو مونڈتے تھے اور بعض میں آیا ہے کہ نورہ استعمال فرماتے تھے۔

ناخن کٹوانا

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول بعض روایات میں جمعہ کے دن اور بعض روایات میں جمعرات کے دن ناخن ہائے مبارک ترشوانے کا تھا۔ ہاتھ کے ناخن کٹوانا میں ترتیب ذیل کالحاظ فرماتے تھے۔

سیدھا ہاتھ۔ شہادت کی انگلی، بیچ کی انگلی، اس کے برابر والی انگلی، پھر چھنگلیا۔ الٹا ہاتھ۔ چھنگلیا، اس کے برابر والی انگلی، بیچ والی انگلی، اس کے برابر والی انگلی، انگوٹھا پھر سیدھے ہاتھ کا انگوٹھا۔

پاؤں کے ناخن کاٹنے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حسب ذیل ترتیب کالحاظ فرماتے تھے۔ یعنی دائیں پاؤں کی چھنگلی سے شروع کر کے بائیں پاؤں کی چھنگلی پر ختم فرماتے یہی سنت ہے۔

کھانے پینے کا طریقہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھانے کے لئے ایسے بیٹھتے جیسے کوئی کھڑے ہونے کے لئے تیار ہو کر بیٹھتا ہے یعنی اکڑوں بیٹھتے تھے اور فرماتے کہ میں غلام کی طرح کھاتا ہوں اور غلام کی طرح بیٹھتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں ٹیک لگا کر نہیں کھاتا۔

ٹیک لگانے سے مراد جم کر بیٹھنا اور کھانے کے وقت چوکڑی مار کر سرین پر بیٹھنا، اس بیٹھے کے مانند ہے جو کسی چیز کو اپنے نیچے رکھ کر ٹیک لگا کر بیٹھے۔

کھانے کے لئے اس طرح بیٹھنا مستحب ہے کہ دونوں رانوں کو کھڑا کر کے اور دونوں قدموں کی پشت پر بیٹھے یا اس طرح کہ داہنے پاؤں کو کھڑا کرے اور بائیں پاؤں پر بیٹھے۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم تین انگلیوں سے کھاتے تھے اور اپنی تینوں انگلیوں کو کھانے کے بعد چاٹ لیا کرتے تھے، بعض روایات میں آیا ہے کہ پہلے بیچ کی انگلی چاٹتے تھے اس کے بعد شہادت کی انگلی اس کے بعد انگوٹھا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھجوریں لائی گئیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کو نوش فرما رہے تھے اور اس وقت بھوک کی وجہ سے اپنے سہارے سے تشریف فرما نہیں تھے بلکہ اکڑوں بیٹھ کر کسی چیز پر سہارا لگائے ہوئے تھے۔ یعنی کمر کو دیوار وغیرہ کسی چیز سے ٹیک رکھا تھا۔ کسی چیز پر ٹیک لگا کر کھانے کی احادیث میں ممانعت آئی ہے لیکن اس جگہ پر چونکہ ضعف کے عذر سے تھا اس لئے نہ اس روایت پر ان احادیث کے خلاف کا اشکال ہو سکتا ہے جن میں ممانعت آئی ہے اور نہ اس روایت سے بلا عذر ٹیک لگا کر کھانے کا استحباب ثابت ہو سکتا ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی روٹی کا ذکر

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک حضور کے اہل و عیال نے مسلسل دو دن کبھی جو کی روٹی سے پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے گھر والے کئی کئی رات پے درپے بھوکے گزار دیتے تھے کہ رات کو کھانے کے لئے کچھ

موجود نہیں ہوتا تھا۔ اور اکثری غذا آپ کی جو کی روٹی ہوتی تھی (گو کبھی کبھی گیہوں کی روٹی بھی مل جاتی تھی)

ف۔ حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین میں اگرچہ بعض لوگ ایسے تھے جو دولت مند تھے لیکن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے حال کو حد درجہ چھپانے کی وجہ سے ان کو حضور کی اس حالت کا علم ہی نہیں ہوتا تھا۔ ایسے ہی اہل و عیال بھی اخفا فرماتے تھے۔

من الروض

قَضٰى وَلَمْ يَكُ يَوْماً مُدْرِكاً شِبْعاً	مِنَ الشَّعِيْرِ وَكَانَتْ فَرْشُهُ الْحُصُرُ
هٰذَا وَقَدْ مُلِّكَ الدُّنْيَا بِأَجْمَعِهَا	فَرَدَّهُ الزُّهْدُ عَنْهَا وَهُوَ مُقْتَدِرُ
فَالثَّوْبَ يَرْقَعُه وَالشَّاةَ يَحْلِبُهَا	وَمَا رُئِي لأَخِ الْإِعْدَامِ يَحْتَقِرُ
وَالْبَيْتَ يَكْنِسُه والنَّعْلَ يَخْصِفُهَا	وَإِنْ دُعِيَ أَسْعَفَ الدَّاعِيَ وَلَا يَذَرُ
كَانَ الْبُرَاقُ لَه وَالْخَيْلُ يَرْكَبُهَا	وَالْإِبِلُ أَيضاً كَذَاكَ الْبَغْلُ والْحُمُرُ

۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی عمر پوری فرما دی اور ایک روز بھی جو سے شکم سیری کی نوبت نہیں آئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرش بوریا تھا۔

۔ یہ حالت اس پر تھی کہ تمام دنیا کے مالک تھے لیکن زہد نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا سے باز رکھا باوجود اسکے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مقدور رکھتے تھے۔

۔ سو کپڑے کو خود پیوند لگا لیتے اور بکری کو خود دوہ لیتے اور کسی نادار کی تحقیر کرتے ہوئے نہیں دیکھے گئے۔

۔ اور گھر میں خود جھاڑو دے لیتے اور نعل کو خود گانٹھ لیتے اور اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی جاتی تو داعی کی آرزو پوری فرماتے اور اعراض نہ فرماتے۔

۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے براق بھی تھا اور گھوڑے بھی تھے جن پر آپ سوار ہوتے تھے اور اونٹ پر بھی اسی طرح خچر اور دراز گوش پر بھی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی اخیر تک میز پر کھانا تناول نہیں فرمایا اور نہ کبھی چپاتی نوش فرمائی۔ روایات حدیث سے یہ بات تو صریحاً ثابت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فقر کی حالت خود پسند فرمائی تھی اور جب حق

تعالیٰ شانہ کی طرف سے کسی فرشتے کی زبانی حضور سے فقر و فاقہ اور ثروت و ریاست کے دمیان ترجیح پوچھی جاتی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پہلی ہی قسم کو پسند فرماتے چنانچہ متعدد احادیث اس مضمون کی وارد ہیں۔

آپ کے سالن کا ذکر

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ فرمایا کہ سرکہ بھی کیسا اچھا سالن ہے۔

ف:۔ اس لحاظ سے کہ اس میں دقت و محنت زیادہ نہیں ہوتی اور روٹی بے تکلف کھائی جاتی ہے۔ ہر وقت میسر آ جاتا ہے نیز تکلفات سے بعید ہے۔ اور دنیوی گزران میں اختصار ہی مقصود ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ زیتون کا تیل کھانے میں بھی استعمال کرو اور مالش میں بھی اس لئے کہ بابرکت درخت کا تیل ہے۔

محبت کی علامت

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک درزی نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک مرتبہ دعوت کی۔ میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حاضر ہوا اس نے آپ کی خدمت میں جو کی روٹی اور کدو گوشت کا شوربہ پیش کیا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ پیالہ کے سب جانبوں سے کدو کے ٹکڑے تلاش فرما کر نوش فرما رہے ہیں اس وقت سے مجھے بھی کدو مرغوب ہو گیا۔

ف۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد کہ مجھے اس وقت سے کدو سے رغبت ہو گئی اس محبت کا ثمرہ ہے جو ان حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھی اور محبت کا مقتضی یہی ہے کہ محبوب کی ہر ادا پسند ہو اس کی ہر بات دل میں جگہ کرنے والی ہو جس درجے کی محبت ہو گی اسی مرتبے میں محبت کے اثرات کے ساتھ شغف ہو گا لیکن اللہ کی شان ہے کہ آج حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت کے دعویداروں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم جیسی صورت بنانا بھی پسند نہیں جب کہ بعض باتوں کا حکم مثلاً داڑھی کا رکھنا مونچھیں منڈانے کا حکم وجوبی ہے۔ اور خلاف ورزی حرام ہے۔

انقیاد کی اہمیت

حضرت ابو عبید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہانڈی پکائی چونکہ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کو بونگ کا گوشت زیادہ پسند تھا اس لئے میں نے ایک بونگ پیش کی پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری طلب فرمائی میں نے دوسری پیش کی پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اور طلب فرمائی میں نے عرض کیا یا رسول اللہ بکری کے دو ہی بونگیں ہوتی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس ذات پاک کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر تو چپ رہتا تو میں جب تک مانگتا رہتا اس دیگچی سے بونگیں نکلتی رہتیں۔

ف۔ حضرت ابو عبید رضی اللہ عنہ کے اس کہنے پر کہ بکری کے دو ہی بونگیں ہوتی ہیں آئندہ کا سلسلہ بند ہو جانا ملاّ علی قاری رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک اس بنا پر ہے کہ معجزات، کرامات اور اس قسم کے خوارق کا پیش آنا فنائے تامہ کی وجہ سے ہوتا ہے اور اس جواب کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ توجہ تام جو پہلے سے تھی باقی نہ رہی اور توجہ کے انقطاع کی وجہ سے یہ چیزیں منقطع ہو گئیں۔ علامہ مناوی کہتے ہیں کہ یہ حقیقت میں ایک انعام الٰہی تھا اگر یہ انقیاد تام کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی تعمیل کرتے رہتے تو وہ باقی رہتا۔ لیکن ان کی طرف سے اعتراض کی صورت پیدا ہوئی جو موقع کے مناسب نہ تھی اس لئے وہ اکرام تام بھی منقطع ہو گیا۔ اپنے شیخ کے ساتھ انقیاد اور آداب اختیار کرنے میں سالکین کے لئے اس واقعہ میں بہت اہم سبق ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کی دعوت

جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم ہمارے گھر تشریف لائے تو ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بکری ذبح کی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے (دلداری کے لئے اظہار مسرت کے طور پر) فرمایا کہ بظاہر ان لوگوں کو یہ علم ہے کہ ہمیں گوشت مرغوب ہے، ترمذی کہتے ہیں کہ اس حدیث میں اور بھی قصہ ہے جس کو مختصر کر دیا گیا۔

فائدہ:۔ کہتے ہیں کہ یہ وہ قصہ ہے جو کتب حدیث میں غزوہ خندق کے قصہ میں مذکور ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک معجزہ کا بھی ذکر ہے. جس کی تفصیل ساتویں مجلس میں ملاحظہ فرمائیں۔

کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد ہاتھ دھونا

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے تورات میں پڑھا تھا کہ کھانے سے فراغت کے بعد ہاتھ دھونا برکت کا سبب ہے میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مضمون عرض کیا تو حضور نے فرمایا کہ کھانے سے قبل اور کھانے کے بعد ہاتھ دھونا برکت کا سبب ہے۔

بسم اللہ پڑھنا

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ جب کوئی شخص کھانا کھائے اور بسم اللہ پڑھنا بھول جائے تو کھانے کے درمیان جس وقت یاد آئے "بسم اللہ اولہ و آخرہ" کہہ لے۔

عمرو بن سلمہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے. حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھانا رکھا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا بیٹا قریب ہو جاؤ اور بسم اللہ کہہ کر دائیں ہاتھ سے اپنے قریب سے کھانا شروع کرو۔

کھانے کے بعد کی دعا

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب کھانے سے فارغ ہوتے تو یہ دعا پڑھتے "الحمد للہ الذی اطعمنا وسقانا وجعلنا من المسلمین"

آپ کو ٹھنڈا اور میٹھا مشروب مرغوب تھا

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو پینے کی سب چیزوں میں میٹھی اور ٹھنڈی چیز مرغوب تھی۔

داہنی طرف سے تقسیم شروع کرنا

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میں اور خالد بن ولید دونوں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر گئے (ام المومنین حضرت میمونہ ان دونوں حضرات کی خالہ تھیں) وہ ایک برتن میں دودھ لے کر آئیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں سے تناول فرمایا میں دائیں جانب تھا اور خالد بن ولید بائیں جانب مجھ سے یہ ارشاد فرمایا کہ اب پینے میں حق تیرا ہے (کہ تو دائیں جانب ہے) اگر تو اپنی خوشی سے چاہے خالد کو ترجیح دے دے میں نے عرض کیا کہ آپ کے جھوٹے پر میں کسی کو بھی ترجیح نہیں دے سکتا اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب کسی شخص کو حق تعالیٰ شانہ کوئی چیز کھلائیں تو یہ دعا پڑھنی چاہئے "اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیہِ وَاَطْعِمْنَا خَیْرًا مِنْہُ"۔ اور جب کسی کو حق تعالیٰ شانہ دودھ عطا فرمائیں تو یہ دعا پڑھنی چاہئے۔ "اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیہِ وَزِدْنَا مِنْہُ"۔

پانی تین سانس میں پیئے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پانی پینے میں تین مرتبہ سانس لیا کرتے تھے اور یہ فرماتے تھے کہ اس طریقہ سے پینا زیادہ خوشگوار ہے اور خوب سیراب کرنے والا ہے۔

تبرک کا اہتمام

حضرت کبشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر تشریف لائے وہاں ایک مشکیزہ لٹک رہا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہوئے اس مشکیزہ کے منہ سے پانی نوش فرمایا میں نے اس مشکیزہ کے منہ کو کتر لیا۔ یہی واقعہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ام سلیم کے گھر بھی پیش آیا انہوں نے بھی مشکیزہ کا منہ کتر کر رکھ لیا اس میں ضرورت کے مواقع میں کھڑے ہو کر پانی پینے کا جواز بھی ثابت ہوا دوسرا حدیث کی روایت میں یہ بھی آتا ہے کہ ام سلیم رضی اللہ عنہا نے مشکیزہ کترتے ہوئے یہ کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اب کوئی منہ لگا کر نہیں پی سکتا اس سے معلوم ہوا کہ ادباً کاٹ لیا اور بعضے

منہ ایسے ہوتے ہیں جن کا لعاب بیماروں کی شفا اور دنیا کی ہر چیز سے زیادہ لذیز اور ہر فرحت کی چیز سے زیادہ سرور پیدا کرنے والا ہوتا ہے۔

؎ عناب لب لعاب دہن شربت وصال — یہ نسخہ چاہئے تیرے بیمار کے لئے

اس لئے حضور اقدس محبوب دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشکیزے سے پینے کو دوسروں کے پینے پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔

آپ کے خوشبو لگانے کا ذکر

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بدن شریف سے خود خوشبو مہکتی تھی۔ گو حضور صلی اللہ علیہ وسلم خوشبو کا استعمال نہ فرماویں چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ میں نے کوئی خوشبو (عنبر نہ مشک نہ کوئی اور خوشبو) حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خوشبو سے زیادہ عمدہ نہیں سونگھی۔ ایسے ہی اور بہت سی روایات اس مضمون پر دال ہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا پسینہ خوشبو کے بجائے استعمال کرنے کے بارہ میں متعدد واقعات حدیث کی کتابوں میں مذکور ہیں چنانچہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کی روایت مسلم شریف وغیرہ میں وارد ہوئی ہے کہ ایک مرتبہ سونے کی حالت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر سے پسینہ نکل رہا تھا انہوں نے اس کو ایک شیشی میں جمع کرنا شروع کر دیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ کھل گئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا یہ کیا کر رہی ہو کہنے لگیں کہ اس کو ہم اپنی خوشبو میں ملائیں گے یہ سب سے زیادہ معطر ہے۔ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک پر دم فرما کر حضرت عقبہ کی کمر اور پیٹ پر ہاتھ پھیرا جس سے اس قدر خوشبو ہو گئی تھی کہ ان کے چار بیبیاں تھیں ہر ایک بے حد خوشبو لگاتی کہ انکے برابر خوشبو ہو جائے مگر ان کی خوشبو غالب رہتی ۔

نکہت گل راچہ کنم اے نسیم — خوشبوئے آں پیرہنم آرزوست

ابویعلی وغیرہ نے روایت کیا ہے کہ جس کوچہ سے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گزرتے تھے بعد کے گزرنے والے اس کوچہ کو خوشبو سے مہکتا ہوا پا کر سمجھ لیتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ابھی اس راہ سے گزر ہوا ہے وغیرہ وغیرہ روایات کثیرہ اس مضمون پر

دال ہیں (شعر)

باد صبا جو آج بہت مشکبار ہے
شاید ہوا کے رخ پہ کھلی زلف یار ہے

خوبصورتی کو خوشبو لازم ہے جو شخص جس درجہ کا حسین ہوتا ہے ویسی ہی مستانہ خوشبو اس کے بدن و لباس سے مہکا کرتی ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا اجمل المخلوقات اور بدر البدور ہونا مسلم ہے۔ اس لئے اس کو طبعی خوشبو لازم ہے۔ لیکن اس کے باوجود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خوشبو کا استعمال اکثر فرماتے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک سکہ (عطرداں) تھا اس میں سے خوشبو استعمال فرماتے تھے۔

قوت نظر

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اندھیرے میں اس طرح دیکھ لیتے تھے جس طرح روشنی میں دیکھتے تھے جیسا کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے روایت کیا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی دور سے اس طرح دیکھ لیتے تھے جس طرح نزدیک سے دیکھتے تھے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی بادشاہ حبشہ کا جنازہ حبشہ میں دیکھ لیا تھا۔ اور اس کی نماز جنازہ پڑھی۔ یہ آپ کا معجزہ تھا۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت المقدس کو مکہ معظمہ سے دیکھ لیا تھا اور قریش کے سامنے اس کا نقشہ بیان فرمایا (یہ سب معراج کی صبح کو قصہ ہوا تھا) اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں اپنی مسجد کی تعمیر شروع کی تو اس وقت خانہ کعبہ کو مدینہ سے دیکھ لیا تھا۔ اور آپ کو ثریا میں گیارہ ستارے نظر آیا کرتے تھے۔

قوت بدنیہ

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت کی یہ کیفیت تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو رکانہ نامی پہلوان کو جو اپنے اہل زمانہ میں بہت قوی مشہور تھا کشتی میں گرا دیا جب کہ اس کو اسلام کی دعوت دی اور اس نے اپنے اسلام لانے کا اس شرط پر وعدہ کیا کہ مجھ کو کشتی میں گرا دیجئے۔ اور قبل زمانہ اسلام کے ابو رکانہ کو کشتی میں گرا دیا تھا۔ وہ دوسری تیسری بار پھر آپ صلی اللہ

علیہ وسلم سے مقابل ہوا آپ ہر بار اس کو پچھاڑ دیتے تھے۔

آپ کی گفتگو کیسی ہوتی تھی

حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہ سے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف اکثر بیان فرماتے تھے عرض کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو کی کیفیت مجھ سے بیان فرمایئے انہوں نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم (آخرت کے) غم میں متواتر مشغول رہتے تھے (ذات و صفات باری یا امت کی بہبود کے) ہر وقت سوچ میں رہتے تھے ان امور کی وجہ سے کسی وقت آپ کو بے فکری اور راحت نہیں ہوتی تھی (یا یہ کہ امور دنیویہ کے ساتھ آپ کو راحت نہ ملتی تھی بلکہ دینی امور سے آپ کو راحت اور چین ملتا تھا۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز ہے)۔ اکثر اوقات خاموش رہتے تھے بلا ضرورت گفتگو نہ فرماتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام گفتگو ابتدا سے انتہا تک منہ بھر کر ہوتی تھی (یہ نہیں کہ نوک زبان سے کٹتے ہوئے حروف کے ساتھ آدھی بات زبان سے کہی اور آدھی متکلم کے ذہن میں رہی جیسا کہ موجودہ زمانہ کے متکبرین کا دستور ہے) جامع الفاظ کے ساتھ (جن کے الفاظ تھوڑے ہوں اور معانی بہت ہوں) کلام فرماتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام ایک دوسرے سے ممتاز ہوتا تھا نہ اس میں فضولیات ہوتی تھیں نہ کوتاہیاں کہ مطلب پوری طرح واضح نہ ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ سخت مزاج تھے نہ کسی کی تذلیل فرماتے تھے اللہ کی نعمت خواہ کتنی ہی تھوڑی ہو اس کو بہت بڑا سمجھتے تھے، اس کی مذمت نہ فرماتے تھے۔ البتہ کھانے کی اشیاء کی نہ مذمت فرماتے نہ زیادہ تعریف (مذمت نہ فرمانا تو ظاہر ہے حق تعالیٰ شانہ کی نعمت ہے زیادہ تعریف نہ فرمانا اس لئے تھا کہ اس سے حرص کا شبہ ہوتا ہے البتہ اظہار رغبت یا کسی کی دلداری کی وجہ سے کبھی کبھی خاص خاص چیزوں کی تعریف بھی فرمائی ہے) دنیا اور دنیاوی امور کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی غصہ نہ آتا تھا (چونکہ آپ کو ان کی پرواہ بھی نہ ہوتی تھی اس لئے کبھی دنیوی نقصان پر آپ کو غصہ نہ آتا تھا) البتہ اگر کسی دینی امر اور حق بات سے کوئی شخص تجاوز کرتا اس وقت آپ کے غصہ کی کوئی شخص تاب نہ لا سکتا تھا۔ اور کوئی اس کو روک بھی نہ سکتا تھا یہاں تک کہ آپ اس کا انتقام نہ لے

لیں۔ اپنی ذات کے لئے نہ کسی پر ناراض ہوتے تھے نہ اس کا انتقام لیتے تھے جب کسی وجہ سے کسی جانب اشارہ فرماتے تو پورے ہاتھ سے اشارہ فرماتے (اس کی وجہ بعض علماء نے یہ بتلائی ہے کہ انگلیوں سے اشارہ تواضع کے خلاف ہے اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پورے ہاتھ سے اشارہ فرماتے اور بعض علماء نے یہ تحریر فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ انگلی سے توحید کی طرف اشارہ فرمانے کی تھی۔ اس لئے غیر اللہ کی طرف انگلی سے اشارہ نہ فرماتے تھے) جب کسی بات پر تعجب فرماتے تو ہاتھ پلٹ لیتے تھے اور جب بات کرتے تو (کبھی گفتگو کے ساتھ ہاتھوں کو بھی حرکت فرماتے) اور کبھی داہنی ہتھیلی کو بائیں انگوٹھے کے اندرونی حصہ پر مارتے۔ اور جب کسی پر ناراض ہوتے تو اس سے منہ پھیر لیتے اور بے توجہی فرماتے یا در گزر فرماتے اور جب خوش ہوتے تو حیا کی وجہ سے آنکھیں گویا بند فرمالیتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اکثر ہنسی تبسم ہوتی تھی اس وقت آپ کے دندان مبارک اولے کی طرح چمکدار سفید ظاہر ہوتے تھے۔"صلی اللہ علیہ و آلہ بحسب جمالہ وکمالہ"

ف۔ (یہ حدیث اسی حدیث کا بقیہ ہے جو سب سے پہلے باب "خصائل نبوی" میں ساتویں نمبر پر گزری ہے) اس حدیث کا ہر ہر ٹکڑا نہایت غور سے پڑھنے اور اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کے قابل ہے کہ ہر ادا تواضع اور اخلاق کا کمال لئے ہوئے ہے۔

آپ کے مزاح کا بیان

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے مزاح ثابت ہے اور ممانعت بھی وارد ہوئی۔ چنانچہ ترمذی شریف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے اس کی ممانعت وارد ہوئی ہے امام نووی نے دونوں میں اس طرح تطبیق فرمائی ہے کہ کثرت مزاح جو باعث قساوت قلب کا بن جاوے یا اللہ جل شانہ کے ذکر و فکر سے روک دے یا ایذاء مسلم کا سبب بن جاوے یا وقار و ہیبت گرا دے یہ سب ممانعت میں داخل ہے اور جو ان سب سے خالی ہو محض دوسرے کی دلداری اور اس کے انبساط کا سبب ہو وہ مستحب ہے چنانچہ عبد اللہ بن حارث رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ خوش طبعی کرنے والا کسی کو نہیں دیکھا اس کی وجہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خوش طبعی بجائے گرانی کے مایہ فخر و ناز تھی۔

گر طمع خواہد زمن سلطان دیں　　خاک بر فرق قناعت بعد ازیں

نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے مزاح کی ایک خاص ضرورت بھی تھی وہ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ذاتی وقار اتنا بڑھا ہوا تھا کہ ایک مہینہ کے سفر کی دوری تک آپ کا رعب پہنچتا تھا اسلئے اگر حضو صلی اللہ علیہ وسلم تبسم اور مزاح کا اہتمام نہ فرماتے تو حاضرین کو رعب کی وجہ سے پاس رہنا مشکل بن جاتا اور انتفاع کے اسباب مسدود ہو جاتے نیز قیامت تک آنے والے مشائخ و اکابر جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع میں جان توڑ کوشش کرتے ہیں وہ قصداً تبسم و مزاح سے گریز کرتے اور ان کے جملہ خدام کیلئے بھی مشائخ کا یہ طرز مشکلات کا سبب بنتا حق تعالیٰ شانہ بے نہایت درود و سلام اس پاک ہستی پر نازل فرماتے جو امت کی ہر سہولت کا دروازہ کھول گئے سفیان بن عیینہ رحمتہ اللہ علیہ سے جو بڑے محدث ہیں کسی نے کہا کہ مذاق بھی ایک آفت ہے انہوں نے کہا بلکہ سنت ہے مگر اس شخص کے حق میں جو اس کے مواقع جانتا ہو اور اچھا مذاق کر سکتا ہو۔

۱۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایک مرتبہ مزاحاً "یا ذالاذنین" فرمایا (او دو کانوں والے)۔

ف۔ کان تو سب ہی کے دو ہوتے ہیں ان کو جو دو کانوں والا فرمایا تو کوئی مقامی خصوصیت ہو گی مثلاً انکے کان بڑے ہوں گے یا تیز ہونگے کہ یہ بات دور سے سن لیتے ہونگے یہ اقرب ہے۔

۲۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ساتھ میل جول مزاح فرماتے تھے چنانچہ میرا ایک چھوٹا بھائی تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس سے فرماتے۔ "یا ابا عمیر ما فعل النغیر" ارے ابو عمیر وہ نغیر کہاں جاتی رہی۔

ف۔ نغیر ایک جانور ہے جس کا ترجمہ علماء لال سے کرتے ہیں۔ صاحب "حیوۃ الحیوان" نے بلبل لکھا ہے امام ترمذی کہتے ہیں کہ اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بچہ کو کنیت سے تعبیر فرمایا اس نے ایک جانور پال رکھا تھا وہ مر گیا تھا جس کی وجہ سے یہ رنجیدہ بیٹھا تھا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو چھیڑنے کے لئے پوچھا کہ وہ نغیر کیا ہوا۔ حالانکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم تھا کہ وہ مر گیا۔

یہ حدیث ایک مسئلہ مختلف فیہا میں حنفیہ کی تائید بھی ہے وہ مسئلہ یہ ہے کہ حرم مدینہ کا شکار شافعیہ کے نزدیک حرم مکہ کے شکار کے حکم میں ہے۔ اور حنفیہ کے نزدیک دونوں میں فرق ہے۔ حرم مکہ میں شکار جائز نہیں بخلاف حرم مدینہ کے کہ وہاں جائز ہے چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا اس پر انکار نہ فرمانا من جملہ دلائل کے ایک دلیل ہے اور تفصیل کتب فقہ و حدیث میں موجود ہے اس میں اختلاف ہے کہ ابو عمیر ان کی پہلے ہی کنیت تھی یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی ابتدأ کنیت سے تعبیر فرمایا بعض علماء نے اس حدیث میں سو (۱۰۰) سے زائد مسائل اور فوائد بتائے ہیں۔اس ذات کے قربان جس کے ایک مذاقی فقرہ میں سو سو مسائل حل ہوتے ہوں اور ان علماء کی قبروں کو حق تعالیٰ شانہ سراپا نور بنائے جنھوں نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کی اس قدر خدمت کی کہ ایک ایک حدیث سے کتنے کتنے مسائل استنباط کئے ان کو محفوظ رکھا اور پھیلایا۔

۳۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ ہم سے مذاق بھی فرمالیتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہاں ہاں۔ مگر میں کبھی غلط بات نہیں کہتا۔

ف۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کے سوال کا منشاء یہ تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مذاق سے منع بھی فرمار کھا ہے اور ویسے بھی بڑائی کی شان کے خلاف ہے کہ یہ وقار کو گراتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری خوش طبعی اس میں داخل نہیں ہے چنانچہ شروع باب [1] میں اس کی کچھ تفصیل گذر چکی ہے۔

۴۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ کسی شخص نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ کوئی سواری کا جانور مجھے عطا فرما دیا جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک اونٹنی کا بچہ تم کو دیں گے سائل نے عرض کیا کہ حضور میں بچہ کو کیا کرونگا (مجھے تو سواری کے لئے چاہئے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر اونٹ کسی اونٹنی کا بچہ ہوتا ہے۔

ف۔ سائل کا گمان یہ ہوا کہ وہ چھوٹا ناقابل سواری ہو گا اس حدیث میں علاوہ مزاح کے اس

---

[1] خصائل نبوی

طرف بھی اشارہ ہے کہ آدمی کو گفتگو میں دوسرے کی بات کمال غور و فکر سے سننی اور سمجھنی چاہئے۔

۵۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص جنگل کے رہنے والے جن کا نام زاہر بن حرام تھا وہ جب حاضر خدمت ہوتے جنگل کے ہدایا سبزی ترکاری وغیرہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا کرتے تھے اور وہ جب مدینہ منورہ سے واپس جانے کا ارادہ کرتے تھے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم شہری سامان خورد و نوش کا ان کو عطا فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ زاہر ہمارا جنگل ہے اور ہم اس کے شہر ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے خصوصی تعلق تھا حضرت زاہر رضی اللہ عنہ کچھ بد شکل بھی تھے ایک مرتبہ کسی جگہ کھڑے ہوئے وہ اپنا کوئی سامان فروخت کر رہے تھے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور پیچھے سے ان کی کولی ایسی بھری کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ نہ سکے انہوں نے کہا ارے کون ہے مجھے چھوڑ دے لیکن جب کن انکھیوں وغیرہ سے دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچان لیا تو اپنی کمر کو بہت اہتمام سے پیچھے کو کر کے حضور اقدس کے سینہ مبارک سے ملنے لگے (کہ جتنی دیر بھی تلبس رہے ہزار نعمتوں اور لذتوں سے بڑھ کر ہے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کون شخص ہے جو اس غلام کو خریدے۔ زاہر نے عرض کیا کہ حضور اگر آپ مجھے فروخت فرما دیں گے تو کھوٹا اور کم قیمت پاویں گے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں اللہ کے نزدیک تو تم کھوٹے نہیں ہو بلکہ بیش قیمت ہو۔

ف۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پیچھے سے تشریف لا کر کولی بھر لینا اور آنکھوں پر ہاتھ رکھ لینا تو مزاح تھا ہی یہ ارشاد بھی مزاح ہی تھا کہ اس غلام کا کوئی خریدار ہے اس لئے کہ حضرت زاہر رضی اللہ عنہ غلام نہ تھے آزاد تھے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بطور فرض اور تشبیہ کے تھا بعض شراح نے لکھا ہے کہ یہ حدیث صورت میں مزاح ہے لیکن حقیقت کے اعتبار سے بڑی حکمتیں اور اسرار اس میں ہیں اس لئے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنے سامان کی فروختگی میں نہایت مشغول پایا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس میں انہماک اور ان کی توجہ الی اللہ کی کمی کا بظاہر خوف ہوا اس لئے اول کولی بھری کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ

تلبس رجوع الی اللہ کاذریعہ ظاہر ہے اور پھر تنبیہ کے طور پر ارشاد فرمایا کہ اس غلام کا کوئی خریدار ہے اس لئے کہ جو شخص غیر اللہ میں اس قدر مشغول ہو وہ گویا اپنی خواہشات کا بندہ ہے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس تلبس سے انابت الی اللہ یعنی اللہ کی طرف توجہ تام حاصل ہو چکی تھی اسلئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر ان کو مژدہ سنایا کہ اللہ کے نزدیک تم کم قیمت نہیں ہو بلکہ بیش قیمت ہو۔

۶۔ حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک بوڑھی عورت حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ دعا فرما دیجئے کہ حق تعالیٰ جل شانہ مجھے جنت میں داخل فرماوے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جنت میں بوڑھی عورت داخل نہیں ہو سکتی۔ وہ عورت روتی ہوئی لوٹنے لگی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس سے کہہ دو کہ جنت میں بڑھاپے کی حالت میں داخل نہیں ہوگی بلکہ حق تعالیٰ جل شانہ سب اہل جنت عورتوں کو نو عمر کنواریاں بنا دیں گے اور حق تعالیٰ جل شانہ کے اس قول

﴿إِنَّا أَنْشَأْنَاهُنَّ إِنْشَاءً فَجَعَلْنَاهُنَّ أَبْكَاراً. . .﴾ الآية.

میں اس کا بیان ہے۔ جس کا ترجمہ اور مطلب یہ ہے کہ ہم نے ان عورتوں کو خاص طور پر بنایا ہے۔ یعنی ہم نے ان کو ایسا بنایا کہ وہ کنواریاں ہیں (یعنی ہمیشہ کنواریاں ہی رہتی ہیں صحبت کے بعد پھر کنواریاں بن جاتی ہیں) (بیان القرآن)

آپ کے ہنسنے کا ذکر

۱۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی پنڈلیاں کسی قدر باریک تھیں اور آپ کا ہنسنا صرف تبسم ہوتا تھا میں جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرتا تو دل میں سوچتا کہ آپ سرمہ لگائے ہوئے ہیں حالانکہ اس وقت سرمہ لگائے ہوئے نہیں ہوتے تھے۔

ف۔ بلکہ طبعًا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں سرگیں تھیں۔

۲۔ حضرت عبد اللہ بن حارث رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ تبسم کرنے والا نہیں دیکھا۔

ف۔ اس حدیث میں یہ اشکال ہے کہ اس سے پہلے باب کی اخیر حدیث میں ۱؎ یہ گزر چکا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم دائم الفکر اور پے در پے غموم میں مبتلا رہتے تھے یہ بظاہر اس کے منافی ہے اس لئے اس حدیث کی دو توجیہیں کی گئیں۔ ایک تو یہ کہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تبسم آپ کے ہنسنے سے زیادہ ہوتا تھا ایسا کوئی اور شخص نہیں دیکھا جس کا تبسم اس کے ہنسنے سے زیادہ ہو۔ چنانچہ آئندہ حدیث جو انہی صحابی رضی اللہ عنہ سے روایت کی جا رہی ہے اس میں یہی مطلب متعین ہے۔ دوسری توجیہ یہ کی جاتی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم باوجود طبعی غموم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کی دلداری اور انبساط کے خیال سے خنداں پیشاں اور تبسم فرماتے ہوئے پیش آتے تھے۔ اور یہ کمال درجہ اخلاق و تواضع ہے۔ حضرت جریر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مجھے دیکھتے تبسم فرماتے یعنی خندہ پیشانی سے مسکراتے ہوئے ملتے تھے۔ اب پہلی حدیث سے کوئی تعارض نہیں ہے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ آدمی کسی رنج و فکر میں مبتلا ہوتا ہے لیکن دوسروں کی دلداری یا ضرورت سے اس کو خندہ پیشانی سے ملنے کی نوبت آتی ہے۔ جو لوگ دل میں عشق کی چوٹ کھائے ہوئے ہیں ان کو اس کا تجربہ بہت ہوتا ہے۔

۳۔ حضرت عبد اللہ ابن حارث رضی اللہ عنہ کی یہ بھی روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہنسنا تبسم سے زیادہ نہیں ہوتا تھا۔

ف۔ یعنی اکثر اوقات تبسم اور مسکرانا ہی ہوتا تھا ہنسنے کی نوبت بہت کم آتی تھی۔

۴۔ حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے مسلمان ہونے کے بعد سے کسی وقت مجھے حاضری سے نہیں روکا۔ اور جب مجھے دیکھتے تھے تو ہنستے تھے اور دوسری روایت میں ہے کہ تبسم فرماتے تھے۔

ف۔ یہ دوسری روایت اسی لئے ذکر کی گئی تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ پہلی حدیث میں ہنسنے سے تبسم فرمانا ہی مراد ہے اور یہ تبسم اظہار مسرت کے لئے ہوتا تھا کہ خندہ پیشانی سے

۱؎ خصائل نبوی میں

ملنا دوسرے کے لئے انبساط کا سبب ہوتا ہے میں نے اپنے اکابر کو دیکھا ہے کہ بسااوقات آنے والوں سے ایسی بشاشت اور خندہ پیشانی سے ملتے تھے جس سے ان کو محسوس ہوتا تھا کہ ہمارے آنے کی بڑی خوشی ہوئی۔

آپ کے سونے کا ذکر

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح سوتے تھے۔ سوتے وقت کیا کیا پڑھتے تھے۔ اس باب میں چھ حدیثیں ذکر فرمائی ہیں۔

ا۔ حضرت براء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت آرام فرماتے اپنا دایاں ہاتھ دائیں رخسار کے نیچے رکھتے تھے اور یہ دعا پڑھتے۔" رَبِّ قِنِي عَذَابَكَ يَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَكَ" اے اللہ مجھے قیامت کے دن اپنے عذاب سے بچائیو

ف۔ حصن حصین میں ہے کہ تین مرتبہ یہ دعا پڑھتے تھے۔ دوسری حدیث میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی یہ مضمون نقل کیا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عام معمول تھا جس کو متعدد حضرات نے سنا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا معصوم ہونے کے باوجود اس قسم کی دعاؤں کو پڑھنا اظہار عبدیت کیلئے ہوتا تھا کہ بندگی کا مقتضی مولیٰ سے مانگنا ہی ہے یا امت کی تعلیم کے لئے۔ اس حدیث سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا دائیں کروٹ پر سونا معلوم ہوتا ہے اور یہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دائمی معمول تھا اسی وجہ سے دائیں کروٹ پر سونا مستحب بھی ہے۔

۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب بستر پر لیٹتے"اَللّٰهُمَّ بِاسْمِكَ اَمُوْتُ وَاَحْيَا"پڑھتے تھے یا اللہ تیرے ہی نام سے مرتا (یعنی سوتا) ہوں۔ اور تیرے ہی نام سے زندہ ہوں گا۔ (یعنی سوکر اٹھوں گا)

ف۔ نوم موت کے مشابہ ہوتی ہے اسلئے سونے کو مرنے سے اور جاگنے کو زندگی سے تعبیر کر دیتے ہیں اور اسلئے بھی سوتے وقت دائیں کروٹ پر لیٹنا چاہیئے کہ سونا مرنے کا نمونہ ہے اور جب جاگتے تو یہ دعا پڑھتے تھے۔" اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي اَحْيَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَيْهِ النُّشُوْرُ"۔ تمام تعریف اس اللہ جل وعلا کے لئے ہے جس نے موت کے بعد زندگی عطا فرمائی اور اسی پاک ذات کی طرف

قیامت میں لوٹنا ہے۔ (یا زندگی کی پریشانیوں میں وہی مرجع ہے)۔
ف۔ چونکہ نیند موت کے مشابہ تھی اسلئے جاگنے کو دوبارہ زندہ ہونے سے تعبیر کیا۔ علماء نے لکھا ہے کہ سو کر اٹھنے کے بعد یہ بھی سوچنے کی چیز ہے کہ اسی طرح مرنے کے بعد قیامت میں دوبارہ زندہ ہونا ہے۔ درحقیقت حق تعالیٰ شانہ نے اس دنیا کو آخرت کی مثال بنایا ہے اور عبرت اور غور کے واسطے ہر قسم کی چیزیں یہاں پیدا فرمائیں۔ دنیا کی ساری زندگی ایک خواب سے زیادہ نہیں ہے۔ ایک آدمی نہایت خوش حال ہے متمول ہے ہر قسم کی راحت کے سامان اس کے پاس موجود ہیں کسی قسم کی اس کو کوئی بھی تکلیف نہیں ہے وہ خواب میں اگر اپنے کو قید میں کوڑے کھاتا ہوا دیکھے ہر قسم کی مصیبتوں میں گرفتار دیکھے وہ نہیں سمجھ رہا کہ یہ خواب ہے وہ اس سے پریشان بھی ہے رو بھی رہا ہے لیکن دفعتاً آنکھ کھل جاتی ہے وہ سب راحت و آرام مل جاتے ہیں اس خواب کی تکلیف کا ذرا بھی احساس اس کو نہیں رہتا اسی طرح ایک دیندار کا حال سمجھ لو وہ اس دنیا میں جتنی بھی تکالیف اٹھائے وہ خواب ہے۔ اگر آنکھ کھلنے کے بعد اس کو ساری راحتیں میسر ہیں تو اس خواب کا کیا اثر اس پر ہو سکتا ہے اس کے بالمقابل حسرت سے غور کرو اس تہی دست پر جو اس خواب میں ہر قسم کے آرام پا رہا ہے مگر آنکھ کھلنے کے بعد وہ جیل خانہ میں ہے۔ کوڑے اس پر پڑ رہے ہیں تو اس خواب کی راحت و آرام کو لیکر وہ کیا چاٹ لیگا۔ ایک بامشقت سزا کا قیدی خواب میں اپنے کو ہفت اقلیم کا بادشاہ بنا ہوا دیکھے لیکن آنکھ کھلنے کے بعد وہ جیل کی اندھیری کوٹھڑی میں ہے ہتھکڑی لگی ہوئی ہے تو اس خواب کی بادشاہت سے اس کو کیا ملا۔ اس گر کو صحابہ رضی اللہ عنہم نے سمجھا تھا اس لئے وہ دنیا میں مشقت کو لطف و لذت سے برداشت کرتے تھے وہ سمجھتے تھے کہ یہ خواب ہے حق تعالیٰ شانہ اپنے لطف سے ہم لوگوں کو بھی یہ دولت نصیب فرمادے تو اس کے کرم سے بعید نہیں۔
۳۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہر شام جب بستر پر لیٹتے تھے تو دونوں ہاتھوں کو دعا مانگنے کی طرح ملا کر ان پر دم فرماتے اور "سورۂ اخلاص" اور "معوذتین" پڑھ کر تمام بدن پر سر سے پاؤں تک جہاں جہاں ہاتھ جاتا ہاتھ پھیر لیا کرتے تھے تین مرتبہ ایسے ہی کرتے سر سے ابتداء فرماتے اور پھر منہ اور بدن کا اگلا حصہ پھر بقیہ بدن پر۔
ف۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سونے کے وقت مختلف دعائیں پڑھنا بھی ثابت ہے اور

کلام اللہ کی مختلف سورتیں پڑھنا بھی ثابت ہے۔ ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی نقل کیا گیا ہے کہ جو شخص قرآن پاک کی کوئی سورۃ سوتے ہوئے پڑھے اللہ کی طرف سے ایک فرشتہ محافظ اس کے لئے مقرر ہو جاتا ہے جو جاگنے کے وقت تک اس کی حفاظت کرتا رہتا ہے۔ خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے تین سورتوں کا پڑھنا حدیث بالا میں وارد ہے ان کے علاوہ مسبّحات یعنی ان سورتوں کا پڑھنا جو سبّح، یُسبح وسُبحانَ اور سَبِّح سے شروع ہوئی ہیں وارد ہے۔ نیز"الم سجدۃ" اور"تبارک الذی" کا ہمیشہ پڑھنا وارد ہے۔ نیز"آیۃ الکرسی"اور"سورہ بقرۃ"کی اخیر دو آیتوں کا پڑھنا بھی وارد ہے۔ ایک صحابی کہتے ہیں مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سوتے ہوئے ہمیشہ"قل یا ایہا الکافرون" پڑھ کر سویا کرو ان کے علاوہ بہت سی دعائیں پڑھنا بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔

سوتے وقت شکر و توکل

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضواقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے بستر پر تشریف لاتے تو یہ دعا پڑھتے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَکَفَانَا وَاٰوَانَا فَکَمْ مِمَّنْ لَا کَافِیَ لَہٗ وَلَا مُئْوِیَ۔ تمام تعریفیں اللہ جل جلالہ عم نوالہ کیلئے ہیں جس نے شکم سیر فرمایا اور سیراب کیا اور ہماری مہمات کیلئے خود کفایت فرمائی اور سونے کیلئے ٹھکانا مرحمت فرمایا بہت سے لوگ ایسے ہیں جن کو نہ کوئی کفایت کرنے والا ہے نہ کوئی ٹھکانا دینے والا ہے۔

ف۔ چونکہ عادت اللہ یہ ہے کہ جو شخص اللہ جل جلالہ، عم نوالہ پر اپنے کاموں کو چھوڑ دیتا ہے حق تعالیٰ شانہ بھی اس کے کاموں کو غیب سے پورا فرماتے ہیں "ومن یتوکل علی اللہ فہو حسبہ" جس کا کسی نے ترجمہ کیا ہے۔" خدا خود میرِ سامان است ارباب توکل را"۔ اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ مضمون علی وجہ الاتم ہونا ہی چاہئے تھا۔ اس لئے وہاں کفایت بھی علی وجہ الاتم ہوتی تھی۔ اس کے بعد جو شخص جتنا زیادہ بھروسہ اللہ جل شانہ پر کرتا ہے اتنا ہی حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے اس کی اعانت ہوتی ہے متعدد احادیث میں مختلف عنوانات سے یہ مضمون وارد ہے ایک حدیث میں وارد ہے جس شخص کو فاقہ پہنچے اور وہ لوگوں سے اس کے ازالہ کی درخواست کرے تو اس کی حاجت پوری نہیں کی جاتی اور اگر اللہ جل شانہ کی بارگاہ میں

اس کو پیش کرے تو بہت جلد کسی نہ کسی طرح سے اس کی ضرورت پوری کر دی جاتی ہے۔
ایک حدیث میں حق تعالیٰ شانہ کاارشاد ہے آدمی کے بچے اگر تو میری عبادت کیلئے فارغ ہو جائے تو میں تیری ضرورتوں کو پورا کروں اور تیرے دل کو غنا سے بھر دوں ورنہ تیرے دل کو تفکرات سے بھر دو نگا اور ضرورتیں پوری نہ ہونے دو نگا۔ جو لوگ دینی کاموں میں مشغول ہونے کے لئے ضروریات سے فراغت کا انتظار دیکھا کرتے ہیں وہ اس سے سبق حاصل کریں کہ ضروریات سے فراغت کا راستہ ہی اللہ کی طرف متوجہ ہونا اور اس کے کاموں میں مشغول ہونا ہے۔ حدیث بالا میں جو دعا نقل کی گئی ہے اس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے شکر کی طرف متوجہ فرمایا ہے کہ ہر شخص کو اپنی حالت میں شکر کرنا ضروری ہے کہ زیادتی انعام کا ذریعہ ہے۔ حق تعالیٰ شانہ کاارشاد ہے"لئن شکر تم لازید نکم" اگر تم شکر کرتے رہو گے تو میں اپنے احسانات میں اضافہ کرو نگا اور اس طرف متوجہ فرمایا کہ اپنے سے کمتر کی حالت کی طرف بھی غور کرنا چاہئے تاکہ شکر دل سے نکلے کتنے آدمی دنیا میں ایسے ہیں جن کو کھانا میسر نہیں فاقہ کرتے ہیں کتنے لوگ ایسے ہیں جن کو ٹھکانا نصیب نہیں بے ٹھکانے گزر کرتے ہیں۔ اسی طرح سے کوئی حامی مدد گار نہیں ہے جو مصائب میں کوئی اعانت کر سکے اللہ تعالیٰ کے کتنے احسانات ہیں جس نے یہ سب کچھ عطا فرمار کھا ہے۔ (خصائل نبوی)

قل إن كنتم تحبون الله فاتبعوني يحببكم الله
١٤١١

بائیسویں مجلس کی خوشبوئیں

آپ کی عبادت کا ذکر

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر حرکت و سکون عبادت ہے ہر کلام و خاموشی ذکر و فکر ہے لیکن مثال کے طور پر شمائل کا جز ہونے کی وجہ سے شمایل کے مصنف نے چند عبادات کا ذکر کیا ہے جس سے اندازہ ہو جائے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم معصوم ہونے کے باوجود مغفرت اور مراتب عالیہ کی حصول کا پروانہ ملنے کے باوجود اس مرتبہ پر فائز ہو جانے کے باوجود جہاں تک نہ کوئی ولی پہنچ سکتا ہے نہ کوئی نبی پہنچا کس قدر نفلی عبادات کا اہتمام فرماتے تھے اور ہم لوگ جو امتی کہلاتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کا دعویٰ کرتے ہیں کتنا اہتمام کرتے ہیں حالانکہ ہم گنہگار ہیں، سیاہ کار ہیں گناہوں کے مقابلے اور تول کیلئے بھی ہم عبادات کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ محتاج ہیں پھر ہماری عبادتیں بھی ایسی ہیں جن کا پورا معاوضہ درکنار ان کا کوئی بھی معاوضہ مل جائے تو بسا غنیمت ہے اللہ جل شانہ کے یہاں ہر عبادت کا وزن اور اس کی قیمت اخلاص پر مبنی ہے جس درجہ کا اخلاص ہو گا اسی درجہ کا عبادت میں وزن ہو گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ایک آدمی نماز سے فارغ ہوتا ہے اور اس کے لئے اس نماز کا دسواں حصہ لکھا جاتا ہے۔ کسی کے لئے نواں اسی طرح آٹھواں ساتواں چھٹا پانچواں چوتھائی تہائی آدھا حصہ لکھا جاتا ہے۔ (ابوداؤد) اور دسواں بھی مثال کے طور پر ارشاد ہے ورنہ اس سے بھی کم ہوتا ہے دوسری حدیث میں ارشاد ہے کہ قیامت میں سب سے اول نماز کا حساب ہو گا۔ حق تعالیٰ شانہ فرشتوں سے ارشاد فرمائیگا کہ میرے بندے کی نماز کو دیکھو پوری ہے یا ناقص ہے اگر وہ پوری ہوتی ہے تو جائزہ میں پوری لکھ دی جائے گی اور اگر ناقص ہو گی تو ارشاد ہو گا کہ دیکھو کہ اس کے لئے کچھ نوافل بھی ہیں یا نہیں اگر نوافل

ہوتی ہیں تو ان سے فرائض کی تکمیل کر دی جاتی ہے اس کے بعد پھر اسی طرح دوسری عبادات زکوٰۃ وغیرہ کا محاسبہ ہوتا ہے (ابو داؤد) ہم لوگوں کے فرائض جیسے ادا ہوتے ہیں وہ ہمیں بھی معلوم ہیں ایسی صورت میں کیا ضروری نہیں کہ نفلی عبادات نماز کے قبیلہ سے ہوں یا صدقات کے یا اور دوسری عبادات کے نہایت کثرت و اہتمام اور اخلاص سے کی جائیں عدالت میں پیشی کا وقت نہایت سخت ہے اور ہمارے اعمال کے دو نگراں ہر وقت ہمارے ساتھ ہیں اور اسی پر بس نہیں بلکہ آدمی کے بدن کا ہر ہر جزاس عمل نیک یا بد کی گواہی دینے والا ہے جو اس سے صادر ہوئے ہیں اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ انگلیوں پر کلمہ طیبہ اور تسبیحات کو گنا کرو کہ قیامت کے دن ان انگلیوں سے بھی محاسبہ ہو گا کہ اپنے اپنے اعمال بتائیں اور ان کو گویائی عطا کی جائیگی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر میرے ماں باپ قربان کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ ہر ہر چیز میں ہمارے سامنے ہے۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر لمبی نفلیں پڑھتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک ورم کر گئے تھے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ آپ اس قدر مشقت برداشت کرتے ہیں حالانکہ حق تعالیٰ جل شانہ نے آپ کے اول و آخر سب گناہ بخش دیئے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ (جب حق جل شانہ نے مجھ پر اتنا انعام فرمایا ہے تو) کیا میں اس کا شکر ادا نہ کروں۔

ایک وضاحت اور تمہید

بہت سے لوگ ان سنتوں اور طریقوں پر عمل کو دشوار سمجھتے ہیں اور کہا کرتے ہیں یہ تو پہلے ہی دور میں ممکن تھا اب ممکن نہیں ہے، حالات بدل گئے ہیں، اور بہت سے حضرات عملاً آسان سنتوں پر خوب عمل کرتے ہیں۔ جو بہرحال مبارک ہے جیسے سرمہ لگانا، کدو کھانا، میٹھی چیزیں کھانا، مگر جہاں پر جاہ و مال کی قربانی دینی پڑتی ہو جیسے معاشرت میں صلہ رحمی، حقوق زوجین، تربیت اولاد وغیرہ، اور معیشت میں حلال کمائی، قرض لینا دینا، مکانات اور کوٹھیوں کی تعمیر، وغیرہ اور اخلاق باطنہ میں زہد و قناعت، تواضع، مالی جانی عبادات میں مجاہدہ، عالی ہمتی، اور دین پر عمل میں کسی کی پروا نہ کرنا وغیرہ۔ وہاں وہ بھی تاویلیں شروع کر دیتے ہیں اور ایسا تاثر دیتے ہیں کہ گویا یہ سنتیں ناقابل عمل ہیں۔ مگر یہ صحیح نہیں ہے اس سے

شریعت کا ایک دور کے ساتھ مخصوص ہونا لازم آتا ہے حالانکہ اسلام تو قیامت تک کیلئے ہے، اور کوئی دور ایسے محبین سے خالی نہیں رہا جنہوں نے ان سب سنتوں پر عمل کر کے نہ دکھلا دیا ہو، اس دور فتن میں بھی ہمارے سارے اکابر نے ان پر عمل کر کے اسلام کی ابدیت کو ثابت کر دیا ہے۔

یہاں ہم اپنے مرشد شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمتہ اللہ علیہ کا عمل بطور نمونہ نقل کرتے ہیں جس کا بیشتر حصہ احقر کے ایک مطبوعہ رسالہ "حضرت شیخ کا اتباع سنت اور عشق رسول" سے ماخوذ ہے کیونکہ ان کو ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اور ایک زمانہ تک ان کی خدمت میں حاضری نصیب رہی ہے۔

آپ کا لباس ـ عمامہ مبارک

حضرت اقدس شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ نے خصائل نبوی میں تحریر فرمایا ہے کہ عمامہ باندھنا سنت مستمرہ ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے، عمامہ باندھنے کا حکم بھی نقل کیا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے کہ عمامہ باندھا کرو اس سے حلم میں بڑھ جاؤ گے۔ (فتح الباری)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کسی نے پوچھا کہ عمامہ باندھنا سنت ہے انہوں نے فرمایا ہاں سنت ہے۔ (عینی)

ایک حدیث میں آیا ہے کہ عمامہ باندھا کرو عمامہ اسلام کا نشان ہے، اور مسلمان اور کافر میں فرق کرنے والا ہے۔ (عینی)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ فتح مکہ میں جب شہر میں داخل ہوئے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر سیاہ عمامہ تھا۔

عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک پر سیاہ عمامہ دیکھا۔

ف۔ مسلم شریف اور نسائی شریف میں ہے۔ عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ وہ منظر گویا اس وقت میرے سامنے ہے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر خطبہ پڑھ رہے تھے۔ سیاہ عمامہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک پر تھا اور اس کا شملہ دونوں شانوں کے درمیان تھا

حضرت شیخ کا معمول

ایک دفعہ حضرت اقدس رحمتہ اللہ علیہ نے بہت افسوس کے ساتھ ارشاد فرمایا کہ میرا ساری زندگی کا معمول عمامہ کا تھا مگر بیماری نے جہاں بہت کچھ چھڑا دیا وہاں یہ بھی چھوٹ گیا۔ اب کئی سال سے دماغ پر اتنی شدید گرمی ہے کہ سخت سردیوں میں بھی سر پر ململ کی ٹوپی کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں رکھ سکتا۔ ورنہ اس سے پہلے عمامہ کا میرا ہمیشہ معمول رہا۔

(ماخوذ از اطاعت رسول)

احقر[1] راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ وہ منظر گویا میری آنکھوں کے سامنے ہے جب کہ تقسیم ہند سے قبل احقر کو حضرت کی پہلی مرتبہ زیارت کی سعادت حاصل ہوئی تو حضرت سیاہ عمامہ باندھے ہوئے چارپائی پر تشریف فرما تھے۔

افسوس کہ یہ سنت مستمرہ متروک ہو رہی ہے۔ حتیٰ کہ سردیوں میں بھی اونی ٹوپیوں کے پہننے کا رواج ہو گیا ہے حالانکہ عمامہ اپنی ہیئت کی وجہ سے کنپٹیوں پر بھی آ جاتا ہے اور اس کے شملہ سے گرمی سردی میں گردن کی بھی حفاظت رہتی ہے اور ان دونوں جگہوں پر گرمی، سردی سے نقصان زیادہ ہوتا ہے۔

یہاں ایک تنبیہ ضروری ہے کہ اونی ٹوپی کو کسی متبع سنت بزرگ جن کی زندگی میں اتباع سنت نمایاں ہو پہنے ہوئے دیکھ کر اعتراض بھی نہیں کرنا چاہیئے۔ ممکن ہے ان کو کوئی اور عذر ہو۔ لیکن جن حضرات کو کوئی عذر نہ ہو ان کو محض تساہل کی وجہ سے عمامہ باندھنے میں سستی کرنا مناسب نہیں ہے۔ بلکہ اس دور میں جب کہ عام طور سے یہ سنت مبارکہ متروک ہو رہی ہے۔ اہتمام سے اس کو اپنانے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ اس میں انشاء اللہ بڑے اجر کی امید ہے

آپ کی لنگی، چادر، اور کرتہ مبارک

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ لنگی باندھنے کی تھی۔ پاجامہ پہننا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مختلف فیہ ہے۔ علامہ بیجوری رحمتہ اللہ علیہ کی تحقیق کے موافق راجح قول

---

[1] مولف کتاب ہذا۔ حضرت صوفی محمد اقبال صاحب دامت برکاتہم

پہننے کا عدم ثبوت ہے۔ البتہ یہ محقق ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھا۔ حتیٰ کہ کہا گیا ہے کہ وصال کے بعد ترکہ میں بھی تھا۔ ابن قیم رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خریدا تو ہے ہی۔ اور ظاہر ہے کہ پہننے ہی کے لئے خریدا ہے۔ اس کے علاوہ متعدد احادیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پہننا بھی وارد ہے۔ (زاد المعاد)

ابو امامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اہل کتاب لنگی نہیں باندھتے پاجامہ پہنتے ہیں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ ان کا خلاف کرو، پاجامہ بھی پہنو، لنگی بھی باندھو۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ایک طویل حدیث کے سلسلہ میں کہتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا، آپ کبھی پاجامہ پہنتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پہنتا ہوں۔ مجھے بدن کے ڈھانکنے کا حکم ہے۔ اس سے زیادہ پردہ اور چیزوں میں نہیں ہے۔ لیکن محدثین نے اس حدیث کو ضعیف بتایا ہے۔ (نیل الاوطار)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ہمیں ایک پیوند لگی ہوئی چادر اور ایک موٹی لنگی دکھائی اور یہ فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ان دو کپڑوں میں ہوا تھا۔ یعنی وصال کے وقت تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول ایسے ہی کپڑوں کے استعمال کا تھا۔ حالانکہ اس وقت فتوحات بھی شروع ہو چکی تھیں۔ فی الجملہ وسعت بھی ہو گئی تھی اور خیبر کی فتح کے بعد سے مسلمانوں کی مالی حالت بہتر ہونا شروع ہو گئی تھی۔ اور فتح مکہ کے بعد سے تو دوسرے سلاطین اور دوسرے ملکوں کے ہدایا اور نذرانوں کا سلسلہ بھی شروع ہو گیا تھا لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول اپنی معیشت کے لئے وہی قدیم طرز رہا اور جو کچھ آتا اسے دوسروں پر تقسیم فرما دیتے۔

امام نووی رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث اور اس جیسی حدیثیں اس طرف مشیر ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیاوی لذات اور تنعمات سے اعراض تھا۔ موٹا کپڑا تواضع اور انکسار کی طرف لے جاتا ہے۔ اور باریک عمدہ لباس بسا اوقات عجب و تکبر اور خود بینی پیدا کرتا ہے۔ یہ حضور کا اکثری لباس تھا اور بعض اوقات عمدہ کپڑا بھی پہننا ثابت ہے۔ جو بعض دینی مصالح کی وجہ سے نیز ترک تکلف کی وجہ سے تھا کہ جیسا مہیا ہو گیا پہن لیا۔ یہ نہیں کہ عمدہ کپڑے سے

خصوصی احتراز فرماتے۔

حضرت عبد اللہ بن خالد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں ایک مرتبہ جا رہا تھا کہ میں نے ایک شخص کو اپنے پیچھے سے کہتے سنا کہ لنگی اوپر کو اٹھاؤ کہ اس سے نجاست ظاہری اور باطنی تکبر وغیرہ سے (نظافت بھی زیادہ حاصل رہتی ہے اور کپڑا زمین پر گھسٹ کر خراب اور میلا ہونے سے) محفوظ رہتا ہے۔ میں نے کہنے والے کی طرف متوجہ ہو کر دیکھا کہ وہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ میں نے عرض کیا کہ حضور یہ ایک چھوٹی سی چدریہ ہے اس میں کیا تکبر ہو سکتا ہے اور کیا اس کی حفاظت کی ضرورت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کوئی مصلحت تیرے نزدیک نہیں تو کم از کم میرا اتباع تو کہیں گیا ہی نہیں۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی لنگی کو دیکھا تو نصف ساق تک تھی۔

ف۔ لنگی، پاجامہ وغیرہ کے ٹخنوں سے نیچے لٹکانے کی بہت سخت وعیدیں آئی ہیں ٹخنوں سے نیچے جتنے حصہ پر کپڑا لٹکتا ہے وہ آگ میں جلایا جائے گا۔

حضرت عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لنگی کے بارے میں استفسار کیا۔ وہ فرمانے لگے کہ تم نے بڑے واقف سے سوال کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے کہ مسلمان کی لنگی آدھی پنڈلی تک ہونی چاہئے اور اس سے نیچے ٹخنوں تک بھی کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ لیکن ٹخنوں سے نیچے جتنے حصہ پر لنگی لٹکے گی وہ آگ میں جلے گا۔ اور جو شخص تکبرانہ کپڑے کو لٹکائے گا قیامت میں حق تعالیٰ شانہ اس کی طرف نظر نہیں کریں گے۔ (ابو داؤد)

اس قسم کی وعیدیں اور احادیث میں بھی آئی ہیں اس لئے اس کی طرف خاص طور سے توجہ چاہئے اس کے برعکس ہمارے اس زمانے میں خاص طور پر کپڑا نیچے لٹکایا جاتا ہے۔

سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ لنگی نصف ساق تک رکھتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہی ہیئت تھی میرے آقا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی لنگی کی۔

حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میری پنڈلی کے یا اپنی پنڈلی کے گوشت کا حصہ پکڑ کر یہ فرمایا کہ یہ حد ہے لنگی کی اگر تجھے اس

پر قناعت نہ ہو تو اس سے کچھ نیچی سہی۔ اگر اس پر بھی قناعت نہ ہو تو لنگی کا ٹخنوں پر کوئی حق نہیں۔ لہٰذا ٹخنوں تک نہیں پہنچنا چاہئے۔

ف۔ ٹخنوں سے نیچی لنگی یا پاجامہ وغیرہ کا لٹکانا حرام ہے۔

کرتہ مبارک

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سب کپڑوں میں سے کرتے کو زیادہ پسند کرتے تھے۔

ف۔ ملا علی قاری رحمہ اللہ نے دمیاطی سے نقل کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا کرتہ سوت کا بنا ہوا تھا۔ اور ترمذی نے بہ سند صحیح روایت کی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کرتہ پہنتے تو دائیں طرف سے شروع فرماتے تھے یعنی اول داہنا ہاتھ اس میں داخل فرماتے تھے۔

لباس میں مشائخ تصوف کا معمول

ایک حدیث میں یہ بھی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ستائیس اونٹوں کے بدلہ میں ایک جوڑا خرید فرمایا اور پہنا۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ یہ ایک وقتی اور عارضی چیز تھی ورنہ عام لباس میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا نہایت معمولی ہوتا تھا۔ جیسا کہ پہلے حدیث میں گزرا۔ اسی وجہ سے اکثر مشائخ تصوف کا یہی معمول رہا ہے ۔ البتہ حضرات نقشبندیہ اور شاذلیہ کا معمول اچھے لباس کا رہا ہے اور صورت سوال سے تحفظ کی رعایت اہم رہی۔ نفس کے دھوکہ سے احتراز دونوں جانبوں میں ضروری ہے۔ شکستہ حالت میں شہرت اور تواضع کے اظہار میں ریا اور عمدہ لباس میں تکبر اور نخوت خطرناک امور ہیں۔

حضرت شیخ کا معمول لباس میں

اس باب کی احادیث میں لنگی کے بارے میں پہلی بات تو یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادت شریفہ ہمیشہ لنگی کی تھی۔ تو حضرت شیخ کی عادت شریفہ بھی ہمیشہ لنگی ہی کی رہی ہے۔ دوسری چیز کبھی پاجامہ پہننا بھی ثابت ہے۔ چنانچہ حضرت کی ہمیشہ کی عادت تو لنگی ہی باندھنے کی ہے مگر صحت کے زمانے میں سردیوں میں موٹا پاجامہ اور گرمیوں میں سوتی پاجامہ بلا لنگی بھی

پہنتے رہے۔

تیسری چیز لنگی اور پاجامہ دونوں کے پہننے کا حدیث پاک میں ذکر ہے تو حضرت اقدس کا اکثر اب تک بھی پاجامے کے اوپر لنگی باندھنے کا معمول رہا ہے۔

چوتھی بات لباس کا موٹا اور معمولی ہونا ہے اور بلا اہتمام عمدہ لباس کے مہیا ہونے پر تکلف نہ کرنا ہے۔ ان دونوں باتوں کو حضرت نے یوں جمع فرما رکھا تھا کہ کرتا شریف تو ہمیشہ بہت موٹے کھدر کا کتھئی رنگ کا گھر میں رنگا ہوا ہوتا تھا۔ جو سردی کے شروع میں پہنا جاتا پھر سردی ختم ہونے پر ہی دھلوایا جاتا۔ مگر اس وقت بھی اس میں خوشبو مہکا کرتی تھی۔ البتہ گرمیوں میں خون میں حدت کی وجہ سے کہ اس سے پھنسیاں بھی نکل آتی تھیں بعذر باریک کرتہ استعمال فرماتے تھے۔

پانچویں چیز لنگی کا نصف ساق تک ہونا مذکور ہوا۔ حضرت اقدس کے یہاں اس کا خاص اہتمام رہا۔ اور اس بارے میں خدام کو تنبیہ بھی فرماتے رہتے ہیں۔

مولانا یوسف متالا صاحب اپنی کتاب "اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم" میں اپنا چشم دید واقعہ لکھتے ہیں کہ۔ ایک دفعہ مدینہ منورہ میں جمعہ کے دن غسل فرماکر حضرت جمعہ کے لئے تشریف لے جانے لگے تو ایک نیا کرتہ زیب تن فرمایا تھا۔ تو حجرہ شریفہ سے باہر جب گاڑی پر تشریف لائے (کہ حضرت چلنے سے معذور ہوگئے تھے) تو حضرت کی نگاہ کرتے پر پڑی جو نصف ساق سے کچھ لمبا تھا۔ فوراً خدام سے پوچھا۔ سب نے تصدیق کی۔ تو فوراً وہیں کھڑے کھڑے دوسرا مطابق سنت کرتہ منگواکر پہنا اور اس کرتہ کو جو نصف ساق سے نیچا تھا فوراً کٹوانے کے لئے بھیج دیا۔ یہی وجہ ہے کہ حدیث پاک میں وارد ہے کہ"فقیہ واحد اشد علی الشیطان من الف عابد"یعنی اکیلا ایک فقیہ ہزار عابد سے بھی شیطان پر بھاری ہوتا ہے۔ کرتہ پہننے کے بارے میں ابتداء بالیمین کا بھی ذکر آیا۔ حضرت اقدس کو اس سنت کا ہر چیز میں ہمیشہ اہتمام رہا۔ ایک دفعہ جمعہ کے دن غسل شروع کراتے ہوئے ایک خادم نے دائیں مونڈھے پر سے پانی ڈالنے کے بجائے بائیں مونڈھے پر پہلے پانی ڈال دیا۔ تو حضرت نے فوراً سے ٹوکا اور فرمایا کہ تجھے سنت کا اتنا بھی پتہ نہیں کہ دائیں طرف سے شروع کرنا چاہئے۔

اسی طرح ایک خادم نے پاجامہ پہناتے غلطی سے بایاں پاؤں داخل کرنا چاہا تو حضرت نے فوراً پاؤں جھٹک کر ارشاد فرمایا کہ میرے یار! تجھے مولوی ہوتے ہوئے بھی پتہ نہیں کہ داہنا پاؤں ڈالنا چاہئے (معذوری کے دور میں حضرت کے لنگی باندھنے کے بعد پاجامہ کو خدام پہنا دیتے تھے)

اسی طرح دخول مسجد میں کبھی بھول کر بھی غلطی سے بایاں پاؤں مسجد میں نہیں پڑا۔

اس باب میں ایک بات قابل توجہ اور بھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جب پاجامہ پہننے کے متعلق دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ ہاں پہنتا ہوں مجھے بدن کے ڈھانکنے کا حکم ہے کہ اس سے زیادہ پردہ اور چیزوں میں نہیں۔

لہٰذا پاجامہ پہننے والوں کو اس پر پردہ کی مصلحت کو نظر انداز نہ کرنا چاہئے۔ آج کل اکثر پاجاموں کی ہیئت ایسی ہوتی ہے جس سے بدن بلکہ اعضاء پوشیدہ کی بناوٹ پوری طرح ظاہر ہوتی ہے۔ خصوصاً اوپر کرتہ چھوٹا ہو تو سجدہ کی حالت میں شرمناک حد تک بدن ظاہر ہوتا ہے (جو ننگے کے حکم میں ہے گو نماز کے لئے جس قسم کے ستر کی ضرورت ہے وہ پوری ہو جاتی ہے) لہٰذا ستر کی مصلحت مذکورہ کو پیش نظر پاجامے یا شلواروں کے اوپر کے حصے ڈھیلے ہونے چاہئیں۔ مولانا سید شاہد سہارنپوری نے حضرت اقدس کا ارشاد نقل کیا ہے کہ میں جب تنگ اور چست لباس والوں کو دیکھتا تھا تو میرا فتوی تھا کہ ایسے لوگوں کو پچھلی صف میں کھڑا ہونا چاہئے۔

چھٹی چیز لباس میں چادر کے استعمال فرمانے کا ذکر ہے۔ حضرت اقدس کے یہاں بھی چادر کے استعمال کا دائمی معمول رہا ہے۔ لیکن پہننے کے چیزوں میں کرتہ اور اوڑھنے میں چادر۔ اور اوڑھنا اس طرح سے کہ بیٹھنے کی حالت میں چادر ٹانگوں اور پاؤں پر پڑی رہنا ضروری ہے کیونکہ حضرت کو غایت حیا اور ستر کے اہتمام کے لحاظ سے پاجامہ اور لنگی کے باوجود بغیر چادر کے بیٹھنے میں حجاب ہوتا ہے جس کو اپنے لئے ننگی ٹانگیں بیٹھنا فرمایا کرتے ہیں اور حضرت کو سردی بھی ٹانگوں پر زیادہ لگتی ہے اس لئے اس لباس کو (چادر کو) محل ضرورت پر ہی استعمال فرماتے ہیں۔

ساتویں چیز پہننے کے کپڑوں میں پیوند کا ذکر ہے۔ اس میں بھی احقر نے اپنے آقا اور مرشد کا

سنت کا اتباع فرمانا بہت کثرت سے دیکھا ہے۔ تقسیم ہند سے پہلے حضرت کی ایک کمری (بنیان) پر اس قدر پیوند تھے اور وہ اتنی بوسیدہ ہوگئی تھی کہ پوری تصویر بھی بیان نہیں ہوسکتی۔ احقر نے اس کو تبرک کے بہانے مانگ لیا تھا تاکہ حضرت دوسری بدل لیں۔ حضرت نے مرحمت فرمادی تھی۔ اور فرمایا کہ بازار سے بہت کم سے کم قیمت کا جو کپڑا ہو وہ لے آؤ تاکہ دوسری سلوالی جائے۔ چونکہ کپڑا حضرت کے حساب میں خرید کرنا تھا اس لئے بندہ نے تعمیل ارشاد میں بہت تلاش کر کے سب سے کم قیمت چار، پانچ آنے گز کے حساب سے کپڑا خرید کیا۔ جب حضرت نے قیمت دریافت کی تو فرمانے لگے کہ تم تو بہت رئیس آدمی ہو۔ اس سے کم کا کیوں نہیں لائے۔ افسوس کہ تقسیم ملک کے ہنگامہ میں وہ تبرک تو ضائع ہوگیا مگر ایک روئی کی عطاء فرمودہ صدری الحمدللہ موجود ہے جس میں بیسیوں پیوند لگے ہوئے ہیں۔ معلوم نہیں کتنے سالوں کی ہوگی۔ کیونکہ صدری پر پیوند لگانے کی جلد ضرورت نہیں پڑتی۔ اور پھر بیسیوں پیوند۔ اور روئی کی صدری کو دھویا بھی نہیں جاتا۔ اس کے باوجود حضرت کے جسم مبارک کی دلربا خوشبو سے مہک رہی ہے۔

اس باب کے آخر میں حدیث پاک میں بیش قیمت لباس کے خریدنے اور پہننے کا ذکر بھی ہوا حضرت اقدس نے خریدنے کے معاملے میں تو اس طرح عمل فرمایا کہ خدام کو عطیہ فرمانے کے لئے قیمتی جبے خرید فرمائے۔ اور پہننے کے معاملے میں اس طرح عمل ہوا کہ مشائخ اور خدام نے مدینہ منورہ کے "مشالح" (عربی چوغے) ہدیہ میں دیئے تو جمعہ کے روز اس کو زیب تن فرمایا۔ اسی طرح بعض اوقات ہدیہ پیش کرنے والے کی دلداری کے طور پر اس کے سامنے استعمال فرماکر بعد میں کسی خادم کو نذر کر دیا یا کسی غیر موجود خادم کے لئے نامزد کر کے رکھ دیا شیم الحبیب میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کو دیبا کی قبائیں جس میں سونے کے تار بنے ہوئے تھے تقسیم فرماتے تھے اور جو ان میں موجود نہ ہوتے ان کے لئے اٹھا کر رکھ لیتے

کبھی کبھی بعض لوگ اپنا مصلے یا مشلح وغیرہ صرف تبرک کروانے کے لئے ہی حضرت کو پیش کرتے ہیں جس کو حضرت چند روز استعمال فرماکر دینے والے ہی کو اپنی طرف سے نذر کر دیتے ہیں۔

ف۔ حضرت اقدس جب چلنے سے معذور ہوگئے تو حضرت کو مصلے پر بٹھلا کر حضرت کے

کندھوں پر مشلح ڈال دیا جاتا۔ اس وقت حضرت اقدس عام طور پر موت کو یاد فرماتے اور جو خادم مشلح کو جسم مبارک پر لپیٹنے لگتا تو فرماتے کہ تمہیں کفن کی چادریں لپیٹنا آتا ہے؟ دیکھو کفن میں پہلے بائیں پلڑے کو اندر لپیٹتے ہیں اور اس کے اوپر دائیں کو لپیٹا جاتا ہے۔

ایک بزرگ جب نیا کپڑا پہنتے تو یہ بھی فرمایا کرتے کہ مردے کا کفن نیا ہی ہوتا ہے اس طرح موت کی یاد کے ساتھ عمدہ لباس کی مضرت کا علاج ہو جاتا ہے۔

آپ کے اخلاق و عادات

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں "و انک لعلی خلق عظیم"۔ سورۃ القلم کی اس آیت شریفہ میں کئی نوع کی تاکید کے ساتھ ارشاد ہے کہ بے شک تم بڑے اخلاق پر ہو۔ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق حسنہ کا احاطہ اور احصاء دشوار ہے۔ احقر صرف چند حدیثیں نقل کرتا ہے۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ قوم کے بدترین شخص کی طرف بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تالیف قلوب کے خیال سے اپنی توجہ اور گفتگو مبذول فرماتے تھے۔ (جس کی وجہ سے اس کو اپنی خصوصیت کا خیال ہو جاتا تھا۔) چنانچہ خود میری طرف بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہات عالیہ اور کلام کا رخ بہت زیادہ رہتا تھا۔ حتیٰ کہ میں سمجھنے لگا کہ میں قوم کا بہترین شخص ہوں۔ اسی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ توجہ فرماتے ہیں۔ میں نے اس خیال سے ایک دن دریافت کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں افضل ہوں یا ابو بکر رضی اللہ عنہ؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ابو بکر

پھر میں نے پوچھا کہ میں افضل ہوں یا عمر؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عمر۔

پھر میں نے پوچھا کہ میں افضل ہوں یا عثمان؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عثمان۔

جب میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے تصریحاً پوچھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بلا رعایت صحیح صحیح فرما دیا۔ (میری مدارات میں مجھے افضل نہیں فرمایا مجھے اپنی اس حرکت پر بعد میں ندامت ہوئی اور یہ خیال ہوا کہ مجھے ایسی بات ہرگز نہیں پوچھنی چاہئے تھی)۔

ف۔ یہ اولاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خاص توجہ کی بناء پر اپنے کو سب سے افضل سمجھتے تھے اس لئے کہ پہلی طویل روایت (شمائل ترمذی میں) سے معلوم ہو چکا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ افضل کو ترجیح دینے کی تھی۔ لیکن بسا اوقات تالیف قلوب کے خیال سے مدارات میں غیر افضل کو بھی ترجیح دی جاتی تھی۔ حتیٰ کہ کفار و منافقین تک کے ساتھ حضور اقدس کا تالیف میں خصوصی برتاؤ تھا۔

مدارات میں حضرت شیخ کا اتباع سنت

خدام اور ہر نوع کے تعلق رکھنے والوں سے حضرت اقدس کی خصوصی مدارات شہرہ آفاق ہیں۔ جس کی وجہ سے بہت سے لوگوں کو اپنی خصوصیت کا مغالطہ ہو جاتا ہے۔ حتی کہ خلاف مسلک حضرات اپنے ساتھ خصوصی خاطروں کا معاملہ دیکھ کر حضرت کو اپنے مسلک کے قریب یا نرم سمجھنے لگ جاتے ہیں۔ چنانچہ مودودی صاحب اور جماعت اسلامی کے افکار سے متاثر کئی طلباء اور مختلف جگہ کے اساتذہ کو شروع میں حضرت کے متعلق یہی خوش فہمی ہوتی رہی۔ کہ دیگر علماء مشائخ کی نسبت حضرت شیخ نرم ہیں۔ حالانکہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ جب کبھی صاف اظہار کا موقعہ ہوتا تو حضرت شیخ سب سے زیادہ سخت ثابت ہوتے۔ اپنے بڑوں کے سامنے بھی نہایت صاف لیکن ادب کے ساتھ اپنی رائے کو پوری قوت کے ساتھ ظاہر فرما دیا۔

چنانچہ ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ حضرت شیخ السلام مدنی نور اللہ تعالیٰ مرقدہ و قدس سرہ کو مودودی صاحب کے افکار کے متعلق ان کے استفسار پر یوں فرمایا کہ آپ دونوں (حضرت اقدس رائپوری و حضرت اقدس مدنی) کے جوتے سر پر رکھنا موجب عزت و فخر سمجھتا ہوں۔ مگر چار مہینے شب و روز جماعت اسلامی کی کتابیں پڑھ کر ان کی کتابوں سے اتنا تنفر ہو گیا کہ آپ حضرات متفقہ طور سے بھی کوئی حکم فرمادیں گے تو تعمیل سے معذوری ظاہر کروں گا۔ حضرت مدنی رحمتہ اللہ علیہ نے ہنس کر فرمایا کہ یہ ہے ہمارے جوتوں کی حقیقت۔

اسی طرح مودودی صاحب کے خواص میں سے ایک صاحب مدینہ منورہ آئے ہوئے تھے تو رات کے کھانے میں ان کو حضرت نے اپنا مستقل مہمان بنالیا کیونکہ صرف رات ہی کو کھانا کھاتے تھے اور ہند کے قیام میں صرف دوپہر کو ان کے آنے پر حضرت خوب ان کی خاطریں

فرماتے جس کا انہوں نے واپس جاکر اپنے رسالہ میں ذکر بھی کیا تھا۔ یہ سب دیکھ کر انہوں نے ایک روز مودودی صاحب (جو اس وقت حیات تھے) کے متعلق بات کرنے کا مناسب موقعہ سمجھ کر بات شروع کی۔ تو حضرت نے فرمایا کہ آپ سے اب تک دوستی کا معاملہ رہا اب آپ نے لڑائی کی بات شروع کر دی بس دوستی ہی رہنے دو۔ چنانچہ انہوں نے پھر اس موضوع پر مزید بات نہیں کی۔

آپ کا اپنی احتیاط اور حفاظت کرنے پر تنبیہ فرمانا

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایک شخص نے حاضری کی اجازت چاہی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اجازت سے پہلے) فرمایا کہ یہ شخص اپنے قبیلے کا کیسا برا آدمی ہے۔ یہ فرمانے کے بعد اس کو حاضری کی اجازت مرحمت فرمائی۔ اس کے اندر آنے پر نہایت نرمی سے باتیں کیں۔ جب وہ چلا گیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پوچھا کہ حضور نے اس کے بارے میں حاضر ہونے سے پہلے تو یہ الفاظ ارشاد فرمائے تھے. پھر اس قدر نرمی سے اس کے ساتھ کلام فرمایا یہ کیا بات ہے

حضور سرور دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عائشہ! بدترین لوگوں میں سے ہے وہ شخص کہ لوگ اس کی بد کلامی کی وجہ سے اس کو چھوڑ دیں۔

ف۔ اس شخص کا نام اکثر علماء نے "عیینہ" لکھا ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ دل سے اس وقت تک مسلمان بھی نہ ہوا تھا۔ بلکہ نفاق کے طور پر بظاہر مسلمان تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ اس وقت تک منافقین کے ساتھ مسلمانوں جیسا ہی تھا۔ (یہ حضرت عیینہ رضی اللہ عنہ بعد میں پکے مسلمان ہوئے اور ایک جہاد میں شہادت پائی)۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس لئے اس کے آنے سے قبل اس کی حالت پر تنبیہ فرما دی اور چونکہ یہ بہ نیت اصلاح اور دوسروں کو مضرت سے بچانے کے لئے تھی اس لئے یہ کلام شرعاً غیبت کی حدود میں داخل نہیں ہے۔ اس لئے کہ کسی شخص کی برائی کو اس وجہ سے ظاہر کرنا کہ لوگ اس کی برائی کا شکار نہ بن جائیں اور کسی نقصان میں نہ پھنس جائیں غیبت کی ممانعت میں داخل نہیں ہے۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ یہ شخص علی الاعلان

فاسق تھا اور جو کھلم کھلا فسق و فجور میں مبتلا ہو تو اس کی غیبت جائز ہے۔ اس کے حاضر ہونے پر اس کے ساتھ نرم کلامی اس کے تالیف قلب اور اس کے مانوس کرنے کے لئے فرمائی۔ جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصی عادت تھی۔ نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ سب ہی کے ساتھ نرم کلامی کی تھی۔ اور اسی وجہ سے اس کے آنے سے پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وغیرہا کو اس پر متنبہ بھی کر دیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس طرز کی وجہ سے اس کو مخلص نہ سمجھیں وہ کچھ بھلا آدمی نہیں۔ ایسا نہ ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز معاشرت کی وجہ سے اس کو مخلص اور خیر خواہ سمجھیں اور اس دھوکہ کی وجہ سے کسی مضرت میں پڑ جائیں یا کوئی راز کی بات اس کے سامنے کہہ دیں کہ ایسے منافق لوگ خصوصیت جتانے کے لئے ایسے ہی خصوصی اور اہم تذکرے چھیڑا کرتے ہیں۔

حدیث بالا کے مطابق حضرت شیخ کا احقر کو تنبیہ فرمانا

ایک دفعہ حضرت اقدس کو ایک صاحب کے آنے کی اطلاع ملی اور حضرت اس وقت استنجاء کے لئے اٹھ چکے تھے اسی حالت میں احقر کو دوسرے کمرے سے فوراً طلب فرمایا۔ اور پوچھا کہ تم فلاں صاحب کو جانتے ہو؟ معروف پرانے آدمی کے متعلق سوال کرنا. نیز حضرت کے لہجہ اور توجہ سے بھی بندہ حضرت کا مطلب سمجھ گیا۔ اور عرض کیا کہ خوب جانتا ہوں۔ خوب کے لفظ سے حضرت کو بھی اطمینان ہو گیا کہ احقر نے حضرت کا مطلب سمجھ لیا ہے۔ پھر دوسرے وقت میں تنہائی میں فرمایا کہ میں نے تمہیں خبردار کرنے میں اس لئے جلدی کی تھی کہ تم حضرت رائے پوری رحمتہ اللہ علیہ کے ہاں ان کا لحاظ اور اہمیت دیکھ چکے ہو. اب اسی طرح کا معاملہ یہاں بھی دیکھو گے تو کہیں دھوکہ میں آکر پھنس نہ جانا۔ عرض کیا حضرت مجھے ان کے واقعات معلوم ہیں۔ فرمایا بس بس یہی مطلب ہے احتیاط رکھنا۔

حضرت اقدس کے مجاز خاص اور مزاج شناس مولانا عبدالحفیظ مکی سے کسی نے سوال کیا کہ فلاں شخص کی حضرت سے مخالفت فتنہ پردازی کی حد تک پہنچی ہوئی ہے اور وہ حضرت کو چھوڑتے بھی نہیں۔ خصوصی امور میں دخیل رہتے ہیں۔ لیکن حضرت اقدس کے برتاؤ میں کوئی فرق نہیں آیا مولانا مکی نے فرمایا کہ یہ اتباع سنت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم منافقین تک سے

ایسا ہی برتاؤ فرماتے تھے۔

حضرت اقدس کا اپنے مخالفین کے ساتھ ہمیشہ یہی مسنون برتاؤ رہا ہے۔ مظاہر علوم میں ایک صاحب جو حضرت کے خلاف ہمیشہ ریشہ دوانیاں کرتے رہتے تھے لیکن حضرت رمضان المبارک کے لئے مدنی کھجوریں اور زمزم کی بوتل سب سے پہلے خود راقم الحروف ہی کے ہاتھ ان کے پاس بھجوادیا کرتے تھے۔ کاش کہ بندہ کو بھی حضرت کے اخلاق سے کچھ حصہ مل جاتا۔

مصالح کو جذبات پر ترجیح دینا

حیات صحابہ جلد دوم میں ہے کہ حضرت طلحہ بن براء رضی اللہ عنہ جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ملے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لپٹنے لگے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدمین مبارک کو چومنے لگے۔ اور عرض کیا یا رسول اللہ! آپ مجھے حکم فرمائیں جو آپ چاہتے ہیں اور میں آپ کی نافرمانی نہیں کروں گا۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس سے بہت خوش ہوئے حالانکہ وہ (طلحہ بن براء رضی اللہ عنہ) بچے تھے۔ تو اس وقت ان سے فرمایا کہ جاؤ اپنے باپ کو قتل کر دو۔ تو وہ الٹے پاؤں نکلے کہ حکم بجالائیں۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بلایا اور ان سے فرمایا آگے آؤ سنو میں ہرگز قطع رحمی کے لئے نہیں بھیجا گیا۔

پس اس کے بعد حضرت طلحہ بن براء رضی اللہ عنہ بیمار ہو گئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس موسم سرما میں ان کی عیادت کرنے سردی اور بادل میں تشریف لائے۔ پس جب واپس ہوئے تو ان کے گھر والوں سے فرمایا میں نہیں دیکھ رہا ہوں طلحہ کو مگر ان پر موت طاری ہو چکی ہے میرا غالب خیال ہے کہ ان کی موت کا وقت قریب آ چکا ہے لہٰذا مجھے اس کی اطلاع کرنا تاکہ میں اس کے پاس آؤں اور جنازے کی نماز پڑھوں اور اس کام کو جلدی کرنا۔ پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بنی سالم بن عوف تک نہیں پہنچے کہ ان کی وفات ہو گئی اور رات اندھیری ہو گئی۔

پس حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے (وفات سے پہلے) جو فرمایا تھا وہ یہ تھا کہ مجھے دفن کر دینا اور مجھے میرے رب عز جل سے ملا دینا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ بلانا اس لئے کہ میں ان پر یہودیوں کا خوف کرتا ہوں کہ میری وجہ سے تکلیف میں پڑ جائیں۔

پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو صبح ہونے کے بعد خبر دی گئی تو تشریف لائے۔ یہاں تک کہ ان کی قبر کے بالکل قریب کھڑے ہو گئے اور لوگوں نے ان کے ساتھ صف باندھ لی۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور کہا۔ اے اللہ آپ طلحہ سے اس حال میں ملئے کہ وہ آپ کی طرف ہنس رہے ہوں اور آپ ان کی طرف ہنس رہے ہوں۔ (یعنی ہنستے ہوئے راضی ہو کر ملاقات فرمائیں)

حدیث بالا کے مطابق حضرت شیخ کا ایک واقعہ

حضرت کی مبارک زندگی میں مصالح کو جذبات پر ترجیح دینے کے بے شمار واقعات ہیں۔ یہاں صرف ایک واقعہ لکھتے ہیں وہ بھی اختصار کے ساتھ۔

ایک دفعہ حضرت رائپوری قدس سرہ دہلی ہوتے ہوئے شب میں سہارنپور پہنچے۔ حضرت فرماتے ہیں کہ میں نے مصافحے کے ساتھ ہی پوچھا۔ حضرت نظام کیا ہے حضرت نے فرمایا کہ کل پرسوں دو دن سہارنپور کے طے کر کے آیا ہوں۔ تیسرے دن جیسا آپ کا ارشاد ہو۔ میں نے عرض کیا کل کے قیام کی بھی اجازت نہیں۔ صبح کی اذان کے بعد اپنی جماعت کریں چائے تیار ملے گی مدرسہ کی جماعت سے پہلے تشریف لے جاویں۔ حضرت نے فرمایا کہ تکان ہو رہا ہے ایک دن قیام کی تو ضرور اجازت دیں۔ میں نے عرض کیا کہ صبح کی اذان کے بعد آدھ گھنٹے کی بھی اجازت نہیں۔ تبلیغی احباب کو تو جتنا غصہ آنا چاہئے تھا وہ تو قرین قیاس تھا مجھے بھائی الطاف (خادم حضرت رائپوری) کا غصہ ہمیشہ یاد رہے گا۔ اس کو بہت ہی غصہ آیا کہ دنیا تو حضرت کو ٹھہرانے کی خوشامد کرے اور یہاں حضرت خود فرمادیں اور یہ یوں کہے کہ نہیں۔ سب کی مخالفتوں کے باوجود صبح کی اذان کے بعد میں نے روانہ کر دیا۔ میں نے حضرت سے عرض کیا جون کا مہینہ. گرمی کی شدت. ہمارے یہاں راحت کی کوئی جگہ نہیں اور یہ تبلیغ والے کل رات کو جلسے میں تھوڑی دیر کی خواہش و تمنا اور مجھ ہی سے درخواست کرائیں گے۔ پرسوں صبح ہمارا جلسہ ختم ہو جائے گا۔ ظہر کے وقت میں اور عزیز (حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحب) رائپور حاضر ہوں گے دو دن قیام کریں گے۔

کار میں بیٹھنے کے بعد شاہ مسعود نے بیہٹ (رائپور کے راستے میں شاہ مسعود کی کوٹھی)

قیام کی درخواست کی۔ حضرت قدس سرہ نے فرمایا کہ جب شیخ نے سہارنپور نہ ٹھہرنے دیا توکہیں نہیں ٹھہرتا۔ طلوع آفتاب تک رائپور پہنچے۔ رائپور پہنچنے کے بعد دو دن تک ہر آنے والے سے سنتا رہا اور خوب سنا کہ حضرت قدس سرہ نے اتنی لاتعد لا تحصی دعائیں دیں اور ہر آنے والے سے رائپور کا ہو یا دیہات کا فرماتے کہ میرا تو دو دن قیام کا ارادہ تھا مگر شیخ نے نہ مانا۔ محبت اس کا نام ہے۔ محبت کرنا بھی کوئی انہی لوگوں سے سیکھے۔ کیا عقل میں آوے کہ حضرت شیخ کا دل نہ چاہتا ہو گا, مگر میری راحت کو اپنی خواہش پر غالب کر کے دکھلا دیا۔ اللہ تعالیٰ بہت بلند درجے عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ان کو بھی ایسے ہی راحت دے۔ اللہ یوں کرے, اللہ یوں کرے۔ دو دن تک وہ دعائیں ملی ہیں کہ اب تک بھی جب کبھی اپنی زبردستی کا خیال آجاتا ہے دل خوش ہو جاتا ہے,

چنانچہ میں اور عزیز مولانا یوسف مرحوم جلسہ کے اختتام پر دوپہر کو رائپور حاضر ہوئے۔

حفظ مراتب اور حقیقی مساوات کی تعلیم

ابو داوٗد شریف میں ایک واقعہ ذکر کیا ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک سائل آیا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کو ایک روٹی کا ٹکڑا دے دیا اس کے بعد ایک شخص ذی ثروت جس پر اچھا لباس بھی تھا آیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کو بٹھایا اور کھانا کھلایا۔ اعتراض کرنے والوں سے کون سا زمانہ خالی ہو گا کسی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر اعتراض کیا کہ ایسا کیوں کیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ارشاد فرمایا کہ ہمیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ لوگوں کو ان کے مرتبہ پر اتارو۔ اور ایک ارشاد میں ہے۔"اِذَا اَتَاکُمْ کَرِیْمُ قَوْمٍ فَاَکْرِمُوْہ" (جمع الفوائد)

حضرت شیخ کا عمل

حضرت اقدس کی حیات مبارکہ جس کا ہر پہلو انوار سنت سے منور ہے اس حدیث پاک کی روشنی میں بھی اسے ملاحظہ فرمائیں۔ حضرت والا جب تک مہمانوں کے ساتھ کھانا تناول فرماتے رہتے دستر خوان پر حسب مراتب بٹھانے کی خدام کو ہدایت ہوتی۔ ساتھ ہی حیثیت کے مطابق مہمانوں کی خاطر مدارت ہوتی۔ بعض مہمانوں کے لئے چپاتی ہوتی۔ اور بعضوں کے لئے گھر

سے گرم روٹیاں آتیں۔ اس طرح سالن میں بھی معاملہ ہوتا۔ لیکن اس میں حتی الوسع دو باتوں کا خیال بھی رکھا جاتا۔ ایک یہ کہ خصوصی مہمانوں کو پہلی قسط میں کھلا کر عمومی کو بعد میں بٹھایا جاتا۔ کیونکہ جگہ کی تنگی کی وجہ سے کئی قسطوں میں تو بٹھانا ہی پڑتا تھا۔ دوسرا یہ کہ کھانے کی جو چیز خصوصی مہمانوں کے لئے ہوتی یا کہیں سے آجاتی تو حضرت والا سارے مہمانوں کو اس میں شریک ضرور کرتے تھے چاہے خصوصی کے آگے پوری رکابی ہو اور بقیہ کو ایک ایک چمچہ بٹ جائے۔

اسی طرح عشاء کے بعد بھی حضرت اقدس کے یہاں خصوصی حضرات اور خدام کی مختصر مجلس ہوتی (یہ مجلس عصر کے بعد والی مجلس عام کے علاوہ ہے)۔ اور شمائل ترمذی میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے خصوصی اصحاب بھی اس وقت حاضر ہوتے تھے۔ اس خصوصی مجلس کے مقاصد شرح شمائل خصائل نبوی میں تفصیلاً درج ہیں۔ یہاں تو صرف ایک پہلو کا بیان مقصود ہے۔

اس مجلس میں بھی منہ دیکھ دیکھ کر چیزیں بٹتی تھیں۔ بندہ نے یہ فقرہ خاص طور سے اس وجہ سے لکھا ہے کہ بعض جاہل ان ہی الفاظ سے اس پر اعتراض کیا کرتے تھے۔ اگر انہیں دین کا تھوڑا سا علم بھی ہوتا یا اہل علم کی صحبت سے کچھ دینی معلومات فراہم کی ہوتیں تو شاید بجائے اعتراض کرنے کے حضرت کے اس فعل کو حدیث پاک کی روشنی کی میں دیکھ کر تحسین فرماتے۔ بہرحال حضرت والا کے یہاں تو اصل اعتبار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کا ہے۔ معترضین اور مخالفین سے کوئی زمانہ نہ خالی رہا نہ آئندہ کسی کے لئے خالی رہ سکتا ہے۔

غرض حضرت اقدس سنت کے مقابلہ میں عرفی مساوات اور لوگوں کے اعتراض کی پرواہ نہیں کرتے۔

مومن کی ایک صفت

حدیث۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
«لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ».
یعنی تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوگا جب تک اپنے (مومن) بھائی کے لئے وہی پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

حضرت کا واقعہ

۱۳۹۵ھ مطابق ۱۹۷۵ء کے حج میں منیٰ کے اندر زبردست آگ لگ گئی۔ حضرت کا قیام غیر معمولی معذوریوں کی وجہ سے ایک پختہ مکان میں آگ والی جگہ سے بہت دور تھا۔ لیکن حضرت کے باقی اعزاء و رفقاء حضرت کے خادم خاص الحاج ملک عبدالحق صاحب کے خیموں میں تھے جہاں آگ پہنچنے کا شدید خطرہ تھا۔ جب حضرت کو آگ لگنے کی خبر ملی تو دعا میں مراقب ہو گئے اور ساتھیوں کو بھی دعاؤں میں مشغول رہنے کا امر فرمایا۔ اس آگ میں بہت سے خیمے جلے۔ جانی اور مالی بہت نقصان ہوا۔ اللہ کے فضل سے آگ بجھ گئی تو بندہ حضرت کی قیام گاہ پر حاضر ہوا۔ دیکھا کہ حضرت زار و قطار رو رہے ہیں۔ بندہ نے آگ بجھنے کی خوشخبری سنائی اور ساتھ ہی یہ بھی عرض کیا کہ حضرت الحمد للہ ہمارے یہاں کوئی نقصان نہیں ہوا۔ حضرت کے متعلقین کے سارے خیمے محفوظ رہے۔ حضرت نے نہایت درد بھری اور بھرائی ہوئی آواز سے فرمایا کہ جو جل گئے وہ بھی تو میرے ہی تھے۔

آپ کا قصہ کہانی بیان فرمانا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز پڑھی پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ ایک آدمی ایک گائے لئے جا رہا تھا کہ اس پر سوار ہو گیا اور اس کو مارا بھی۔ اس گائے نے کہا ہم اس (سواری کے) لئے نہیں پیدا کئے گئے، ہم تو کھیتی کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔

لوگوں نے (یہ سن کر بطور تعجب کے) کہا سبحان اللہ گائے بھی بولتی ہے؟ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرا تو اس پر ایمان ہے اور ابوبکر و عمر کا بھی۔ حالانکہ وہ دونوں وہاں نہیں تھے۔ اور ایک آدمی اپنی بکریوں میں تھا کہ اچانک ایک بھیڑیا آیا اور ایک بکری اٹھا لے گیا۔ چرواہا اس کے پیچھے بھاگا اور بکری کو چھڑا لیا۔ تو چرواہے سے بھیڑیئے نے کہا۔ اس کو تو تو نے چھڑا لیا لیکن فتنوں کے زمانے میں جب میرے سوا کوئی چرواہا نہ ہو گا تو کون چھڑائے گا؟ اس پر بھی لوگوں نے (تعجب کے طور پر) سبحان اللہ کہا کہ بھیڑیا بھی بولتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرا تو اس پر ایمان ہے اور ابوبکر و عمر کا بھی۔ حالانکہ (بخاری و مسلم)

وہ دونوں وہاں نہیں تھے۔

ف: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان حضرات کے ایمان کی وجہ سے ان پر پورا پورا اعتماد کیا اور ان کی غیبت میں ان کی طرف سے یہ بات فرمائی۔ کیونکہ اگر وہ سنتے تو بلا تردد ضروری تصدیق کرتے۔

حضرت امام ترمذی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی کتاب شمائل ترمذی میں ایک باب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کو قصہ گوئی کے بیان میں لکھا ہے۔ اس میں سے نمونے کے طور پر دو حدیثیں لکھی جاتی ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر والوں کو ایک قصہ سنایا (اس پر) ایک عورت نے کہا یہ قصہ حیرت اور تعجب میں بالکل خرافہ کے قصوں جیسا ہے (عرب میں خرافہ کے قصے ضرب المثل تھے)۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ جانتی بھی ہو خرافہ کا اصل قصہ کیا ہے؟ خرافہ بنوعذرہ کا ایک شخص تھا جس کو جنات پکڑ کر لے گئے تھے۔ ایک عرصہ تک انہوں نے اس کو اپنے پاس رکھا پھر لوگوں میں چھوڑ گئے۔ وہاں کے زمانہ قیام کے عجائبات وہ لوگوں سے نقل کرتا تھا تو وہ متحیر ہوتے تھے۔ اس کے بعد سے لوگ ہر حیرت انگیز قصے کو حدیث خرافہ کہنے لگے۔

دوسری حدیث جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی سے مروی ہے۔ حدیث ام زرع کے نام سے مشہور ہے۔ اس میں گیارہ عورتوں کا طویل قصہ ہے جنہوں نے علیحدہ علیحدہ اپنے خاوندوں کا حال بیان کیا۔

حضرت شیخ کی عادت شریفہ

مندرجہ بالا احادیث کے مطابق حضرت اقدس کی عادت شریف بھی سبق آموز حکایات اور قصص کے بیان کرنے کی رہی ہے۔ حضرت کے درس حدیث کے درمیان بھی کئی جگہ بیان ہوتے تھے اور حضرت اپنی مجلس خصوصی میں بھی پر لطف قصے بیان فرماتے ہیں۔ معتبر علماء کی جمع کردہ حکایات جس میں اولیاء اللہ کی کرامات اور عبرت آموز اور ترغیب و ترہیب اور دل کو نرم کرنے والے قصے ہوتے ہیں۔ حضرت ان قصوں کو اپنی اردو تصانیف میں بھی درج فرماتے ہیں اور ایسی کتب کو مجلس عمومی میں سنانے کا دستور بھی رہا ہے کہ اولیاء اللہ کے تذکرہ سے نزول

رحمت ہوتا ہے دلوں کو تقویت حاصل ہوتی ہے اہل مجلس متوجہ رہتے ہیں اور حضرت باطنی فیوض کا افادہ بھی فرماتے ہیں۔ مگر بعض دفعہ جہل مرکب میں گرفتار متکبرین کو دیکھا گیا ہے کہ وہ اس مجلس کو حضرت کی علمی شان و مرتبہ کے مطابق نہیں سمجھتے۔ ان کو انقباض ہوتا ہے کہ اتنے بڑے محدث و محقق کی مجلس میں عجیب و غریب کہانیاں سنائی جاتی ہیں یہاں تو صرف علوم و معارف ہی ہونا چاہئے تھے، حضرت کو ان باتوں پر کبھی التفات بھی نہیں ہوتا۔ ان کے پیش نظر تو ہر وقت سنت ہی کی میزان رہتی اور یہی اصل علم، اصل عرفان اور سب کچھ ہے۔ اسی طرح صلحاء کی رویاء صالحہ مبشرات، مکشوفات اور احوال کے بارے میں عوام میں افراط و تفریط پایا جاتا ہے۔ یہاں تفریط والوں کو احادیث بالا کے ارشاد "میرا تو اس پر ایمان ہے اور ابو بکر و عمر کا بھی"۔ پر متوجہ کرنا ہے۔ اور ان امور میں افراط کا معاملہ کرنے والوں کے لئے حضرت کی کتب و مکاتیب میں جابجا تنبیہات درج ہیں۔

آپ کی عبادت کا ذکر

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کا ذکر اس مجلس کے شروع میں بھی آ چکا ہے۔ قال اللہ تعالےٰ "وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْن"

شمائل ترمذی میں باب کے فائدہ کے تحت تحریر فرمایا گیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر حرکت و سکون عبادت ہے۔ ہر کلام و خاموشی ذکر و فکر ہے افسوس کہ اس کج فہمی و جہالت و فتن کے دور میں اب عبادت و ذکر کے عام فہم الفاظ کو مختلف معنوں میں استعمال کرنے میں بھی تشریح کرنے کی ضرورت پیش آ گئی۔

عبادت کے مفہوم کی تشریح حضرت اقدس کی تحریر "فتنہ مودودیت" سے استفادہ کرتے ہوئے یہاں مختصر بیان کیا جاتا ہے۔ تفصیل رسالہ "فتنہ مودودیت" میں ملاحظہ فرمائیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر کلام کا وحی کے مطابق ہونا خود قرآن پاک میں ہے وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی الآیہ لیکن اس کی وجہ سے کوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک ارشادات کو اور نورانی گفتگو کو قرآن پاک یا کلام الٰہی کہہ دے اور حدیث پاک کے پڑھنے کے ثواب میں قرآن مجید کی تلاوت کے فضائل بیان کرنے شروع کر دے تو اس کا دین میں تحریف کرنا ظاہر ہے۔ اسی طرح جب بھی کوئی کام اللہ کے حکم کے مطابق اور اللہ کو حاضر و ناظر جانتے ہوئے اس

کی رضا کے لئے کیا جائے گا تو اس کا شمار عبادت اور ذکر اللہ میں ہو گا۔ اس میں عبادت و ذکر کا ثواب ملے گا۔ اس کو مجازاً عبادت و ذکر بھی کہہ دیا جاتا ہے۔ لیکن یہ بات عبادت اور ذکر اللہ کی حقیقت شرعیہ کو نہیں بدل سکتی۔

عبادت کی شرعی تعریف میں علامہ مناوی رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

العبادة أقصى غاية الخضوع وتعارف في الشرع فيما جُعِلَ علامة لِنِهَايَة الخضوع من صلوة وصوم وجهاد وقراءة.

یعنی عبادت انتہائی درجہ کے خضوع کا نام ہے اور شرع میں (عبادت) اس چیز کے لئے متعارف ہے جس کو انتہائی خضوع کی علامت قرار دیا گیا ہو چاہے وہ نماز ہو یا روزہ یا جہاد یا قراءت۔

اسی طرح ذکر اللہ کی تعریف اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کو یاد کرنا ہے۔ خواہ بذریعہ اللہ پاک کے اسماء مبارکہ کے ہو یا بذریعہ کلمہ طیبہ کے تکرار کے ہو۔ چنانچہ حدیث پاک میں افضل الذکر لا الہ الا اللہ کو فرمایا ہے۔

لیکن آج کل کی بدعات اور فتن میں اس کا بہت زور ہے کہ دین کی شرعی اصطلاحات اور متواتر مفہوم کے بجائے مجاز کو اصل قرار دے کر دین کی بنیادوں کو نظر انداز کیا جا رہا ہے۔ اور اس کو "تحقیق" اور "روشن خیالی" کہا جاتا ہے۔ اس کے برعکس متواتر مفہوم پر قائم رہنے کو "وسیع معنی کو محدود کر دینا" کہتے ہیں۔

حدیث پاک میں ارکان اسلام عبادات نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، ہی کو فرمایا گیا ہے۔ اور ان کو اسلام کے دیگر احکامات متعلقہ معاملات، معاشرت، معیشت، اخلاق اور خدمت خلق وغیرہ دیگر اعمال صالحہ سے الگ بیان کیا گیا ہے۔ عبادات اور دین کے باقی ضروری شعبوں کو تقریباً تمام کتب حدیث اور فقہ میں الگ الگ بیان کیا گیا ہے۔ لیکن بعض اعمال کو جو عبادت اصلیہ حقیقیہ نماز روزہ وغیرہ کے ادا کرنے کا ذریعہ بنتے ہیں اور بعض مباح امور جو خالص اللہ کی رضا کے لئے کئے جائیں تو ان کو بھی مجازاً عبادت کہہ دیا جاتا ہے اور یہ ایسی بات نہیں ہوتی کہ جن کو غیر اللہ کے لئے کرنا شرک کہلائے۔ مثلاً خدمت خلق، بلا کسی نیت کے یا کسی دنیاوی غرض سے کسی کا جی خوش کرنے کو بطور مزدوری ملازمت کی جائے تو اس کا کچھ ثواب نہ ہو گا۔

مگر یہ کام شرک بھی نہیں کہلائے گا۔ لیکن عبادات اصلیہ یا ان کا کوئی جزو مثلاً سجدہ وغیرہ اگر غیر اللہ کے لئے ہو تو شرک کہلائے گا۔

دوسرے تمام امور زندگی اگر شریعت کے خلاف نہ ہوں تو وہ مباح ہوں گے اور ان کو خالص اللہ کے لئے کرنے میں ثواب ہو گا۔ اس وقت ان پر مجازاً عبادات کا اطلاق بھی ہو جاتا ہے۔ اس طرح تمام امور زندگی کو بجالانے میں جب بندہ شریعت کے احکام کا لحاظ رکھتا ہے تو گویا اللہ کے احکام کو ملحوظ رکھتا ہے۔ کہ تمام شریعت میں اصل آمر اللہ پاک کی ذات ہے اور ان کاموں کو خالص اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ہی کے لئے کرتا ہے تو ظاہر ہے کہ ان کاموں کے کرنے میں اس کو اللہ تعالیٰ کی یاد یعنی اللہ کا دھیان حاصل رہے گا۔ اس لئے مجازاً ان کاموں کو بھی ذکر اللہ میں شمار کر لیا جاتا ہے نہ کہ معروف ذکر اللہ مثلاً کلمہ پڑھنے کا اطلاق معاملات و معاشرت یا تعلیم و تبلیغ پر کر دیا جائے۔ اور معروف ذکر اللہ کے جو فضائل وارد ہوئے ہیں انہیں دیگر نیک کاموں پر بھی ثابت کیا جائے یا انہی کو ذکر اللہ بتایا جائے تو یہ بات قرآن پاک اور احادیث صحیحیہ کی اصطلاح کے مطابق نہ ہوگی۔ کیونکہ ہر عمل صالح کے مستقل فضائل بہت ہیں انہی منصوص فضائل کو بیان کرنا چاہئے۔ سب چیزوں کو خلط کرنا اور کسی عمل کی اہمیت پر زور دینے کی خاطر مجاز کو اصل اور اصل کو ذریعہ قرار دینا یا اس کی اہمیت کو کم کرنا دین میں خطرناک تحریف ہے۔ جس کو آج کل "روشن خیالی" اور "تحقیق" کہا جاتا ہے۔ اور عبادات کو پوجا پاٹ اور ذکر اللہ کے لئے رسمی ذکر وغیرہ الفاظ کہے جاتے ہیں۔ ان باتوں سے بہت زیادہ احتیاط ضروری ہے۔

اس تنبیہ کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادات میں سب سے اہم عبادت نماز کو بیان کیا جاتا ہے۔

حدیث۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح نوافل پڑھا کرتے تھے کہ پاؤں مبارک پر ورم آ جاتا تھا۔ کسی نے عرض کیا کہ آپ پر اگلے پچھلے سب گناہوں کی معافی کی بشارت نازل ہو چکی ہے پھر آپ اس درجہ کیوں مشقت برداشت فرماتے ہیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا۔ میں شکر گزار بندہ نہ بنوں ۔

حضرت شیخ کا معمول نوافل میں

رسالہ اطاعتِ رسول میں ہے کہ حدیث میں آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مغرب کے بعد سنتیں اتنی طویل ادا فرماتے تھے کہ سارے نمازی چلے جاتے تھے۔ اسی طرح یہی معمول ہمارے حضرت شیخ کا بھی ہے کہ یہ سنتیں طویل ادا فرماتے ہیں۔

حضرت کے یہاں مہمانوں کے ہجوم میں اس کا پتہ نہیں چلتا کہ حضرت کے انتظار میں سارے مہمان یا غیر مہمان مسجد میں بیٹھے رہتے ہیں۔ حضرت کا یہ سنتوں کا اہتمام سفر میں. حضر میں ہر حال میں دیکھا گیا ہے۔

آپ کا تمام رات نماز پڑھنا

حدیث:۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی عجیب بات جو آپ نے دیکھی ہو سنا دیں۔

فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کون سی بات عجیب نہ تھی۔ ہر بات عجیب ہی تھی ایک رات تشریف لائے اور میرے پاس لیٹ گئے۔ پھر فرمانے لگے۔ لے چھوڑ میں تو اپنے رب کی عبادت کروں۔ یہ فرما کر نماز کے لئے کھڑے ہو گئے اور رونا شروع کیا یہاں تک کہ آنسو سینہ مبارک تک بہنے لگے۔ پھر رکوع فرمایا۔ اس میں بھی اس طرح روتے رہے یہاں تک کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے آکر صبح کی نماز کے لئے آواز دی۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ اتنا روئے حالانکہ آپ معصوم ہیں اگلے پچھلے سب گناہوں کی (اگر بالفرض ہوں بھی تو) مغفرت کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے فرما رکھا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پھر میں شکر گزار نہ بنوں۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ میں ایسا کیوں نہ کرتا حالانکہ آج مجھ پر یہ آیتیں نازل ہوئیں۔ اس کے بعد "ان فی خلق السموات" سے آخر رکوع تک کی آیات تلاوت فرمائیں۔

آپ کا چار رکعت میں سوا چھ پارے پڑھنا

حدیث:۔ حضرت عوف رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسواک فرمائی. وضو فرمایا اور نماز کی نیت باندھ لی۔ میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز میں شریک ہو گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

سورۃ بقرہ ایک رکعت میں پڑھی اور جو آیت رحمت کی آتی اس جگہ دیر تک رحمت کی دعا مانگتے رہتے۔ اور جو آیت عذاب کی آتی اس جگہ دیر تک عذاب سے پناہ مانگتے رہتے۔ سورۃ کو ختم کر کے رکوع کیا اور اتنا ہی لمبا رکوع کیا جتنی دیر میں سورۃ بقرہ پڑھی تھی اور رکوع میں ”سبحان ذی الجبروت والملکوت والعظمۃ پڑھتے جاتے تھے۔ پھر اتنا ہی لمبا سجدہ کیا۔ پھر دوسری رکعت میں اسی طرح سورۃ آل عمران پڑھی اور اس طرح چار رکعت میں سوا چھ پارے ہوتے ہیں۔ بعض مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رکعت میں سورۃ بقرہ۔ آل عمران. مائدہ. تین سورتیں پڑھیں جو تقریباً پانچ پارے ہوتے ہیں۔ یہ جب ہی ہو سکتا ہے کہ جب نماز میں چین اور آنکھوں کی ٹھنڈک نصیب ہو جائے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔ ”اللھم ارزقنا اتباعہ“

حضرت شیخ کا رات بھر نماز پڑھنا

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا پوری رات نماز پڑھنے کا معمول دائمی نہ تھا۔ اسی طرح حضرت شیخ دام مجدہم کا معمول طول قرآت کے ساتھ اوابین کا تو دائمی رہا اور حجاز کے قیام میں جب تک کچھ قوت رہی تو چاشت کی نماز میں بھی کثرت تلاوت کا معمول رہا لیکن تدریسی و تصنیفی مشاغل کی بناء پر رات کو دیر سے سونا ہوتا ہے حتیٰ کہ علمی انہماک کی وجہ سے رات کا کھانا بھی دائمی طور پر حذف فرما رکھا ہے تاکہ کھانے کے بعد نیند کا غلبہ نہ ہو۔ اس لئے گیارہ ماہ تو مختصر تہجد کا معمول ہوتا ہے اور ماہ مبارک رمضان شریف میں چونکہ تدریسی اور تصنیفی مشاغل سے فارغ ہوتے ہیں اس لئے پوری رات نماز کے اندر تلاوت میں گزرتی ہے۔ تراویح کے بعد سے سحری تک نوافل میں تلاوت فرماتے ہیں اور دن کے نوافل کی تلاوت ملا کر روزانہ ایک قرآن پاک اور پانچ یا سات پارے مزید کا دائمی معمول رہا۔ اس میں دن کے اوقات میں کچھ حصہ مصحف شریف سے دیکھ کر بھی ہوتا ہے۔ اور عصر سے مغرب تک نوافل کا وقت نہیں ہوتا تقریباً پانچ پارے زبانی سنانے کا معمول رہا ہے تلاوت میں تیزی کے ساتھ تدبر اور گریہ کی حالت بھی رہتی ہے۔ اور آواز کی بلندی بھی جو زنانہ مکان کے اندر سے باہر کمرے میں ساری رات سنائی دیتی رہتی تھی۔ جس کو احقر حضرت کے کچے گھر کے مردانہ حصہ میں پوری رات

سنتا رہتا۔
حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم (مسجد حرام میں قرآن پڑھتے تھے اور میں حضور کے پڑھنے کی آواز رات کو اپنے گھر کی چھت پر سے سنا کرتی تھی۔
لیکن بعض اوقات حضرت شیخ آہستہ بھی پڑھتے تھے۔ اور حدیث پاک میں آہستہ اور پکار کر پڑھنا دونوں طرح معمول کا ذکر ہے۔

آپ کی گریہ وزاری

۱۔ حضرت عبداللہ بن شخیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے اور رونے کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ سے ایسی آواز نکل رہی تھی جیسے ہنڈیا کا جوش ہوتا ہے۔
ف: یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال خشوع وخضوع کی وجہ سے تھا۔ بعض مشائخ نے لکھا ہے کہ یہ حالت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر اس وقت ہوتی تھی جب اللہ جل جلالہ کی صفات جلالیہ اور صفات جمالیہ دونوں کا ظہور اکٹھے ہوتا تھا اور صفات جلالیہ کے ظہور کی تو کوئی چیز طاقت ہی نہیں رکھتی۔ البتہ صرف صفات جمالیہ کا جس وقت ظہور ہوتا تھا اس وقت ایک سرور اور انبساط کی کیفیت پیدا ہوتی تھی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل مشائخ سلوک کو بھی یہی دو کیفیتیں پیش آتی ہیں۔
۲۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ قرآن شریف سناؤ (شاید حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لئے ارشاد فرمایا کہ سننے میں غور وتدبر پڑھنے سے زیادہ ہوتا ہے یا کسی اور وجہ سے سننے کی رغبت فرمائی ہو کہ بہت سی وجوہ اس کی ہو سکتی ہیں مثلاً یہی کہ قرآن شریف سننے کی سنت بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل سے ثابت ہو جائے میں نے عرض کیا کہ حضور آپ ہی پر تو نازل ہوا ہے اور آپ ہی کو سناؤں (شاید ابن مسعود کو یہ خیال ہوا ہو کہ سنانا تبلیغ اور یاد کرانے کے واسطے ہوتا ہے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ دوسرے سے سنوں میں نے امتثال حکم میں سنانا شروع کیا اور سورہ نساء (جو چوتھے سپارہ کے پونے سے شروع ہوتی ہے)

پڑھنا شروع کی میں جب اس آیت پر پہنچا

﴿فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰؤُلَاءِ شَهِيْدًا﴾.

تو میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کی طرف دیکھا کہ دونوں آنکھیں گریہ کی وجہ سے بہہ رہی تھیں۔

ف۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ رونا کلام الٰہی کے سننے سے ہو کہ تلاوت کلام اللہ کی شان یہی ہے امام نووی رحمتہ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ تلاوت کے وقت رونا عارفین کی شان ہے اور صالحین کا شعار ہے حق تعالیٰ شانہ نے کلام پاک میں متعدد جگہ اس کی تعریف کی ہے چنانچہ ارشاد ہے۔"اِذَا تُتْلٰی عَلَیْھِمْ آیَاتُ الرَّحْمٰن" (سورہ مریم) جب ان پر رحمٰن کی آیتیں پڑھی جاتی تھیں تو زمین پر گر جاتے سجدہ کرتے ہوئے۔ اور روتے ہوئے دوسری جگہ ارشاد ہے۔"اِنَّ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ الآیہ (سورہ بنی اسرائیل) کہ یہ قرآن شریف جب ان پر پڑھا جاتا تو ٹھوڑیوں کے بل گرتے ہیں روتے ہوئے اور یہ قرآن شریف یعنی اس کا سننا ان کے خشوع کو اور بڑھا دیتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ ان آیات کے مطابق اور کون ہو سکتا ہے۔ اسلئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ رونا کلام اللہ شریف کی عظمت و جلال کی وجہ سے ہونا قرین قیاس ہے۔ اس صورت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پہلے سے رو رہے ہوں اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی نگاہ اسی وقت پڑھی ہو قرین قیاس ہے۔

حضرت شیخ کا معمول

قرآن پاک کی تلاوت کے وقت محبوب العارفین حضرت شیخ الحدیث صاحب کا کثرت سے رونا سب خدام کے علم میں ہے رمضان کے علاوہ حضرت تلاوت قرآن پاک عموماً تہجد اور اوابین اور ظہر کی سنتوں میں فرماتے ہیں لیکن رمضان المبارک میں جو روزانہ ایک قرآن پاک کے ختم کرنے کا معمول تھا اس میں تہجد کی نفلوں میں آواز سے پڑھتے تھے اور چاشت کے وقت ایک پارہ دیکھ کر آہستہ پڑھتے اور ظہر کے بعد تلاوت پھر عصر سے افطاری کے وقت تک تلاوت آواز سے ہوتی تھی جس میں گریہ طاری رہتا تھا اور پڑھنے میں تیزی کے ساتھ کمال درجہ کا تفکر اور تدبر بھی ہوتا تھا جس کو سننے والا لہجے سے معلوم کر لیتا تھا کہ ہر مضمون کا حق ادا کرتے تھے یعنی بشارت پر خوشی کا گریہ اور خوف کی آیت پر خوف آمیز خشوع خضوع ظاہر ہوتا تھا

حضرت درس حدیث اور اپنی عام مجلس میں بھی گفتگو کے دوران گریہ فرماتے تھے لیکن اس کا احساس اجنبی کے لئے مشکل تھا کیونکہ اکثر گریہ کی حالت میں بھی چہرے پر مسکراہٹ ہوتی تھی اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے۔

صلوٰۃ التسبیح

حدیث:۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔ اے عباس، اے میرے چچا کیا میں تمہیں ایک عطیہ کروں ایک بخشش کروں، ایک چیز بتاؤں، تمہیں دس چیزوں کا مالک بناؤں۔ جب تم اس چیز کو کروگے تو حق تعالیٰ شانہ، تمہارے سب گناہ پہلے اور پچھلے، پرانے اور نئے، غلطی سے کئے ہوئے اور جان بوجھ کر کئے ہوئے اور کھلم کھلا کئے ہوئے سب ہی معاف فرمادیں گے۔ وہ کام یہ ہے کہ چار رکعت نفل صلوٰۃ التسبیح کی نیت سے پڑھو اور ہر رکعت میں جب الحمد اور سورت پڑھ چکو تو رکوع سے پہلے "سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر" پندرہ مرتبہ پڑھو۔ پھر جب رکوع کرو تو دس مرتبہ اس میں بھی پڑھو۔ پھر جب رکوع سے کھڑے ہو تو دس مرتبہ۔ پھر سجدہ کرو تو دس مرتبہ اس میں پڑھو۔ پھر سجدہ سے اٹھ کر بیٹھو تو دس مرتبہ پڑھو۔ پھر جب دوسرے سجدہ میں جاؤ تو دس مرتبہ اس میں پڑھو پھر جب دوسرے سجدہ سے اٹھو تو دس مرتبہ (دوسری رکعت میں) کھڑے ہونے سے پہلے بیٹھ کر پڑھو۔ ان سب کی میزان پچھتّر (۷۵) ہوئی۔ اسی طرح ہر رکعت میں پچھتّر دفعہ ہوگا۔ اگر ممکن ہو سکے تو روزانہ ایک مرتبہ اس نماز کو پڑھ لیا کرو۔ یہ نہ ہو سکے تو ہر جمعہ کو ایک مرتبہ پڑھ لیا کرو۔ یہ بھی نہ ہو سکے تو ہر مہینہ میں ایک مرتبہ پڑھ لیا کرو۔ یہ بھی نہ ہو سکے تو عمر بھر میں ایک مرتبہ پڑھ ہی لو۔

ف۔ اس نماز کے متعلقہ فقہی مسائل "فضائل ذکر" کے آخر میں ملاحظہ فرمائیں۔ حضرت اقدس کا "صلوٰۃ التسبیح" کا دائمی معمول بروز جمعہ کا رہا ہے۔ ہندوستان کے قیام میں زوال کے بعد اور حجاز مقدس کے قیام میں زوال سے پہلے پڑھنے کا معمول رہا ہے۔ کیونکہ حجاز میں زوال کے فوراً بعد خطبہ کی اذان ہو جاتی ہے اور ماہ مبارک میں تو روزانہ ہی "صلوٰۃ التسبیح" کا معمول رہا۔

اس اعتبار سے اس حدیث پاک کے تقریباً ہر ہر جزو پر عمل ہوگیا۔ حضرت کے بعض خدام کا معمول اس نماز کو روزانہ پڑھنے کا بھی ہے۔

آپ کے روزوں کا بیان

حدیث:۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو رمضان، شعبان کے سوا دو ماہ کامل روزے رکھتے نہیں دیکھا۔

روزوں کے متعلق حضرت شیخ کا عمل

اس حدیث پاک کے مطابق ہمارے حضرت اقدس نے بھی جب کہ ۱۳۸۹ء میں سفر حجاز فرمایا تو اس کا اہتمام فرمایا کہ جب سے گھر سے روانہ ہوئے تو باوضو اور باصوم روانہ ہوئے۔ جب حجاز مقدس پہنچے تو یہاں سخت گرمی کے دن چل رہے تھے اور لو خوب چل رہی تھی۔ حضرت والا اندر کی بنیان (موٹی کمری) پانی میں بھگو کر زیب تن فرما کر مدرسہ شرعیہ سے جو کہ بالکل مسجد نبوی شریف کے متصل ہے چلتے۔ مسجد شریف پہنچنے تک وہ خشک ہو جاتی اور واپسی پر گیلی ایک لنگی سر پر ڈال کر واپس اپنے قیام گاہ پر آ جاتے۔ حضرت والا کا روزوں کا سلسلہ برابر جاری رہا۔ اس وقت حضرت کے کمرے میں کولر بھی نہیں تھا حضرت کے متعلقین اصرار کرتے رہے کہ اس ضعف و پیری میں اور اس لو میں آپ اس وقت روزوں کا سلسلہ موقوف فرمادیں۔ جب اصرار زیادہ ہونے لگا تو حضرت نے "شہرین متتابعین توبتہ من اللہ" کی نیت فرمائی اور بہت ہی اہتمام سے سخت گرمیوں میں دو ماہ کے روزے پورے فرمائے اور اس طرح حضرت والا کی دعاء جو حضرت نے شرح شمائل میں اس حدیث پاک کی شرح کے بعد لکھی ہے۔ اللہ جل شانہ نے اپنے فضل و کرم سے مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم میں قبول فرمالی۔ اور حضرت نے شدید لو اور گرمی میں دو مہینہ کے روزے لگاتار پورے فرمائے۔ "اللہم وفقنا اتباعہ"

ایک جامع دعاء

ف۔ دعا کو حدیث پاک میں مخ العبادۃ فرمایا گیا ہے۔

حدیث:۔ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنی دعائیں تعلیم فرمائیں کہ ہم ان کو یاد نہ کر سکے تو ہم نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ آپ نے بہت سی دعائیں ارشاد فرمادیں تو ہم ان کو یاد نہیں کر سکتے۔

تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمہیں ایسی چیز نہ بتاؤں جو ان سب

دعاؤں کو شامل ہو۔ یہ دعا پڑھا کرو۔

اللَّهُمَّ إِنَّا نَسْأَلُكَ مِنْ خَيْرِ مَا سَأَلَكَ مِنْهُ نَبِيُّكَ مُحمد صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ ما اسْتَعَاذَ مِنْهُ نَبِيُّكَ مُحَمَّد صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم وَأَنْتَ الْمُسْتَعَانُ وَعَلَيْكَ الْبَلاَغُ وَلاَ حَوْلَ وَلاَ قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ.

ترجمہ: اے اللہ ہم تجھ سے ہر اس خیر کا سوال کرتے ہیں جس کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تجھ سے سوال کیا اور ہر اس برائی سے پناہ مانگتے ہیں جس سے تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پناہ مانگی ہو۔ تجھ ہی سے مدد چاہی جاتی ہے اور ساری حاجات کی تیری ہی طرف سے کفایت ہوتی ہے۔ اور نہیں ہے گناہوں سے بچنے کی قوت اور نہ طاعت پر پابندی کی طاقت مگر اللہ ہی کی طرف سے

حضرت شیخ کا اس دعاء کے متعلق معمول

حضرت شیخ دام مجدہم فرماتے ہیں کہ اس دعا کا ۱۳۳۲ھ سے میرا معمول ہے۔

درود شریف کی فضیلت

قَالَ الله تَبَارَكَ وَتَعَالَى :

﴿إِنَّ اللَّهَ وملائكته يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْماً﴾.

حدیث:۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ مجھ پر درود شریف پڑھنا پل صراط پر گزرنے کے وقت نور ہے۔ اور جو شخص جمعہ کے دن ۸۰ مرتبہ مجھ پر درود بھیجے اس کے ۸۰ سال کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور ۸۰ سال کی عبادت کا ثواب اس کے لئے لکھا جائے گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث میں یہ نقل کیا گیا ہے کہ جو شخص جمعہ کے دن عصر کی نماز کے بعد اپنی جگہ سے اٹھنے سے پہلے ۸۰ مرتبہ یہ درود شریف پڑھے۔

اللَّهُمَّ صَلِّ على محمدِ النَّبِيِّ الأُمِّيِّ وَعَلى آلِهِ وَسَلِّمْ تَسْلِيْماً.

تو اس کے ۸۰ سال کے گناہ معاف ہوں گے۔ اور اسی سال کی عبادت کا ثواب اس کے لئے لکھا جائیگا۔

حضرت شیخ کا معمول

بہت عرصہ ہوا کہ ایک دفعہ احقر نے حضرت سے پوچھا کہ آپ جمعہ کے دن دیر تک عصر کے بعد کیا پڑھتے ہیں۔ تو احقر کو حضرت نے مذکورہ بالا درود شریف بتایا اور بندہ نے اسی وقت لکھ کر یاد کر لیا۔ مگر اب تو حضرت اقدس کا یہ معمول بہت مشہور گیا اور خدام کا اس پر پابندی سے عمل ہو گیا۔ اور کئی جگہ مستقل چھپ کر شائع بھی ہو گیا۔

جمعہ کی آخری ساعت

حدیث:۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جمعہ میں ایک ایسی ساعت ہے کہ اگر کوئی مسلمان اس وقت اللہ سے دعا کرے تو ضرور قبول ہو۔ (بخاری و مسلم)

علماء مختلف ہیں کہ یہ ساعت جس کا ذکر حدیث پاک میں ہے کس وقت ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ نے "شرح سفر السعادۃ" میں چالیس قول نقل کئے ہیں۔ مگر ان سب میں دو قولوں کو ترجیح دی ہے۔ ایک یہ کہ وہ ساعت خطبہ پڑھنے کے وقت سے نماز کے ختم تک ہے مگر اس وقت دل ہی دل میں دعا کی جاتی ہے۔ دوسرے یہ کہ وہ ساعت آخر دن میں ہے۔ اس دوسرے قول کو ایک جماعت کثیرہ نے اختیار کیا ہے۔ اور بہت سی احادیث اس کی مؤید ہیں۔

حضرت دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ روایت صحیح ہے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جمعہ کے دن کسی خادمہ کو حکم دیتی تھیں کہ جب جمعہ کا دن ختم ہونے لگے تو ان کو خبر کر دے تاکہ اس وقت وہ ذکر اور دعا میں مشغول ہو جائیں۔

حدیث:۔ ترمذی شریف میں بھی ایک حدیث ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ واصحابہ وسلم نے فرمایا کہ "شاہد" (جو سورۃ بروج میں ہے) سے مراد جمعہ کا دن ہے۔ کوئی دن جمعہ سے زیادہ بزرگ نہیں۔ اس میں ایک ایسی ساعت ہے کہ کوئی مسلمان اس میں دعا نہیں کرتا مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہے۔ اور کسی چیز سے پناہ نہیں مانگتا مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کو پناہ دیتا ہے۔

حضرت شیخ کا جمعہ کی آخری ساعت کا معمول

حضرت اقدس شیخ کی مجلس عام کا معمول ہمیشہ سے بعد عصر کا رہا ہے۔ اسی مجلس میں باطنی

افادہ کے علاوہ نئے مہمانوں کی ملاقات، چائے، گفتگو، تعویذ وغیرہ اور ضروری مختصر ڈاک وغیرہ کئی کام ہو جاتے تھے۔ بعد میں اس مجلس میں کسی کتاب کے سننے کا دستور بھی ہو گیا تھا۔ یہ مجلس جمعہ کے روز عصر کے بعد نہیں ہوتی تھی۔ بلکہ عصر کے بعد حضرت مسجد میں اسی ۸۰ دفعہ والا، درود شریف پڑھ کر اپنی قیام گاہ (کچا گھر) میں تشریف لا کر کواڑ بند کر لیتے اور مغرب سے چند منٹ پہلے کواڑ کھولتے تھے۔ اس میں دعا اور مراقبہ میں مشغولی ہوتی تھی۔ جب حضرت کو اٹھنے بیٹھنے میں معذوری ہو گئی اور خود کواڑ بند کرنے مشکل ہو گئے تو حضرت کا ایک خادم مکان کے باہر تالہ لگا دیتا تھا تاکہ حضرت کے معمول سے ناواقف اجنبی بھی اندر نہ آسکے۔

جمعہ کے دن سورۃ کہف پڑھنے کا اہتمام

حدیث:۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جمعہ کے دن کوئی سورۃ کہف پڑھے تو اس کے لئے عرش کے نیچے آسمان کے برابر بلند ایک نور ظاہر ہو گا کہ قیامت کے اندھیرے میں اس کے کام آئے گا۔ اور اس جمعہ سے پچھلے جمعہ تک جتنے گناہ اس سے ہوئے تھے سب معاف ہو جائیں گے۔ (شرح سفر السعادۃ)

علماء نے لکھا ہے کہ اس حدیث میں گناہ صغیرہ مراد ہیں۔ اس لئے کہ کبیرہ بے توبہ کے نہیں معاف ہوتے۔ واللہ اعلم وھوارحم الراحمین۔

ف۔ جو جمعہ کے جملہ آداب کا خیال کریگا اس کو ان اعمال کے درمیان توبہ واستغفار کی توفیق بھی ہو ہی جاتی ہے۔

حضرت شیخ کا معمول

جمعہ کے روز سورۃ کہف پڑھنے کا بھی دائمی معمول حضرت اقدس کا رہا ہے بلکہ اپنے متوسلین کے لئے جو معمولات کا پرچہ مرتب فرمایا ہے اس میں بھی سورۃ کہف شامل ہے۔

حدیث:۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جمعہ کو ارشاد فرمایا کہ اے مسلمانو! اس دن کو اللہ تعالیٰ نے عید مقرر فرمایا ہے۔ پس اس دن غسل کرو اور جس کے پاس خوشبو ہو وہ خوشبو لگائے اور مسواک کو اس دن لازم کر لو۔

حدیث:۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن فجر کی نماز میں سورۃ "الم سجدہ" اور

"ھل اتی علی الانسان" (سورہ دہر) پڑھتے تھے۔

حضرت شیخ کا عمل

جمعہ کے دن فجر کی نماز میں حضرت اقدس کی مسجد میں امام کو ہمیشہ یہ ہدایت ہوتی کہ وہ ان مسنون سورتوں کا بہت اہتمام کرے اور ہمیشہ اس پر مواظبت ہوتی۔ ماہ مبارک میں مجمع بہت زیادہ ہوتا اس میں نو وارد بھی کافی ہوتے لیکن اس کے باوجود اس پر عمل برابر جاری رہتا۔ لوگوں کی سہولت کے لئے نماز سے پہلے اعلان بھی کر دیا جاتا کہ پہلی رکعت میں سجدہ ہے۔ کبھی حضرت امام کو بلا کر یہ بھی فرما دیتے کہ سورۃ سجدہ اور سورۃ دہر نہ چھوڑ دینا کہ کہیں مجمع کی زیادتی سے چھوڑ دے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا کہ امام عذر کر دیتا کہ میرے بس کا نہیں ہے تو حضرت مسکرا دیتے۔ اور جو امام بہ آسانی پڑھ سکتا ہوتا اس کو متعین فرما دیتے۔ اور اپنا ایک واقعہ بھی سنایا کرتے تھے کہ ایک مرتبہ رائے پور حضرت اقدس مدنی نور اللہ مرقدہ کے ہمراہ تھا۔ جمعہ کی فجر کی نماز کا وقت ہو گیا کسی کو امام بننے کی ہمت نہ ہوتی تھی کہ ایک مولوی صاحب نے نماز پڑھائی۔ سلام کے فوراً بعد حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ کیا آپ کو معلوم نہیں تھا کہ آج جمعہ کا دن ہے۔ (یعنی سورۃ سجدہ اور سورۃ دہر، کیوں نہ پڑھی)

جمعہ کے روز غسل

چونکہ جمعہ کا دن بہت ہی مبارک ہے اور سارے دنوں کا سردار ہے۔ اس دن کی بہت فضیلت احادیث پاک میں آتی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت ساری سنتیں اس دن میں حدیثوں میں آتی ہیں ہم نے بھی حضرت اقدس کو ان مبارک سنتوں پر بہت اہتمام سے عمل کرتے دیکھا ہے۔

مثلاً جمعہ کا غسل جو کہ مسنون ہے حضرت والا کو باوجود ضعف و پیری اور سخت احتیاج کے کہ پانچ چھ خادم مل کر غسل کراتے تھے۔ سخت سردیوں میں بھی اس کا اہتمام فرماتے ساتھ ہی غسل میں سر اور ڈاڑھی میں "خطمی" کے استعمال کا جو کہ مسنون ہے اور جس پر عمل قریب قریب بالکل ہی متروک ہے۔ حضرت والا کو بہت ہی اہتمام ہوتا ہے۔ اور احقر کو اس خدمت کی اکثر سعادت حاصل رہی۔ اس کے علاوہ عطر کا استعمال اور دوپہر کے کھانے کا بعد

جمعہ ہونا امور مسنونہ کا اس مبارک دن میں حضرت کے ہاں ہمیشہ بہت اہتمام دیکھا گیا۔

مسواک کی سنت

حدیث:۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دو رکعتیں مسواک کر کے پڑھنا ان ستر (۷۰) رکعتوں سے افضل ہے جو بے مسواک کے پڑھی جائیں۔

ایک حدیث میں ہے کہ مسواک کا اہتمام کیا کرو کہ اس میں دس فائدے ہیں۔ پہلا منہ کو صاف کرتی ہے۔ دوسرا اللہ کی رضا کا سبب ہے۔ تیسرا شیطان کو غصہ دلاتی ہے۔ چوتھا مسواک کرنے والے کو اللہ تعالیٰ محبوب رکھتے ہیں۔ پانچواں فرشتے محبوب رکھتے ہیں۔ چھٹا مسوڑوں کو قوت دیتی ہے۔ ساتواں بلغم کو قطع کرتی ہے۔ آٹھواں منہ میں خوشبو پیدا کرتی ہے۔ نواں مرنے کے وقت کلمہ نصیب ہوتا ہے۔ اور دسواں یہ کہ سنت ہے جو سب کے علاوہ ہے۔

ف۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری عمل یہی تھا۔ علماء نے لکھا ہے کہ مسواک کے اہتمام میں ستر فائدے ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ مرتے وقت کلمہ شہادت پڑھنا نصیب ہوتا ہے۔

حضرت شیخ کا مسواک کا اہتمام

حضرت کو ساری عمر سے مسواک کا بہت ہی اہتمام رہا حتیٰ کہ اب دہن مبارک میں کوئی بھی دانت باقی نہ رہا تو محض مسوڑوں پر ہی مسواک ضرور استعمال فرماتے ہیں۔ اب تو اپنے ہاتھ سے مسواک کرنے کی قوت بھی نہیں رہی۔ تو وضو کروانے والا خادم اپنے ہاتھ سے حضرت کے مسوڑوں پر مسواک ضرور پھیرتا ہے۔ اور اگر کبھی بھول جائے تو طلب فرماتے ہیں۔

آپ کے خوشبو لگانے کا ذکر

پہلے بھی خوشبو کا ذکر آیا یہاں حضرت شیخ کا اس پر عمل ذکر کرنا مقصود ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن شریف سے خود خوشبو مہکتی تھی۔ چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ میں نے کوئی خوشبو عنبر نہ مشک نہ کوئی اور خوشبو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو سے زیادہ عمدہ سونگھی۔ روایت ہے کہ جس کوچہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گزرتے تھے بعد کے گزرنے والے اس کوچہ کو خوشبو سے مہکتا ہوا پا کر سمجھ لیتے تھے کہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی اس راستے سے گزر ہوا ہے۔
حدیث:۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک "سکہ" تھا اس سے خوشبو استعمال فرماتے تھے۔

حضرت شیخ کا خوشبو استعمال فرمانا

حضرت اقدس کے خوشبو کے کثرت استعمال کو تو سب ہی جانتے ہیں لیکن حسن کی وجہ سے بدن مبارک سے بھی خوشبو آتی ہے۔ چنانچہ حضرت کا مشلح (عربی چوغہ) اور کرتہ پر تو خوشبو لگانے کا دستور ہے۔ اندر کی بنیان پر خوشبو نہیں لگاتے مگر گرمیوں میں پسینے سے بھیگی ہوئی آٹھ روز کے بعد جب کمری بدلی جاتی ہے تو اس میں بھی خوشبو مہکا کرتی ہے۔
اس حدیث میں سکہ کا بھی ذکر ہے جس کے معنی اکثر علماء کے نزدیک عطردان ہے۔ تو حضرت کے یہاں بھی ہمیشہ ایک ڈبے میں عطر کی مختلف شیشیاں رکھی رہتی ہیں۔

اذان کی فضیلت

حدیث:۔
عن معاوية رَضِيَ الله تَعَالٰى عَنْه: قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰه تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسلَّم يَقُوْلُ: «المُؤَذِّنون أَطْوَلُ النَّاسِ أَعْنَاقاً يَوْمَ القيامةِ».
حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں سنا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ نے فرمایا کہ مؤذنوں کی گردنیں قیامت کے دن لمبی ہوں گی۔ بطور اعزاز کے۔
حدیث:۔ حضرت عبداللہ بن عبدالرحمٰن انصاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھ سے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں دیکھتا ہوں کہ تم کو بکریاں اور صحرا بہت پسند ہیں (یعنی اکثر اوقات تم بکریوں کی وجہ سے صحراء میں رہتے ہو) تو جب صحرا میں ہو اور نماز کے لئے اذان دو تو آواز خوب اونچی کیا کرو۔ کیونکہ جہاں تک مؤذن کی آواز جاتی ہے وہاں تک جنات اور انسان سب سننے والے قیامت میں اس کی (توحید کی اور مسلمان ہونے کی) گواہی دیں گے۔ یہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ (بخاری)

رغبت ثواب

حدیث:۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمارے لئے غزوہ بدر میں ہر

تین آدمیوں میں ایک اونٹ سواری کے لئے تھا۔ حضرت ابو لبابہ رضی اللہ عنہ. اور حضرت علی رضی اللہ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم سفر تھے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نمبر پیادہ چلنے کا آیا. تو ان دونوں حضرات نے عرض کیا کہ ہم آپ کے عوض پیدل چل لیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم دونوں مجھ سے قوی نہیں اور نہ میں ثواب سے بے پرواہ ہوں۔ (حیات صحابہ)

حضرت شیخ کا عمل

یوں تو حضرت اقدس کی ساری زندگی عزیمت پر عمل اور رضائے الٰہی میں حرص اور شوق کے جذبے کی شاہد عدل ہے مگر یہاں احادیث بالا کے مطابق اذان کا ذکر کرنا ہے۔

مساجد میں تو مؤذن مقرر ہوتے ہیں اذان دینا انہی کا حق ہوتا ہے اور مؤذن کو اذان سے کم از کم نصف گھنٹہ پہلے مسجد میں موجود ہونا بھی ضروری ہوتا ہے۔ جو کہ خدمات دینیہ خصوصاً علمی مشاغل والوں کے لئے ان مشاغل عالیہ کے حرج کا باعث ہوتا ہے۔ اس لئے سفر وغیرہ کی حالت میں دوسروں کو اذان دینے کا موقعہ مل جاتا ہے۔ حضرت کو اپنی قوت کے زمانہ میں اس کا اہتمام رہا کہ اذان دینے میں سبقت کریں۔

چنانچہ جب اپنے مرشد حضرت مولانا خلیل احمد صاحب قدس سرہ کے ہمراہ ریل کا سفر ہوتا تو حضرت چلتی گاڑی میں کھڑکی سے منہ نکال کر بہت ہی لمبی اذان دیتے۔ تاکہ اذان کی آواز کئی میل تک پہنچ جائے جو چلتی گاڑی میں آسان ہے۔ اور اس ترکیب سے مذکورہ حدیث کی فضیلت حاصل ہو جائے۔

۱۳۸۴ھ میں جب حضرت اقدس حجاز مقدس تشریف لائے تو جدہ سے مکہ مکرمہ آتے وقت حدیبیہ کے مقام پر مغرب کا وقت ہو گیا۔ اس سفر میں حضرت جی مولانا محمد یوسف رحمتہ اللہ علیہ بھی ہمراہ تھے۔ حدیبیہ میں ماثورہ مقام پر نماز ادا کرنا تجویز ہوا۔ وہاں سب خدام وضو وغیرہ کی تیاری میں لگ گئے حضرت تو باوضو ہی تھے۔ احقر نے دیکھا کہ وقت ہوتے ہی حضرت ایک طرف بڑھے اور زور سے اذان شروع فرما دی۔

ڈاکٹر اسماعیل صاحب کا بیان ہے کہ سنہ ۱۳۸۸ھ کے عمرہ والے آٹھ ماہانہ قیام میں بھی انہوں نے دیکھا جب کہ گاڑی میں سفر ہوا تھا اور بغیر سہارے کے حضرت نہ چل سکتے تھے نہ

کھڑے ہو سکتے تھے اس وقت خلیص کے مقام پر مغرب کی نماز کے لئے ٹھہرے تو حضرت نے باوجود اس معذوری کے کھڑے ہو کر اذان کہی۔

اس سنت اور اس کی فضیلت حاصل کرنے کا شوق عوام میں تو ہوتا ہے لیکن بڑے علماء اور مشائخ کو بہت کم اس کا اہتمام کرتے دیکھا گیا۔

آپ کا تواضع فرمانا

قَال الله تَعالٰی : ﴿وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنْ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمؤمِنِيْن﴾.

﴿يَا أَيُّهَا النَّاس إنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّأُنْثٰى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوْباً وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوْا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ أَتْقَاكُمْ﴾.

ف۔ صاحب معراج سید الکونین حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم تمام دنیا سے زیادہ متواضع تھے۔ صوفیاء کرام کہتے ہیں کہ حقیقی تواضع تجلی شہود کے دوام کے بغیر حاصل نہیں ہوتی۔

حضرت شیخ دام مجدہم تحریر فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے تواضع کے واقعات ایک دو نہیں ہزاروں سے زیادہ ہیں۔ اس لئے ان کا احاطہ تو کیسے ممکن ہو سکتا ہے صرف نمونہ کے طور پر لکھا جاتا ہے۔

حدیث:۔ ایک مرتبہ کسی سفر میں چند صحابہ رضی اللہ عنہم نے ایک بکری ذبح کرنے کا ارادہ فرمایا اور اس کا کام تقسیم فرما دیا۔ ایک نے اپنے ذمہ ذبح کرنا لیا۔ دوسرے نے کھال نکالنا۔ کسی نے پکانا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پکانے کے لئے لکڑی اکٹھی کرنا میرے ذمہ ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ حضور! یہ کام ہم خود ہی کر لیں گے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ تو میں بھی سمجھتا ہوں کہ تم لوگ اس کو بخوشی کر لو گے لیکن مجھے یہ بات پسند نہیں کہ مجمع میں ممتاز ہوں۔ اور اللہ جل شانہ وجل جلالہ بھی اس کو پسند نہیں فرماتے۔

حضرت شیخ کا عمل

ف۔ تکلف اور تصنع کی تواضع اور عرفی جھوٹے وقار سے حضرت اقدس بہت دور ہیں۔ نہ تو اپنے لئے پسند کرتے ہیں اور نہ ہی اپنے خدام کے لئے۔ حقیقی تواضع جس کا اوپر ذکر آیا ہے۔ اور حقیقی وقار صفائی معاملات میں اعلیٰ حوصلگی وایثار وسخاوغیرہ حضرت کی زندگی میں نمایاں ہیں۔

خصوصاً تواضع اور ایسی تواضع جس کے ہونے پر حضرت کو التفات بھی نہیں ہوتا۔

کچی اینٹیں اور لکڑیاں ڈھونا

حضرت کا معمول تھا کہ مدرسہ مظاہر العلوم (جس کے حضرت شیخ الحدیث تھے) میں استنجاء کے ڈھیلوں کے لئے کچی اینٹیں اور حمام گرم کرنے کی لکڑیوں کی گاڑیاں آیا کرتی تھیں۔ حضرت فرماتے تھے کہ میں نے مدرسہ کے دربان سے کہہ رکھا تھا کہ جب اینٹوں اور لکڑیوں کی گاڑی آئے تو اوپر درس گاہ میں مجھے اطلاع کر دے۔ جب بھی گاڑی آتی میں گھنٹہ کے ختم پر ایک طالب علم کو مولانا عبد الرحمٰن صاحب (صدر مدرس) کے پاس یہ کہہ کر بھیج دیتا تھا کہ اینٹیں آئی ہیں میں نیچے جا رہا ہوں۔ مولانا مرحوم بھی فوراً پہنچ جاتے تھے۔ اور ہم دونوں کو جاتے دیکھ کر دونوں کے یہاں کی جماعتیں ایسی دوڑتیں کہ ہم سے پہلے وہاں پہنچ جاتے ہم دونوں کو تو ایک پھیرا بھی مشکل سے آتا تھا۔

بیمار کی عیادت کا ثواب

حدیث:۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ سخت مریض ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ دونوں حضرات پاپیادہ میری عیادت کو تشریف لائے۔ یہاں پہنچ کر دیکھا کہ میں بے ہوش پڑا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اور وضو کا پانی مجھ پر چھڑکا۔ جس سے مجھے افاقہ ہو گیا۔ اور میں نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں تو میں نے اپنے ترکہ کے متعلق سوال کیا۔ جس پر میراث کی آیت نازل ہوئی۔

حدیث:۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کی بیمار پرسی صبح کے وقت کرے تو شام تک اس کے لئے ستر ہزار فرشتے دعاء کرتے ہیں۔ اور اگر شام کو کرے تو صبح تک ستر ہزار فرشتے دعاء کرتے ہیں۔

حضرت شیخ کا معمول:

بیماری کی عیادت کا معمول حضرت اقدس کا بہت کثرت سے رہا، حتی کہ اب انتہائی معذوری میں بھی جب تک گاڑی میں بیٹھ کر جانے کی طاقت رہی حضرت عیادت کو جاتے رہے۔ اولیاء اللہ، مشائخ اور بڑے لوگوں کی عیادت کو تو سب ہی کے جانے کا رواج ہے۔

لیکن اپنے ادنیٰ خادم کے ہاں جانا یہ حضرت کی کمال علوشان ظاہر کرتا ہے۔
ایک دفعہ احقر مدینہ طیبہ میں بیمار تھا اور احقر کا مکان کچے راستوں میں سے ہو کر ایک بے آباد باغ کے اندر تھا۔ حضرت اپنے خادم خاص الحاج ابو الحسن صدیقی کے ساتھ اس جگہ تشریف لے آئے اور پڑھ کر بندہ پر دم کیا۔ جس سے مجھے افاقہ ہو گیا۔ اور مجھے تکلیف کی جگہ پر دیکھ کر کوئی سہولت کی جگہ ملنے کی دعا بھی فرمائی، جس کے بعد مجھے بلا کسی کوشش کے حرم شریف کے قریب راحت کا مکان بھی مل گیا۔

مردے کو غسل اور کفن دینے کا ثواب

حدیث:۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص مردے کو غسل دے تو گناہوں سے ایسا پاک ہو جاتا ہے جیسے کہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے۔ اور جو کسی مردے پر کفن ڈالے تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت کا جوڑا پہنائیں گے۔

حضرت شیخ کا معمول

مدرسہ مظاہر العلوم کے طلبہ اکثر تو دار الاقامہ میں رہتے ہیں۔ لیکن بعض امامت کی مد میں شہر کے مختلف محلوں کی مساجد میں بھی رہتے ہیں۔ حضرت اقدس کو جب بھی کسی غریب الوطن طالب علم کی وفات کی اطلاع ملتی تو فوراً وہاں پہنچ کر اس کو غسل دیتے چاہے رات کا وقت ہو اور جگہ بھی دور ہو۔ اور بعض وقت فوت ہونے والا چیچک وغیرہ ایسے مرض کا شکار ہوتا جس سے گھن اور تعفن بھی ہوتی اور ظاہری نجاست سے آلودگی بھی ہوتی۔ مگر حضرت بہ ایں نفاست طبع اپنے دست مبارک سے اس کو غسل دیتے۔ حضرت مولانا حافظ عبد اللطیف صاحب کی وفات کے وقت حضرت پر بڑھاپے کے آثار اور امراض کی وجہ سے کئی قسم کی معذوریاں بھی ہو گئیں تھیں لیکن حضرت غسل کے لئے اس حالت میں بھی تشریف لے گئے۔ احقر بھی خادمانہ ہمراہ تھا۔
حضرت نے ایک مرتبہ تحدیث بالنعمۃ کے طور پر فرمایا کہ میں نے تقریباً دو سو مردوں کو غسل دیا ہو گا اور مجھے اللہ کی ذات سے اس پر بڑے اجر کی امید ہے۔

صلہ رحمی کرنے والا

حدیث:۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ شخص صلہ رحمی کرنے والا نہیں ہے جو برابر، برابر کا معاملہ کرنے والا ہو۔ صلہ رحمی کرنے والا وہ ہے جو دوسرے کے توڑنے پر صلہ رحمی کرے۔

حضرت شیخ کا واقعہ

(ذرا دل تھام کر پڑھنا اے متبع سنت دوستو!)

حضرت شیخ دام مجدہم فرماتے ہیں کہ میرا اور میرے چچا جان (حضرت مولانا محمد الیاس صاحب دہلوی رحمتہ اللہ علیہ) کا ہمیشہ یہ معمول رہا کہ اپنی یک شبانہ حاضری کاندھلہ میں جملہ اعزہ کے گھروں پر جا کر ان سے ایک ایک دو دو منٹ کے لئے ضرور ملتے۔ میرا کاندھلہ جانا چھ ماہ، آٹھ ماہ میں ایک شب کے لئے ہوتا تھا۔ ایک دفعہ آٹھ ماہ بعد میرا کاندھلہ جانا ہوا۔ اور اپنی عادت کے موافق سب گھروں کا چکر لگایا میرے محترم عزیز برادر معظم ماسٹر محمود الحسن کاندھلوی مرحوم اس وقت کاندھلہ میں تھے۔ میرے ساتھ وہ بھی بادل نخواستہ میری خاطر میں مٹر گشت میں چل دیئے۔ میں ایک عزیز کے گھر گیا جو ایک معمولی سی بات پر اور محض غلط فہمی سے اپنے دل میں مجھ سے ناراض تھے جس کا مجھے احساس تک بھی نہ تھا۔ (جس کا مفصل قصہ آپ بیتی نمبر ۳ میں آموں والا قصہ کے عنوان سے درج ہے یہاں اختصار کے خیال سے درج نہیں کیا) میں نے جا کر سلام کیا انہوں نے منہ پھیر لیا۔ میں نے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھائے مرحوم نے ہاتھ کھینچ لیا۔ بھائی محمود کا اس وقت غصہ کے مارے چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔ میں نے ایک مونڈھا کھینچا اور ان عزیز کے قریب بیٹھ کر چلا آیا۔ انہوں نے میری طرف منہ نہیں کیا۔ جب وہاں سے واپس آ رہا تھا راستے میں بھائی محمود نے کہا بے غیرت بے حیا پھر بھی ان کے یہاں آئے گا

میں نے کہا ضرور آؤں گا، یہ ان کا فعل تھا جو انہوں نے کیا، وہ میرا فعل ہو گا جو میں کروں گا۔ ہمیں حدیث شریف میں "صِلْ مَنْ قَطَعَکَ" کا حکم دیا گیا ہے۔

مگر مالک کا ایک عجیب احسان یہ رہا کہ جس جس سے ابتداءً لڑائی رہی اس سے انتہاء وہ

تعلقات بڑھے کہ شاید وباید۔ یہ مرحوم عمر میں مجھ سے بڑے تھے۔ آخر میں ان کا یہ اصرار رہا کہ "تجھ ہی سے بیعت ہوں گا۔ اور تیرے ہی پاس ٹھہر کر مروں گا۔" اتنا بڑھا کہ حد و حساب نہیں۔
ف۔ یہ اتباع شریعت و سنت کی برکت ہے کہ رحمٰن و ودود جل شانہ دلوں میں محبت پیدا فرما دیتے ہیں۔

آپ کی معیشت اور زہد و سخا

قَالَ اللہ تَبَارك وَتعَالٰی : ﴿الْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَالْبَاقِيَات الصَّالِحَاتُ خَير عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَاباً وَخَير أَمَلاً﴾.
وقال جَلَّ جلالُه : ﴿ثُمَّ لَتُسْأَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْم﴾.
﴿وَمَا الْحَيٰوة الدُّنْيَا إلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ﴾.

آپ کے بستر کا بیان

ف۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کس قسم کے بستر پر آرام فرماتے تھے۔ وہ ان روایات سے معلوم ہو گا جو اس باب میں ذکر ہوئی ہیں۔ اور ہم امتیوں کے قالینوں اور فرشوں کا کیا حال ہے وہ نگاہوں کے سامنے ہے۔
حدیث:۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سونے اور آرام فرمانے کا بستر چمڑے کا ہوتا تھا۔ جس میں کھجور کے درخت کی چھال بھری ہوئی تھی۔
متعدد روایات میں وارد ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب نرم بستر بنانے کی درخواست کرتے تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ مجھے دنیاوی راحت و آرام سے کیا کام میری مثال اس راہ گزر جیسی ہے جو چلتے چلتے راستے میں ذرا آرام کے لئے کسی درخت کے سایہ کے نیچے بیٹھ گیا اور تھوڑی دیر آرام کر کے آگے چل دیا۔
حدیث: امام محمد باقر رحمتہ اللہ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کسی نے پوچھا کہ آپ کے یہاں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر کیسا تھا؟ انہوں نے فرمایا کہ چمڑے کا تھا جس کے اندر کھجور کے درخت کی چھال بھری ہوئی تھی۔
حدیث:۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے کسی نے پوچھا کہ آپ کے گھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر کیسا تھا انہوں نے فرمایا کہ ایک ٹاٹ تھا جس کو دوہرا کر کے ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم

کے نیچے بچھا دیا کرتے تھے۔ اور کبھی کبھی آپ چارپائی پر بھی آرام فرماتے جو کھجوروں کے بان سے بنی ہوئی ہوتی حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو مبارک میں اس کا نشان پڑ جاتا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا تکیہ چمڑے کا تھا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔

حدیث:۔ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک تکیہ پر ٹیک لگائے ہوئے دیکھا جو بائیں جانب رکھا تھا۔

حضرت شیخ کا بستر

حضرت اقدس کا ایک بستر چمڑے کا تھا جس میں پرال بھری ہوئی تھی۔ گدے کی طرح یہ حضرت کے ذاتی کتب خانہ جو حضرت کی تصنیف کا کمرہ اور خلوت خانہ بھی تھا چاروں طرف کتب سے بھرا ہوا تھا، صرف بیٹھنے کی جگہ پر یہ بستر تھا جو جب بچھایا گیا تو پھر چالیس برس تک صفائی کے لئے بھی نہیں اٹھایا گیا۔ اور ایک بستر کچے گھر میں موٹے کھیس کا تھا جس میں ایک چمڑے کا تکیہ بھی رہتا تھا جس میں چھال بھری ہوئی تھی۔ یہی بستر لپیٹ کر بطور تکیہ چارپائی کی پائنتی رکھ دیا جاتا۔ اسی پر حضرت ٹیک لگا کر خالی چارپائی پر تشریف فرما ہوتے اور ٹیک اکثر بائیں جانب دیکھی گئی ہے۔

حضرت شیخ کا سوٹ کیس

اسی طرح "أَثَاثُ البیت" میں سے مثال کے طور پر حضرت کے صرف سوٹ کیس کا ذکر کرتے ہیں۔

مدینہ منورہ کی کھجوریں جس کنستر میں بند ہو کر آتی تھیں اسی میں سے ایک کنستر کو ڈھکن اور کنڈی لگوا کر اپنے کپڑوں کے لئے بطور صندوق استعمال کرتے تھے۔ کیونکہ گٹھڑی میں کپڑے رکھنے میں چوہوں کے کاٹنے اور سہارنپور کی مرطوب آب و ہوا میں کیڑوں سے بچاؤ مشکل تھا۔

رہائشی مکان اور تعمیرات میں سنت

حدیث:۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہر تعمیر آدمی پر وبال ہے مگر وہ تعمیر جو سخت ضرورت اور مجبوری کی ہو۔ (ابوداؤد)

حدیث:۔ ازواج مطہرات کے مکانات کھجور کی ٹہنیوں کے ٹٹوں کے تھے جن پر ٹاٹ کے

پردے پڑے رہتے تھے تاکہ اجنبی کی نگاہ اندر نہ جاسکے۔

ایک مرتبہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کہیں سفر میں تشریف لے گئے اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو اس وقت کچھ ثروت حاصل تھی انہوں نے اپنے مکان پر بجائے ٹٹوں کے کچی اینٹیں لگالیں۔ واپسی پر جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ملاحظہ فرمایا تو دریافت فرمایا کہ یہ کیا کیا؟ انہوں نے عرض کیا اس میں بے پردگی کا احتمال رہتا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بدترین چیز جس میں آدمی کا روپیہ خرچ ہو تعمیر ہے۔

حدیث:۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں اور میری والدہ اپنے مکان کی ایک دیوار کو جو خراب ہو گئی تھی درست کر رہے تھے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ملاحظہ فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ موت اس دیوار کے گرنے سے زیادہ قریب ہے۔

ایک حدیث میں ارشاد ہے۔ "کُن فی الدنیا کانک غریبٌ اوعابر سبیلٌ" یعنی دنیا میں ایسے رہو جیسے کہ مسافر یا راہ گزر۔

حضرت شیخ کا عمل

کچا گھر

حضرت شیخ دام مجدہم کی کئی پشتوں سے وجاہت، مرجعیت، خاندانی ریاست اور ذرائع آمدنی کے علاوہ حضرت کے یہاں مہمانوں کی کثرت، اپنے گھر کے افراد اور کنبہ کی وسعت وغیرہ بہت سے امور کا تقاضا تھا کہ حضرت کا مکان بڑا اور عالیشان ہوتا۔ مگر سنت نبوی کے اس عاشق صادق کا گھر کم سے کم ضرورت اور مجبوری کا تھا جو پہلے کچی اینٹوں کی ایک کوٹھڑی تھی۔ اس لئے اب تک اس کا نام ہی کچا گھر مشہور ہے۔ حضرت کا یہ مکان اپنی دیواروں کے بغیر ہے۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ تین دیواریں ملحقہ مکانات کی ہیں۔ احقر نے جب پہلی دفعہ یہ مکان دیکھا تو کوٹھڑی کے اندر ایک دیوار پر پرنالے کا نشان قائم تھا۔ سوچا کہ یہ پرنالہ اندر کیوں بنایا ہوگا۔ پوچھنے پر معلوم ہوا کہ دیوار دوسرے مکان کی ہے اور موجودہ جگہ پہلے خالی تھی۔ اسی طرح باقی دو دیواریں بھی دوسروں کی ہیں ان کے درمیان چھت ڈال کر مکان بنایا گیا ہے۔ جس چھوٹے سے مردانہ حجرے میں، حضرت کا شب و روز قیام، بیت الخلاء، غسل خانہ، اور مجلس کے لئے اینٹوں کے دو دکے جن پر ٹاٹ بچھتا تھا، درمیان میں حضرت کی چارپائی تھی۔

اسی مکان میں حضرت کے مہمانوں کا کھانا بھی ہوتا تھا۔ جو جگہ کی تنگی کی وجہ سے کئی قسطوں میں ہوتا تھا۔ حضرت اقدس شروع سے آخر تک سب کے ساتھ شریک دسترخوان رہتے۔ معمولی درجے کی چھت آخر کب تک چلتی، جب چھت کی کوئی کڑی بوسیدہ ہو کر گرنے کو ہوتی تو حضرت لکڑی کی ٹال سے ایک بلی منگوا کر کڑی کے نیچے ٹیک لگوا دیتے پھر جب کوئی دوسری کڑی گرنے کو ہوتی تو اسی طرح دوسری ٹیک لگا دی جاتی۔ اس طرح کمرے میں کئی بلیاں کھڑی تھیں۔ کمرے کے باہر جہاں سونا اور مجلس ہوتی تھی اس کی ایک دیوار بارش سے سیاہ تو تھی ہی بوسیدہ ہو کر درمیان سے جھکی ہوتی تھی اور کئی سالوں سے گرنے کے لئے تیار تھی۔

یا اس جگہ (آخرت) یا اس جگہ (حجاز مقدس)

حضرت کو جب کوئی خادم اس کی مرمت کے لئے کہتا تو چپکے سے فرماتے کہ کتنے تو یہاں رہنا ہے یا اس جگہ چلے جائیں گے (یعنی آخرت میں) یا اس جگہ (یعنی حجاز مقدس) کہ ہمیشہ سے دونوں جگہ کا شوق، فکر اور ہر وقت یاد رہتی ہے۔

حضرت سے یہ بھی سنا کہ مجھے یہ خیال یقین کے درجے میں رہا کرتا تھا کہ نہ معلوم مرمت ہونے تک میں زندہ بھی رہوں گا یا نہیں پھر مرمت سے کیا فائدہ سبحان اللہ موت کا استحضار کس درجہ حضرت پر رہتا تھا۔

صرف خدمت دین کے لئے سہارنپور کا قیام تھا۔ حتی کہ سہارنپور کو اپنا وطن بنانے کی نیت نہیں کی، مسافرانہ ہی قیام رہا۔ آخر کئی سالوں کے بعد اور جب کسی نے اس طرف توجہ دلائی کہ اس دیوار کے نیچے مہمان اور اکابرین حضرت رائپوری رحمتہ اللہ علیہ، حضرت مدنی رحمتہ اللہ علیہ جیسے بھی بیٹھتے ہیں تو اس پر اس کی مرمت کروا دی۔

ایک دفعہ حضرت اقدس رائپور وغیرہ کے سفر میں تھے۔ تو حضرت کے جاں نثار خادم خاص اور منیجر کتب خانہ اور مہمانوں کے انتظامات کے مہتمم مولوی نصیر الدین مرحوم نے دروازہ پر خوب صورت چھجہ بنوالیا۔ جہاں پہلے پانی کی روک کے لئے ٹین پڑا تھا اور مکان کو سفیدی وغیرہ کروا دی واپسی پر حضرت کو یہ دیکھ کر بہت غصہ آیا اور خوبصورت چھجے کو اسی وقت تڑوا دیا۔

نانے ابا کا مکان دیکھا.

یہاں ایک لطیفہ بھی بیان کرنا مناسب ہے۔

ایک دفعہ عاشق رسول حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمتہ اللہ جب پہلی دفعہ حضرت کے یہاں مہمان ہوئے اور اسی کچی کوٹھڑی میں معہ سامان تشریف لا کر وہاں بچھے ہوئے بوریئے پر بیٹھ گئے تو مکان کو اوپر نیچے سے دیکھ کر اپنی ظریفانہ عادت شریفہ کے مطابق مکان کی تعریف شروع کر دی۔ فرمایا کہ اس کو دیکھ کر نانا ابا صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان کی یاد تازہ ہو گئی اور حضرت شیخ سے فرمایا کہ۔ حضرت کیا عرض کروں کتنی مسرت اس مکان کو دیکھ کر ہوئی، اسلاف کا دور آنکھوں کے سامنے پھر گیا۔

حضرت کا اتباع سنت میں جو کی روٹی کھانا

حضرت اقدس نے کھانے پینے میں بھی کوئی ایک سنت عمل کئے بغیر نہیں چھوڑی۔ یہاں اختصار کے پیش نظر مختصر لکھا جاتا ہے۔ کھانے سے اول اور بعد ہاتھ دھونا سنت ہے، جس کا بہت ہی اہتمام دیکھا گیا۔ اس سنت کا رواج بھی آج کل چمچوں اور ٹشو پیپروں کی وجہ سے بہت کم ہو رہا ہے۔ مولانا یوسف متالہ صاحب لکھتے ہیں کہ۔ تیسرے سال حضرت نے جو پسوا کر روزانہ دوپہر کو جو کی روٹی کھانا شروع کی۔ بلا ناغہ کئی ماہ تک یہ مسلسل چلتا رہا کہ بڑے عشق کے ساتھ اور مزے لے کر حضرت وہی جو کی روٹی اتباع سنت کی نیت سے کھاتے رہے اور مہمانوں کے لئے جو گیہوں کی روٹیاں پکتی تھیں اس میں بھی تھوڑا سا جو کا آٹا ملانے کا اہتمام فرمایا تھا۔ اسی طرح ٹھنڈے میٹھے پانی کا اہتمام فرمانا جو حدیث پاک میں آیا ہے۔ حضرت کے ہاں بھی ٹھنڈے پانی کا بہت اہتمام رہا۔

مولانا عبد الرحیم متالا صاحب اپنے حضرت کے ہاں کے قیام کا بتاتے ہیں کہ حضرت روزانہ صبح کے وقت شہد اور کلونجی نوش فرمایا کرتے تھے۔ اور سرکہ کے استعمال کا معمول بھی بہت رہا۔ ان سب چیزوں کے استعمال کا احادیث میں ذکر آیا ہے۔ ایک حدیث پاک میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کدو کے مرغوب ہونے اور شوربے میں سے چن کر کھانے کا ذکر بھی ہے۔ چنانچہ احقر مدینہ پاک میں مہمانوں کے لئے جب کھانا اتارتا تو سالن میں سے کدو کے قتلے چن کر ایک طشتری میں حضرت اقدس کے لئے لے جاتا۔ حضرت بہت ہی مسرت کے ساتھ قبول فرما کر نوش فرماتے۔

احقر نے حضرت کو کبھی اکیلے کوئی چیز کھاتے آج تک نہیں دیکھا۔ مگر سہارنپور کے ابتدائی

قیام میں کبھی کبھی جب مہمان کم ہوتے تو بعض اوقات حضرت ان سب کو حضرت رائپوری رحمتہ اللہ علیہ کی زیارت کے لئے رائپور جانے کی ترغیب دیا کرتے تھے۔

بھائی ہمارا کھانا تو یہی ہوتا ہے

حضرت مولانا عبد الحفیظ صاحب کا بیان ہے کہ ایک روز کوئی بھی مہمان نہ تھا اور خود مولانا عبد الحفیظ صاحب تو وہاں طالب العلم تھے مہمان نہ تھے مگر ان کا کھانا حضرت کے ساتھ ہی ہوتا رہا۔ اس دن محض دال اور روٹی دسترخوان پر آئی۔ تو حضرت نے ان کو فرمایا۔ بھائی! ہمارا کھانا تو یہی ہے۔ اور جو تم روزانہ دسترخوان پر رونق دیکھتے ہو، وہ مہمانوں کی مد میں ہوتا ہے اور مہمانوں کے اکرام کی بہت سی احادیث میں تاکید اور فضائل ہیں۔

تنگی معیشت

حدیث:۔ "شیم الحبیب" میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جس وقت وفات پائی تو آپ کی "زرہ" رہن رکھی ہوئی تھی۔

ف:۔ اس زرہ کا نام "ذات الفضول" ہے جو اپنی وسعت کی وجہ سے اسی نام سے مشہور تھی۔ یہ زرہ ابو الشحم یہودی کے پاس تیس صاع میں رہن تھی (ایک صاع میں تقریباً ساڑھے تین سیر غلہ آتا ہے)۔

حدیث بالا میں مندرجہ ذیل امور یہاں قابل لحاظ ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی ذات اور اپنی اہل و عیال کی تنگی معیشت کا یہ حال وفات شریف تک رہا۔ جیسا کہ لباس کے بیان میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایات گزر چکیں۔ جس میں کہ انہوں نے پیوند لگی ہوئی چادریں دکھائیں کہ جن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال مبارک ہوا۔

"شیم الحبیب" سے ماخوذ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام خزائن روئے زمین اور تمام شہروں کی کنجیاں (عالم کشف میں) عطا کی گئیں تھیں۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ ہی میں (فتح مکہ کے بعد) بلاد حجاز اور یمن اور تمام جزیرہ عرب اور نواحی شام و عراق فتح ہو چکے تھے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں شرعی ضابطہ کے لحاظ سے خمس اور صدقات اور عشر (دوسروں پر تقسیم کرنے کے لئے کافی تھے) حاضر کئے جاتے تھے۔ اور

سلاطین کی طرف سے ہدایا اور نذرانے بھی پیش کیئے جاتے تھے۔ بہت سے خواص صحابہ رضی اللہ عنہم کو تجارت و زراعت کی وجہ سے بھی مال داری حاصل تھی۔ اس سب کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوجہ اللہ صرف فرمایا اور مسلمانوں کو غنی کر دیا۔ اور فرمایا کہ مجھ کو یہ بات خوش نہیں آئی کہ میرے لئے "کوہ احد" سونا بن جائے۔ اسی کمال سخاوت کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم مقروض بھی رہتے تھے۔ اکثر تو تنگی کی حالت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے گھر والوں نے فاقے کیئے۔ مگر بعض اوقات مہمانوں اور متعلقین کی خاطر قرض بھی لینا پڑا۔ لیکن اس قدر تنگی معیشت کا اتنا اخفاء بھی تھا کہ خواص جاں نثار صحابہ کرام علیہم الرضوان تک کو اس حالت کی خبر نہ ہوتی تھی۔ اس لئے یہودی سے قرض لینے کی نوبت پڑتی۔

اس میں ایک تکوینی مصلحت یہ بھی معلوم ہوتی ہے کہ قرض اور رہن کے مسئلے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا عمل وجود میں آ گیا۔

آپ کی تنگی معیشت اختیاری تھی

چنانچہ حدیث پاک میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سخاوت کے اتنی کثرت سے واقعات آتے ہیں کہ احاطہ نہیں ہو سکتا۔ خصائل نبوی میں ہے بالخصوص رمضان المبارک میں تمام مہینہ اخیر تک بہت ہی فیاض رہتے (کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گیارہ مہینے کی فیاضی بھی اس مہینے کی فیاضی کے برابر نہ ہوتی تھی) اور اس مہینے میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھلائی اور نفع پہنچانے میں تیز بارش لانے والی ہوا سے بھی زیادہ سخاوت فرماتے تھے۔

ف۔ اس ہوا کے ساتھ تشبیہ، تیزی اور سرعت میں ہے کہ ہوا اس قدر تیز نہیں چلتی، جتنی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سخاوت چلتی تھی، یا نفع کے عام ہونے میں ہے کہ بارش کا نفع اس قدر عام اور سب کو شامل نہیں ہوتا، جتنی عام حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سخاوت تھی۔ بارش کے ساتھ تشبیہ صورت کے اعتبار سے ہے۔ ورنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سخاوت کو بارش سے کیا نسبت یہ صرف مادی چیزوں کو اگانے والی ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارش ظاہر و باطن ضروریات دنیویہ و دینیہ کو پوری کرنے والی تھی۔ یہ زمین کو زندہ کرتی ہے اور وہ دلوں کو بھی زندہ کرتی تھی۔

ترمذی شریف کی روایت سے نقل کیا گیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے

پاس ایک مرتبہ نوے ہزار درہم (جس کے تقریباً ۲۰ ہزار روپے ہوتے ہیں) کہیں سے آئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ایک بورئے میں ڈلوا دیئے۔ اور وہیں پڑے پڑے سب تقسیم کروا دیئے۔ ختم ہو جانے کے بعد ایک سائل آیا۔ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے پاس تو کچھ رہا نہیں ہے تو کسی سے میرے نام سے قرض لے لے، جب میرے پاس ہوں گے میں ادا کر دوں گا۔

یہ تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی عادت شریفہ تھی۔ اور رمضان المبارک کے اس وقت کا کیا پوچھنا کہ وہ مالک الملک کی طرف سے افضل البشر صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس، افضل الکلام افضل ترین اوقات میں لے کر آنے کا وقت تھا، اس کے ساتھ ہی یہ بات بھی تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم حق تعالیٰ شانہ کے اخلاق کے ساتھ کمال درجہ میں متصف تھے کہ اصل کمال، عادات الہیہ کے ساتھ متصف ہونا ہے اور حق تعالیٰ شانہ کے یہاں اس ماہ مبارک میں جس قدر رحمت اور انعام کے دروازے کھلتے ہیں اس کا کچھ نمونہ دیکھنا ہو تو مرشد پاک کے رسالہ "فضائل رمضان" میں دیکھو۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے پاس کھجوروں کی ایک ڈھیری لگی ہوئی دیکھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا۔ یہ کیا ہے؟ عرض کیا کہ آئندہ کی ضروریات کے لئے رکھ دیا ہے حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہیں اس کی بدولت کل قیامت کے دن جہنم کا کچھ دھواں تم تک پہنچ جائے۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا۔"انفق بلال ولا تخش من ذی العرش اقلالا"یعنی اے بلال (رضی اللہ عنہ) خرچ کر اور عرش کے مالک سے کمی کا اندیشہ نہ کر۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہدیہ قبول فرماتے تھے اس پر بدلہ بھی دیا کرتے تھے۔ چنانچہ دوسری حدیث میں ربیعہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں ایک طباق کھجوروں کا اور کچھ چھوٹی چھوٹی پتلی ککڑیاں لے کر حاضر ہوئی۔ تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنا دست مبارک بھر کر سونا اور زیور مرحمت فرمایا۔

حضرت شیخ کا معمول

احقر نے اپنے آقا و مرشد حضرت اقدس شیخ دام مجدہم کا وہ زمانہ پایا کہ جس میں فتوحات کا

زور بھی رہا اور تجارتی کتب خانہ بھی چل رہا تھا۔ اور مدینہ منورہ کے قیام میں اب سے تقریباً تین سال قبل تک جب کہ احقر دائمی مریض نہیں ہو گیا اور حساب رکھنے اور تقسیم کی خدمت کے قابل تھا۔ تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ والی خدمت اکثر احقر ہی کے سپرد تھی۔ اور حدیث پاک کا اوپر والا ارشاد حضرت اقدس نے بندہ کے سامنے کئی بار دہرایا۔

اَنفق بلال ولا تخش من ذی العرش اقلالا"

اسی وجہ سے بندہ کو اس کا علم تھا کہ حضرت پر آج تک باوجود فتوحات کے زکوٰۃ فرض نہیں ہوئی ہو گی۔ چنانچہ چند ہی روز ہوئے بندہ نے تصریحاً حضرت سے پوچھ لیا کہ حضرت پر کیا پہلے بھی کبھی زکوٰۃ فرض ہوئی؟

تو حضرت نے نہایت ہی مسرت کے ساتھ ارشاد فرمایا۔

"الحمد للہ کہ پہلے بھی کبھی نہیں ہوئی۔"

حضرت کی ذاتی تنگی معیشت کا حال تو گذشتہ اوراق میں گزر چکا۔ اس کے ساتھ سستے زمانے میں ایک دفعہ بیالیس ہزار کا حضرت کا مقروض ہونا تو میرے علم میں آچکا تھا اور خدا جانے اور کتنا قرض ہوتا رہا ہو گا جو کہ بندہ کے علم میں نہیں آیا۔ اور گزشتہ سال تو حضرت والا دو لاکھ سے زیادہ کے مقروض ہو گئے تھے۔ کیونکہ افریقہ، لندن، ری یونین، وغیرہ کے سفر میں اپنے اور اپنے ذاتی خدام کے ٹکٹوں وغیرہ کے اخراجات خود برداشت کئے اور مدعوئین کے ٹکٹوں کی پیش کش کو قبول نہیں فرمایا۔

الحمد للہ ثم الحمد للہ اب یہ بھی علم میں آیا کہ اس وقت (۲۵ جمادی الاول ۱۴۰۲ھ) حضرت شیخ پر کسی قسم کا قرض نہیں رہا۔ اور یہ سب کچھ حضرت کے جود و سخا کی برکت سے ہے۔ جس کی تفصیل تو بہت طویل ہے مگر اختصاراً چند واقعات کی طرف اشارہ کرتا ہوں۔ جن کا بندہ کے علاوہ حضرت کے بعض متعلقہ خدام کو بھی علم ہے۔

بہت کچھ واقعات کے ذیل میں حضرت کے ذاتی روزنامچہ میں درج ہے۔ مثلاً آپ کی زندگی کے ابتدائی دور میں اپنی جدی جائیداد جو اس وقت سستے زمانے میں تقریباً چھتّر ہزار مالیت کی تھی (جو آج کل اتنے ہی لاکھوں کی ہو گی) اس کی دیکھ بھال سے یکسو رہنے کی خاطر اس کو بھی چھوڑ ہی دیا۔ تاکہ اس کی دیکھ بھال کی وجہ سے حدیث کے مشغلے کا ایک دن کا بھی حرج نہ ہو۔

ایک دفعہ حضرت نے ایک محبوب خادم دین کو حج کی ترغیب دی۔ توانہوں نے جب مالی وسعت نہ ہونے کا عذر کیا تو حضرت نے بلا تکلف فرما دیا یہ کون سی بات ہے۔ اور فرمایا

ع تو مشق ناز کر خون دو عالم میری گردن پر

چنانچہ وہ حضرت ہی کے عطایا سے بمعہ اہل و عیال حج کر کے آئے۔ اور اس کے بعد تو ان پر یہاں کی حاضری کا ایسا دروازہ کھلا کہ سال میں کئی کئی دفعہ تشریف لایا کرتے ہیں۔

رمضان میں جود و سخا کی جو کیفیت احادیث بالا میں آئی ہے حضرت کے رمضان میں اس کا منظر دیکھنے والے کثرت سے موجود ہیں۔ خصوصاً بعد ظہر جب کہ سینکڑوں ذاکرین ذکر جہری میں مشغول ہوتے تھے اور دوسرے حضرات قرآن پاک کی تلاوت اور تسبیح و تحمید میں مشغول ہوتے، جو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے اعتبار سے عین انوارات اور رحمتوں کا وقت ہوتا ہے، حضرت والا بھی اس وقت اپنے معتکف میں قرآن پاک کی تلاوت میں مشغول ہوتے۔ اسی اثناء میں حضرت والا ایک ایک کو یاد فرما کر لیکن بالکل تنہائی میں حدیث پاک کے ارشاد کے مطابق کہ بائیں ہاتھ کو خبر نہ ہو کہ داہنے نے کیا خرچ کیا چپکے سے مرحمت فرماتے رہتے۔ پورے ماہ مبارک میں اسی طرح سے بہت ہی انبساط اور مسرت و خوشی کے ساتھ حضرت والا کا یہ فیض (مادی و روحانی) جاری و ساری رہتا۔

ع تیرا یہ فیض کہاں عام نہیں ہے ساقی

رمضان المبارک سنہ ۱۳۹۹ھ سہارنپور کے پہلے ہفتے میں حضرت کے پاس ایک لاکھ روپے کی رقم آئی۔ حضرت نے تین دن میں ساری رقم مساجد و مدارس وغیرہ میں عطیہ فرما دی۔ غالباً مولانا نصیر الدین صاحب مرحوم کو حضرت کی ایک کتاب کی طباعت کے لئے کچھ رقم درکار تھی، انہوں نے تیسرے دن آکر رقم کا مطالبہ کیا۔ حضرت نے مسکرا کر فرمایا کہ ابھی تو ہمارے پاس کچھ بھی نہیں ہے کہیں سے کچھ آئے گا تب دیں گے۔ (بروایت مولانا یوسف متالا صاحب جو حضرت کی معذوری کی وجہ سے رقم کی آمد اور خرچ میں واسطہ تھے)

ایک دفعہ بھی اخلاص سے اللہ کا پاک نام نکل گیا تو

سستے زمانے میں ایک دفعہ جب کہ مہمانوں کے اخراجات کے منتظم نے حضرت کو بتایا کہ چالیس ہزار خرچ ہو گئے جس میں مہمانوں کا خرچ اور عطایا سب شامل ہیں۔ اس قدر خرچ پر

حضرت سے کسی نے تعجب کا اظہار کیا تو حضرت اقدس نے فرمایا کہ اگر ذاکرین کے اس مجمع میں سے کسی کے منہ سے ایک دفعہ بھی اخلاص سے اللہ کا پاک نام نکل گیا ہوگا تو میرا سارا خرچ وصول ہو گیا۔

اس کے بعد گرانی کے دور میں صرف ایک رمضان شریف میں پونے دو لاکھ سے کچھ اوپر خرچ ہوا۔

بیس ہزار کا خفیہ عطیہ

حدیث بالا میں بیس ہزار روپے تقسیم فرمانے کا ذکر بھی آیا ہے۔ الحمد للہ یہاں بھی حضرت کے ایک شاگرد رشید جو کہ پاکستان کے ایک مدرسہ میں ملازم ہیں مدینہ منورہ کے ایک رمضان میں ان کو حضرت نے بیس ہزار کا یکمشت خفیہ طور پر عطیہ دیا۔ وہ چونکہ احقر کے دوست ہیں وہ رعب کی وجہ سے حضرت کے سامنے تو عذر کر نہیں سکے لیکن میرے پاس گھبرائے ہوئے آئے کہ آج حضرت نے مجھے بہت سے روپے دے دیئے۔ میں کیا کروں کہ وہاں بات کرتے بھی ڈر لگتا ہے۔ میں نے ان سے کہا کہ حضرت کا عطیہ ہے اس میں ڈر کی کون سی بات ہے۔ انہوں نے کہا صوفی جی بہت ہی زیادہ ہے۔ میں نے پوچھا کتنے ہیں انہوں نے کہا بیس ہزار۔ میں نے جواب دیا کہ یہ تو آپ کو بھی معلوم ہے اور مجھے بھی پتہ ہے کہ یہ اس شخص نے دیئے ہیں جو ایک پیسہ بھی بلا ضرورت اور بلا کسی خاص نیت سے خرچ کرنے والا نہیں، ان کے دل میں جو آتا ہے انشاء اللہ اللہ ہی کی طرف سے آتا ہے لہٰذا اطمینان رکھو۔ پھر انہوں نے بتایا کہ مجھ سے مدرسہ کی ایک بڑی امانت ضائع ہو گئی ہے جس کا میرے علاوہ کسی کو علم نہیں تھا۔ میں نے کہا بس خود ہی سمجھ لو بھائی۔

لطیفہ۔ یہاں ایک لطیفہ بھی ہے کہ حضرت اقدس خرچ کرنے میں اپنی اس احتیاط کو بخل سے تعبیر فرمایا کرتے ہیں۔ فرمایا کرتے ہیں کہ بخیل کے تین درجے ہیں۔ ادنیٰ یہ ہے کہ وہ کسی دوسرے پر کوئی پیسہ خرچ نہ کرے۔ دوسرا درجہ اس سے اوپر ہے کہ اپنے پر بھی خرچ نہ کرے۔ تیسرا درجہ اور سب سے اعلیٰ یہ ہے کہ اگر کوئی دوسرا اس پر خرچ کرے تو وہ بھی اس کو پسند نہ ہو۔ اور میں اس تیسرے درجہ میں بخیل ہوں۔

راقم الحروف کو پانچ ہزار ریال کا خفیہ عطیہ

ایک مرتبہ حضرت اقدس کے پاس رقم آئی تو حرم شریف میں بیٹھے ہوئے جب کہ تنہا بندہ ہی قریب میں بیٹھا ہوا تھا پانچ ہزار ریال بندہ کو عنایت فرما دیئے اس وقت بندہ بعض اسفار میں اخراجات کی وجہ سے مقروض تھا۔ مگر اللہ کے فضل سے اس قرض کا کسی کو علم نہیں تھا، حتیٰ کہ قرض دینے والے کو بھی علم نہیں تھا۔ کیونکہ اس زمانہ میں میرے پاس بہت سے حضرات کی امانتیں رہتی تھیں۔ جن میں سے خرچ کرنے کی مجھے اجازت امانت رکھنے والوں کی طرف سے ہوتی تھی۔ اس کے علاوہ کئی دفعہ بندے کو بڑی بڑی رقمیں مرحمت فرمائیں۔ اسی طرح اپنے دوسرے خدام کو بھی مرحمت فرمائیں۔ اور دوسرے لوگوں کو اپنا نام ظاہر کئے بغیر دلوائیں۔ جس کا کچھ حال اپنے رسالہ "عبرت آموز واقعات" میں لکھ چکا ہوں۔

گزشتہ چند سالوں میں کتب دینیہ کی اشاعت کے سلسلہ میں لاکھوں روپے خرچ فرمائے اکابر کی بعض کتب خود طبع کرائیں اور کچھ حضرت کے بعض خدام و اعزاء جو خدمات دینیہ میں بلا تنخواہ یا قلیل تنخواہوں پر کام کرتے ہیں انہوں نے جب چھپوانے کا ارادہ کیا، یا حضرت اقدس نے ان کو چھپوانے کا مشورہ دیا تو حضرت اقدس نے اس میں ان کی مالی امداد فرمائی۔ اسی طرح بعض عزیزوں کے ضرورت کے درجہ کے رہائشی مکانات کے لئے بھی حضرت نے اعانت فرما کر صلہ رحمی کی فضیلت حاصل کی۔ جس کی قرآن و حدیث میں بہت ہی تاکید آئی ہے۔

تقریباً ایک سال سے زائد ہوا کہ اپنے ایک خادم کو چھیاسی ہزار ریال (یعنی پانچ لاکھ پاکستانی روپے) قرض لے کر مدینہ طیبہ میں زمین کا ٹکڑا خرید فرما کر عطا فرما دیا۔

اس میں سخاوت کے علاوہ ایک دوسری سنت پر بھی عمل ہو گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ تشریف آوری کے موقعہ پر مسجد شریف اور اپنے حجرات مبارکہ کے لئے زمین خرید فرمائی تھی۔ اس وقت اپنی ذات کے لئے ایک انچ زمین کا ٹکڑا اس عالم ربانی کی ملکیت نہیں ہے۔

؎ یوں تنگ نہ کر ناصح نادان مجھے اتنا
یا لا کے دکھادے دہن ایسا کمر ایسی

اللہ جل شانہ محض اپنے فضل و کرم سے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل بندہ اور

ناظرین کو اتباع سنت میں ایسے عشق و شیدائیت کا کوئی ذرہ نصیب فرما دے۔ آمین۔
ضروری تنبیہ: آج کل قویٰ کے ضعف کی وجہ سے سنت کے مطابق فاقے کرنا، جو کی روٹی، ٹاٹ پر سونا ساری رات جاگنا وغیرہ جملہ امور میں مجاہدہ کے متعلق حضرت والا ایک تنبیہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ یقیناً یہ وہ کمالات ہیں کہ جس خوش نصیب کو حق تعالیٰ شانہ اپنے لطف سے عطا فرما دیں اس کے لئے دین اور دنیا دونوں کی راحت ہے اور آخرت کے لئے بیشمار درجات اور ترقی کا زینہ یہی چیزیں ہیں۔ لیکن اپنے تحمل کی رعایت ضروری ہے۔ ایسا نہ ہو "کوا چلا ہنس کی چال اپنی بھی بھول گیا" زیادہ کے شوق میں آدمی تھوڑے سے بھی جاتا رہتا ہے۔
اس لئے ان سب چیزوں کی طرف دل کو رغبت دینے کے ساتھ ان چیزوں کے اور اس طرز زندگی کے اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کے ساتھ اور ان امور کو نہایت وقعت اور محبت سے دیکھنے کے ساتھ عمل اتنا ہی کرنا چاہئے جتنا اپنے اندر تحمل ہو۔ بیمار آدمی طاقت سے زیادہ بوجھ اٹھائے گا تو جلدی مرے گا۔ ہم لوگ نفس کی بیماریوں کے بیمار ہیں۔ اعضاء اور قویٰ کے ضعف کے مارے ہوئے ہیں اس لئے صحت کی تمنا اور کوشش، سعی اور رغبت کے ساتھ ایسی کوئی چیز عملی طور پر اختیار نہ کرنا چاہئے جو اس حالت سے بھی گرا دے۔

سنن عادیہ و سنن ہدیٰ

جن پر اس زمانہ میں بھی حضرت اقدس نے عمل کر کے دکھایا۔ حضرت کے فضائل کی کتب کے موثر ہونے کا راز بھی یہی عمل کرنا ہے۔
احقر عرض کرتا ہے کہ حضرت اقدس کی یہ ساری تنبیہ ہماری بیماریوں، کمزوریوں کی وجہ سے ہے۔ یعنی فاقے کرنا۔ مسلسل روزے رکھنا، ساری رات عبادت میں جاگنا، روزانہ کا ایک قرآن پڑھنا، جو کی روٹی کھانا وغیرہ مجاہدات کے متعلق ہے۔ لیکن ضرورت کے مطابق روٹی، سالن کے علاوہ فضول زبان کے چٹخا رے۔ رہنے کے لئے ضروریات کے مطابق ایک مکان کے علاوہ کوٹھیوں اور بلڈنگوں پر بلڈنگیں بناتے رہنا، ضرورت کے لئے سالوں کا سرمایہ جمع ہونے کے باوجود مال کی بڑھوتری (زیادتی) ہی میں سرگرداں رہنا، اسی طرح راہ خدا میں خرچ کرنے کے وقت صرف زکوۃ ہی نکالنے پر اکتفا کرنا یا آمدنی کے تناسب سے بہت اقل قلیل خرچ کرنا، اسی طرح ہر شعبہ حیات میں اصل مقصد زندگی اور سنت کے مطابق طرز زندگی کے

بجائے تنعمات ہی میں اپنی عمر ضائع کرنا، صالحین اور سنت کے دلدادہ حضرات کا شیوہ نہیں ہے۔ اگرچہ یہ مباح ہے لیکن اصل اس میں یہی ہے کہ۔ اِیَّاکَ وَالتَّنَعُّمَ فَاِنَّ عِبَادَ اللہِ لَیْسُوْا بِمُتَنَعِّمِیْن (الحدیث) ترجمہ: تنعم سے بچتے رہو۔ اس لئے کہ اللہ جل شانہ کے (خاص) بندے ناز و نعمت کی زندگی کو پسندیدہ نہیں رکھتے۔

یہاں پر عام طور سے ایک خیال، پست ہمتی پیدا کرتا ہے کہ حضرت شیخ کی طرح کون ہو سکتا ہے وہ تو سارے عالم میں ایک ہی شخصیت ہے۔ مگر یہ تہی دست راقم الحروف اپنے پر بڑی حسرت و ندامت کے ساتھ حضرت کے بعض دوسرے خدام کے متعلق بڑی مسرت سے عرض کرتا ہے کہ حضرت کی تربیت اور فیض صحبت سے ہندو پاک، حجاز اور یورپ و افریقہ وغیرہ ممالک میں بعض خوش قسمت ایسے خدام موجود ہیں جو زندگی کی سنتوں پر عامل ہیں۔ لیکن بعض عبادات میں، بعض جود و سخا میں، بعض اخلاق و عادات میں ممتاز ہیں۔ ان میں بعض شہرت نہ ہونے کی وجہ سے مستور الحال ہیں۔ اس لئے ان کی پاک مسنون زندگی پر ناواقفوں کو توجہ نہیں۔ البتہ زندگی کے سارے ہی شعبوں میں جامعیت بے شک حضرت ہی کا حصہ ہے۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء

قرآن پاک میں اتباع سنت کا حکم اور ترغیب قیامت تک کے لئے سب ہی کو ہے لٰہذا نفسانی و شیطانی حیلوں اور لغو وہمات پس پشت ڈال کر اپنی وسعت کے مطابق اپنی زندگی کو سنت کے مطابق بنانے کی پوری پوری کوشش کرتے رہنا چاہئے۔

الحمد للہ حضرت اقدس شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ کے اہل علم و فضل خلفاء و متوسلین کی ایک جماعت نے اس مبارک کتاب کی ترتیب و تدوین میں کام کیا۔ اس کا حق یہ ہے کہ اس کتاب کی تالیف انہی حضرات کی طرف منسوب ہو کیونکہ بندہ نے تو صرف اولین ڈھانچہ بنایا تھا۔ ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم

ربنا تقبل منا إنك أنت السميع العليم .

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ أَوَّلًا وآخِراً والصَّلٰوة على رَسوله باطِناً وَظَاهِراً وعلى آلِهِ وَصَحْبِهِ الَّذِينَ كل منهم كان طيباً وطاهراً ما دام الغيث متقاطراً والسحاب متماطراً.

محمد اقبال مدینہ منورہ

۸ جمادی الثانی ۱۴۱۱ھ

إنّ الله وملائكته يصلّون
على النّبيّ يا أيّها الّذين آمنوا
صلّوا عليه وسلّموا تسليما

صیغہ قرآنی

﴿۱﴾ سَلٰمٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی ﴿۲﴾ سَلٰمٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ

چہل حدیث مشتمل بر صلوٰۃ وسلام

حدیث ۱

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّاَنْزِلْهُ الْمَقْعَدَ الْمُقَرَّبَ عِنْدَكَ

(طبرانی)

حدیث ۲

اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ الْقَائِمَةِ وَالصَّلٰوةِ النَّافِعَةِ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّارْضَ عَنِّی رِضاً لَّا تَسْخَطُ بَعْدَهٗ اَبَداً

(مسند احمد)

حدیث ۳

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ وَصَلِّ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ

(ابن حبان)

حدیث ۴

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّارْحَمْ مُحَمَّدً وَّاٰلَ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّیْتَ وَبَارَكْتَ وَرَحِمْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

حدیث ۵

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ، اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

(بخاری شریف)

حدیث ۶

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ، وَبَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

(مسلم شریف)

حدیث ۷

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ، اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ (ابن ماجہ)

حدیث ۸

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ
مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ
وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ،
وَ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ
كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ
حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

(نسائی)

حدیث ۹

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ
مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ،
وَ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ
كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ
حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

(ابو داؤد)

حدیث ۱۰

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ
مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ
اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَجِيْدٌ ، اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى
مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ
عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ،

(ابو داؤد)

حدیث ۱۱

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ
مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ،
وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ
كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ فِىْ
الْعَالَمِيْنَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ،

(مسلم شریف)

حدیث ۱۲

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاَزْوَاجِهٖ
وَذُرِّيَّتِهٖ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ
وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ
كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ
حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ،

(ابو داؤد شریف)

حدیث ۱۳

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اَزْوَاجِهٖ
وَذُرِّيَّتِهٖ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ
وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اَزْوَاجِهٖ
وَذُرِّيَّتِهٖ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ
اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ،

(مسلم شریف)

حدیث ۱۴

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدِنِ النَّبِىِّ
وَاَزْوَاجِهٖ اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَذُرِّيَّتِهٖ
وَاَهْلِ بَيْتِهٖ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ
اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ،

(ابو داؤد)

حدیث ۱۵

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ
مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ
وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ ، وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ
وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى
اِبْرَاهِيْمَ ، وَتَرَحَّمْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى

آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا تَرَحَّمْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ
وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ ، (طبری)

حدیث ۱۶

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ، اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ، اَللّٰهُمَّ تَرَحَّمْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا تَرَحَّمْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ، اَللّٰهُمَّ تَحَنَّنْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا تَحَنَّنْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ، اَللّٰهُمَّ سَلِّمْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا سَلَّمْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ، (سعایہ)

حدیث ۱۷

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ ، وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ ، وَّارْحَمْ مُحَمَّدًا وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ وَبَارَكْتَ وَتَرَحَّمْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ فِي الْعٰلَمِيْنَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ، (سعایہ)

حدیث ۱۸

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ، اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ، (صحاح ستہ)

حدیث ۱۹

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ (نسائی - ابن ماجہ)

حدیث ۲۰

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدِ نِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ ، وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدِ نِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ، (نسائی)

حدیث ۲۱

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ ، اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ صَلٰوةً تَكُوْنُ لَكَ رِضًى وَلَهٗ جَزَاءً وَّلِحَقِّهٖ اَدَاءً ، وَّاَعْطِهِ الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ وَالْمَقَامَ

الْمَحْمُوْدَ الَّذِیْ وَعَدْتَّهٗ وَاجْزِهٖ عَنَّا مَا هُوَ اَهْلُهٗ وَاجْزِهٖ اَفْضَلَ مَا جَازَیْتَ نَبِیًّا عَنْ قَوْمِهٖ وَرَسُوْلًا عَنْ اُمَّتِهٖ ، وَصَلِّ عَلٰی جَمِیْعِ اِخْوَانِهٖ مِنَ النَّبِیِّیْنَ وَالصّٰلِحِیْنَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ ،

حدیث ۲۲

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِ نِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ ، وَبَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدِ نِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ،

(بیہقی)
(مسند احمد، مستدرک حاکم)

حدیث ۲۳

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اَهْلِ بَیْتِهٖ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ، اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَیْنَا مَعَهُمْ ، اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اَهْلِ بَیْتِهٖ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ، اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلَیْنَا مَعَهُمْ ، صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَصَلَوَاتُ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلٰی مُحَمَّدِ نِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ ،

(دارقطنی)

حدیث ۲۴

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ صَلَوَاتِكَ وَرَحْمَتَكَ وَبَرَکَاتِكَ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا جَعَلْتَهَا عَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ، وَبَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

(مسند احمد)

حدیث ۲۵

وَصَلَّی اللّٰهُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ ، (نسائی)

حدیث ۲۶

اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّیِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِیْنَ ، اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ،

(بخاری شریف ، نسائی)

حدیث ۲۷

اَلتَّحِیَّاتُ الطَّیِّبَاتُ الصَّلَوٰتُ لِلّٰهِ ، السَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهٗ ، السَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِیْنَ ، اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

(مسلم ، نسائی)

حدیث ۲۸

اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰهِ الطَّیِّبَاتُ الصَّلَوَاتُ لِلّٰهِ ، السَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهٗ السَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِیْنَ ، اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ،

(نسائی)

حدیث ۲۹

التَّحِيَّاتُ الْمُبَارَكَاتُ الصَّلَوَاتُ الطَّيِّبَاتُ لِلّٰهِ ، سَلَامٌ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ ، سَلَامٌ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ ، اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ، (نسائی شریف)

حدیث ۳۰

بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ ، التَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ ، السَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ ، السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ ، اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ، اَسْاَلُ اللّٰهَ الْجَنَّةَ وَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ النَّارِ ، (نسائی)

حدیث ۳۱

التَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ الزَّاكِيَاتُ لِلّٰهِ الطَّيِّبَاتُ الصَّلَوَاتُ لِلّٰهِ ، السَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ ، اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ ، اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ، (مؤطا)

حدیث ۳۲

بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ خَيْرِ الْاَسْمَاءِ ، التَّحِيَّاتُ الطَّيِّبَاتُ الصَّلَوَاتُ لِلّٰهِ ، اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ، اَرْسَلَهٗ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ، وَّاَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ ، اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ ، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ وَاهْدِنِیْ ، (معجم طبرانی)

حدیث ۳۳

اَلتَّحِيَّاتُ الطَّيِّبَاتُ وَالصَّلَوَاةُ وَالْمُلْكُ لِلّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ (ابوداؤد)

حدیث ۳۴

بِسْمِ اللّٰهِ اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ الصَّلَوَاتُ لِلّٰهِ الزَّاكِيَاتُ لِلّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِیِّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ ، اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ ، شَهِدْتُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ، شَهِدْتُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ ، (مؤطا)

حدیث ۳۵

التَّحِيَّاتُ الطَّيِّبَاتُ الصَّلَوَاتُ الزَّاكِيَاتُ لِلّٰهِ ، اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ ، السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ ،

(مؤطا)

حدیث ۳۶

اَلتَّحِيَّاتُ الطَّيِّبَاتُ الصَّلَوَاتُ الزَّاكِيَاتُ لِلّٰهِ ، اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهُ ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ ، اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَ عَلٰی عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ ، (مؤطا)

حدیث ۳۷
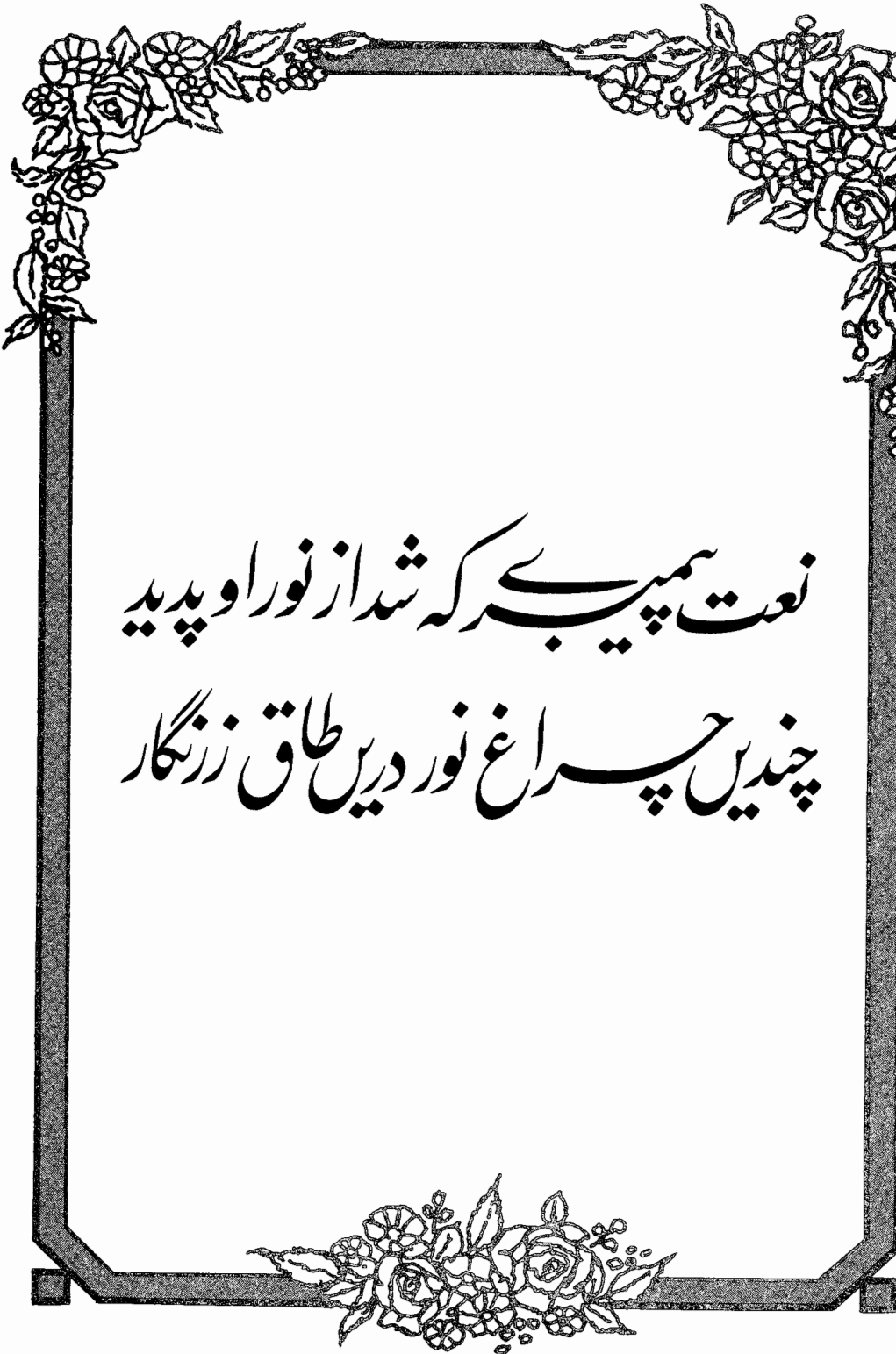
اَلتَّحِيَّاتُ الصَّلَوَاتُ لِلّٰهِ ، السَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ ، اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ ، (طحاوی)

حدیث ۳۸

اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ الصَّلَوَاتُ الطَّيِّبَاتُ ، السَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ ، السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ ، اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ ، (ابوداؤد)

حدیث ۳۹

اَلتَّحِيَّاتُ الْمُبَارَكَاتُ الصَّلَوَاتُ الطَّيِّبَاتُ لِلّٰهِ ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ ، اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ ، اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ ، (مسلم شریف)

حدیث ۴۰

بِسْمِ اللّٰهِ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ، (المستدرک للحاکم)

نعت پیمبری که شد از نور او پدید
چندین چراغ نور دریں طاق زرنگار

نعت حضرت قدسی رحمتہ اللہ علیہ

مرحبا سیدِ مکّی مدنی العربی
دل و جاں باد فدایت چہ عجب خوش لقبی

من بیدل بجمال تو عجب حیرانم
اللہ اللہ چہ جمالست بدین بوالعجبی

چشم رحمت بکشا سوئے من انداز نظر
اے قریشی لقبی ہاشمی و مطلبی

ماہمہ تشنہ لبانیم و توی آب حیات
رحم فرما کہ ز حد می گزرد تشنہ لبی

عاصیانیم ز ما نیکی اعمال مپرس
سوئے ما روئے شفاعت بکن ازبے سببی

سیدی انت حبیبی و طبیب قلبی
آمدہ سوئے تو قدسی پئے درماں طلبی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قصیدہ بہاریہ در نعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حجتہ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمتہ اللہ علیہ

نہوے نغمہ سرا کس طرح سے بلبل زار ۔۔۔ کہ آئی ہے نئے سر سے چمن چمن میں بہار

ہر ایک کو حسب لیاقت بہار دیتی ہے۔ ۔۔۔ کسی کو برگ کسی کو گل اور کسی کو بار

کیا ہے بھیج کے سیل آب چاہ کو معزول ۔۔۔ بجائے بادصبا بوئے گل ہے کار گذار

کریں ہیں مرغ چمن سارے مشق موسیقی ۔۔۔ کہ گانے ہیں انہیں اس سال شکر حق میں ملار

بہار گل کی خبر سن کے چھڑکے ہے پانی ۔۔۔ سحاب سبزہ پژمردہ پر کہ ہو ہشیار

پھریں ہیں کھیلتے آب رواں و باد صبا ۔۔۔ کھلیں ہیں غنچے ہنسیں گل ہیں اور خوش ہے ہزار

خوشی سے مرغ چمن ناچ ناچ گاتے ہیں ۔۔۔ کف ورق سے بجاتے ہیں تالیاں اشجار

اچھلتے ہیں کہیں دیکھ ایک طرف فوارے ۔۔۔ کہیں ہیں کودتے اونچے سے آب پر اثمار

چمن کو دیکھ کے پھولا پھلا ہوا قمری ۔۔۔ کرے ہے سرو پہ تسبیح حق پکار پکار

ہوا ہے چرخ کا سب اب کے صرف بارش آب ۔۔۔ زمیں سے اسے ہووے گی حاجت امطار

چمن میں کثرت گل سے رہی نہ گنجائش ۔۔۔ پھرے ہے چار طرف بوئے گل خدائی خوار

عجب نہیں جو جمیں آب تیغ سے پھر سر ۔۔۔ کہ نام آب ہی نشوونما کو ہے درکار

سمجھ کے تخم بشر کیا عجب جو مردوں کو ۔۔۔ قوای نامیہ دیں اب کی بار برگ و بار

یقین ہے اب کے تروتازگی کے باعث سے ۔۔۔ بغیر آگ کے پکنا ہو کشت کا دشوار

جو بوئیں ہاتھ سے اپنے ہی زاہدان خشک ۔۔۔ تو نکلے شجرۂ طوبے ز دانہ ہائے شمار

شرار دانہ بارود کو لگیں ہیں پھول ۔۔۔ عموم فیض بہاری سے آگ ہے گلزار

یہ فیض عام سے سر پر ہرن کے شاخیں ہیں ۔۔۔ بدن پہ شیر کے گل اور دم میں سیہہ کے خار

بجھائی ہے دل آتش کی بھی تپش یا رب ۔۔۔ کرم میں آب کو دشمن سے بھی نہیں انکار

بساط سبز مشجر بنا ہے صحن چمن	پڑا جو سطح پہ سبزہ کے سایہ اشجار
ہوا کو غنچہ دل بستہ کی ہے دلجوئی	ادہر ہے آب تلک شاخ و برگ سب پہ نثار
کرے ہے سبزۂ نو خاستہ پہ گل سایہ	اڑہاتی آب رواں کی ہیں چادریں انہار
یہ قدر خاک ہے ہیں باغ باغ وہ عاشق	کبھی رہے تھا سدا جن کے دل کے بیچ غبار
نہوے رشک سے لالہ کے دل پہ کب تک داغ	کہ گل ہے سوختہ جان تھی جو شمع آتشبار
نہوے دنگ کوئی کب تلک کہ لالہ و گل	نکالیں سبز شجر سبزہ سرخ گل سے عذار
جلائے گر کہیں ہم شکل شاخ شمع کو بھی	دہویں بکھیر دے آتش کے دم میں باد بہار
یہ ربط ہے گل و بو میں اگر جدا ہو بو	تو جان کھو نے کو ہو اپنی گل وہیں تیار
لگائے منہ بھی نہ گل دم خدا کی قدرت ہے	اور اسکی دم سے لگا یوں پھرے گل بے خار
چنور سنہری بنائے ہیں ہر شجر کے لئے	شعاع کی مہ و خور میں لگا کے چرخ نے تار
سمجھ کے غنچہ لالہ کرے ہے گل ورنہ	نسیم تیز کو کچھ شمع سے نہیں پیکار
جو شکل شاخ بنا کر کے شمع کچھ مانگے	تو منصب شجر طور ہی دلائے بہار
یہ سبزہ زار کا رتبہ ہے شجرہ موسیٰ	بنا ہے خاص تجلی کا مطلع انوار
اسی لئے چمنستان میں رنگ مہندی نے	کیا ظہور ورق ہائے سبز میں ناچار
ھنود کو ہے گمان دیکھ کر یہ اعجوبے	کہ اب کے لیں ہیں جنم سبزہ زار میں اوتار
نزاکت چمنستان بیان کیا کیجئے۔	کہ صنع حق کے تئیں دیکھ عقل ہے بیکار
نہ شاخ گل کے تئیں تاب بار شبنم ہے	نہ کوئی لحہ ہے شبنم کو دھوپ ہی کی سہار
ہوا کی ایک ٹھسک سے ہے چور چور حباب	رگڑ سے آب کی ڈھانگیں ہیں آب جو کی فگار
پڑے پھپولے حبابوں کے نرمی تن سے	بندھا جو بوندوں کا کثرت سے تن پہ انکے تار
گرا دیا ہے تلے گل نے بار سایہ کو	کہ رنگ و بو کا اٹھانا بھی تھا اسے دشوار
نہ ہو کہاں تئیں آب رواں کا پتلا حال	خراش سبزہ بپا سر پہ سایہ گل بار
پچھاڑ کھا کے گرے ہے چمن میں چادر آب	ہوا ہے کثرت لغزش سے آب بھی ناچار
کمر پہ بار گراں بوے گل تلے پھسلن	نہ لڑکھڑائے کہاں تک ہوا دم رفتار
جو گر پڑے تو اٹھا جا نہ سایہ گل سے	نہ تھم سکے جو پھسل جائے موجہ جو بار

کہاں زمین کہاں یاسمین و لالہ و ورد فلک بھی گرد ہوا دیکھ کر چمن کی بہار
زمین سے چرخ ہے ہر طرح اب کے شرمندہ زمین میں گڑ جا اگر چرخ کی بسے کچھ پار
دکھائے چرخ اگر اپنے چاند و سورج کو مقابلہ پہ ہر ایک حوض باغ ہو تیار
کئے ہیں آپ زمین نے جواب بارش میں بجائے بوندوں کے فوارے اسطرف تیار
پہنچ سکے شجر طور کو کہیں طوبے مقام یار کو پہنچے ہے مسکن اغیار
زمین و چرخ میں ہو کیوں نہ فرق چرخ و زمین یہ سب کا بار اٹھائے وہ سب کے سر پر بار
کرے ہے ذرہ کوے محمدی سے خجل فلک کے شمس و قمر کو زمین لیل و نہار
فلک پہ عیسیٰ و ادریس ہیں تو خیر سہی زمیں پہ جلوہ نما ہیں محمد مختار
فلک پہ سب سہی پر ہے نہ ثانی احمد زمین پہ کچھ نہ ہو پر ہے محمدی سرکار
نثار کیا کروں مفلس ہوں نام پر اس کے فلک سے عقد ثریا لوں دے اگر وہ ادھار
ثنا کر اس کی فقط قاسم اور سب کو چھوڑ کہاں کا سبزہ کہاں کا چمن کہاں کی بہار
ثنا کر اس کی اگر حق سے کچھ لیا چاہے تو اس سے کہہ اگر اللہ سے ہے کچھ درکار
الٰہی کس سے بیاں ہو سکے ثنا اس کی کہ جس پہ ایسا تیری ذات خاص کا ہو پیار
جو تو اسے نہ بناتا تو سارے عالم کو نصیب ہوتی نہ دولت وجود کی زنہار
کہاں وہ رتبہ کہاں عقل نارسا اپنی کہاں وہ نور خدا اور کہاں یہ دیدہ زار
چراغ عقل ہے گل اس کے نور کے آگے زباں کا منہ نہیں جو مدح میں کرے گفتار
جہاں کہ جلتے ہوں پر عقل کل کے بھی پھر کیا لگی ہے جان جو پہنچیں وہاں میرے افکار
مگر کرے مری روح القدس مددگاری تو اس کی مدح میں میں بھی کروں رقم اشعار
جو جبرئیل مدد پر ہو فکر کی میرے تو آگے بڑھ کے کہوں کہ جہان کے سردار
تو فخر کون و مکان زبدہ زمین و زمان امیر لشکر پیغمبراں شہ ابرار
خدا ترا تو خدا کا حبیب اور محبوب خدا ہے آپ کا عاشق تم اس کے عاشق زار
تو بوئے گل ہے اگر مثل گل ہیں اور نبی تو نور شمس گر اور انبیاء ہیں شمس نہار
حیات جان ہے تو ہیں اگر وہ جان جہاں تو نور دیدہ ہے گر ہیں وہ دیدہ بیدار
طفیل آپ کے ہے کائنات کی ہستی بجا ہے کہئے اگر تم کو مبدالاثار

جلومیں تیرے سب آئے عدم سے تا بہ وجود — قیامت آپ کی تھی دیکھئے تو اک رفتار
جہاں کے سارے کمالات ایک تجھ میں ہیں — تیرے کمال کسی میں نہیں مگر دو چار
گرفت ہو تو ترے اک بندہ ہونے میں — جو ہو سکے تو خدائی کا اک تری انکار
بجز خدائی نہیں چھوٹا تجھ سے کوئی کمال — بغیر بندگی کیا ہے لگے جو تجھ کو عار
جو دیکھیں اتنے کمالوں پہ تیری یکتائی — رہے کسی کو نہ وحدت وجود کا انکار
یہ اجتماع کمالات کا تجھے اعجاز — دیا تھا تا نہ کریں انبیاء کہیں تکرار
تو آئینہ ہے کمالات کبریائی کا — وہ آپ دیکھتے ہیں اپنا جلوہ دیدار
پہنچ سکا ترے رتبہ تلک نہ کوئی نبی — ہوئے ہیں معجزہ والے بھی اس جگہ ناچار
جو انبیاء ہیں وہ آگے تری نبوت کے — کریں ہیں امتی ہونے کا یا نبی اقرار
لگاتا ہاتھ نہ پتلے کو بوالبشر کے خدا — اگر ظہور نہ ہوتا تمہارا آخر کار
خدا کے طالب دیدار حضرت موسیٰ — تمہارا لیجئے خدا آپ طالب دیدار
کہاں بلندی طور اور کہاں تری معراج — کہیں ہوئے ہیں زمین آسمان بھی ہموار
جمال کو ترے کب پہنچے حسن یوسف کا — وہ دلربائے زلیخا تو شاہد ستار
اگر قمرمیں کچھ آ جائے تیرے چہرہ کا نور — تورات دن ہواور آگے ہواس کے دن شب تار
جمال ہے ترا معنی حسن ظاہر میں — کیا ہے معجزہ سے تو نے آپ کو اظہار
رہا جمال پہ تیرے حجاب بشریت — نجانا کون ہے کچھ بھی کسی نے جزستار
سوا خدا کے بھلا تجھ کو کیا کوئی جانے — تو شمس نور ہے شپر نمط اولوالابصار
سما سکے تری خلوت میں کب نبی و ملک — خدا غیور تو اس کا حبیب اور اغیار
جو آئینہ میں پڑے عکس خال کا تیرے — تو رشک مہر کا ہو جائے مطلع الانوار
تمہارا خال قدم دیکھ رشک سے مہ کے — جگر پہ داغ ہے سورج کو ہے عذاب النار
نہ بن پڑا وہ جمال آپ کا سا ایک شب بھی — قمر نے گو کہ کروڑوں کئے چڑھاؤ اتار
اگر پڑے ترے تلوے میں عکس سورج کا — تو آگے نور قدم کے ہو تیرے خال شمار
سفید دیدہ بے نور سا ہے دیدہ خور — بصیر ہونے کو تلوے کا تل ہے تیرے بکار
بنا شعاعوں کی جاروب تیرے کوچہ سے مہر — کرے ہے دور اندھیرے کا روز گرد و غبار

اگر ترے رخ روشن سے گل کو دوں تشبیہ ‏ شعاع مہر کو ہو آرزوئے منصب خار
مربی مہ و خور ذرے تیرے کوچہ کے ‏ معلم الملکوت آپ کا سگ دربار
خوشا نصیب یہ نسبت کہاں نصیب مرے ‏ تو جس قدر ہے بھلا میں برا اسی مقدار
نہ پہنچیں گنتی میں ہرگز ترے کمالوں کی ‏ مرے بھی عیب شہ دوسرا شہ ابرار
قبول جرم سے امت کے تیری کھا دھوکا ‏ عجب نہیں ہے جو شیطان بھی ہو نیکوکار
جو چھو بھی دیوے سگ کوچہ تیرا اس کی نعش ‏ تو پھر تو خلد میں ابلیس کا بنائیں مزار
عجب نہیں تری خاطر سے تیری امت کے ‏ گناہ ہوویں قیامت کو طاعتوں میں شمار
بکیں گے آپ کی امت کے جرم ایسے گراں ‏ کہ لاکھوں مغفرتیں کم سے کم پہ ہوں گی نثار
کفیل جرم اگر آپ کی شفاعت ہو ‏ تو قاسمی بھی طریقہ ہو صوفیوں میں شمار
ترے بھروسہ پہ رکھتا ہے غرہ طاعت ‏ گناہ قاسم برگشتہ بخت بداطوار
گناہ کیا ہے اگر کچھ گنہ کئے میں نے ‏ تجھے شفیع کہے کون گر نہ ہوں بدکار
تمہارے حرف شفاعت پہ عفو ہے عاشق ‏ اگر گناہ کو ہے خوف غصہ قہار
یہ سن کے آپ شفیع گناہ گاراں ہیں ‏ کئے ہیں میں نے اکٹھے گناہ کے انبار
ترے لحاظ سے اتنی تو ہو گئی تخفیف ‏ بشر گناہ کریں اور ملائک استغفار
دعا تری مرے مطلب کی ہو اگر حامی ‏ تو بخت بد کو ملے حق کے گھر سے بھی پھٹکار
یہ ہے اجابت حق کو تری دعا کا لحاظ ‏ قضاء مبرم و مشروط کی سنیں نہ پکار
خدا ترا تو جہاں کا ہے واجب الطاعۃ ‏ جہاں کو تجھ سے تجھے اپنے حق سے ہے سروکار
قضاء کو تیری یہ خاطر مگر تجھے وہ ہے ‏ قضاء حق سے نیاز اور نیاز کا اقرار
اگر جواب دیا بیکسوں کو تو نے بھی ‏ تو کوئی اتنا نہیں جو کرے کچھ استفسار
کروڑوں جرموں کے آگے یہ نام کا اسلام ‏ کرے گا یا نبی اللہ کیا مرے پہ پکار
دکھائے دیکھئے کیا اپنا طالع بدبیں ‏ نگاہ لطف تری ہو نہ گر مری غم خوار
برا ہوں بد ہوں گنہگار ہوں پہ تیرا ہوں ‏ ترا کہیں ہیں مجھے گو کہ ہوں میں ناہنجار
لگے ہے سگ کو ترے میرے نام سے گو عیب ‏ پہ تیرے نام کا لگنا مجھے ہے عزو وقار
تو بہترین خلائق میں بد ترین جہاں ‏ تو سرور دو جہاں میں کمینہ خدمت گار

بہت دنوں سے تمنا ہے کیجیے عرض حال — اگر ہو اپنا کسی طرح تیرے در تک بار
وہ آرزوئیں جو ہیں مدتوں سے دل میں بھری — کہوں میں کھول کے دل اور نکالوں دل کا بخار
مگر جہاں ہو فلک آستاں سے بھی نیچا — وہاں ہو قاسم بے بال و پر کا کیونکہ گزار
نہ جبرئیل کے پر ہیں نہ ہے براق کوئی — جو اڑ کے در تئیں پہنچوں تمہارے یا ہو سوار
کشش پہ تیری لئے اپنا بار بیٹھے ہیں — تکے ہے تیری طرف کو یہ اپنا دیدہ زار
یہ میری جان نکمی سی تھی سو اس کے بھی — پڑے ہیں چرخ و زماں پیچھے باندھ کر ہتھیار
مدد کر اے کرم احمدی کہ تیرے سوا — نہیں ہے قاسم بیکس کا کوئی حامی کار
دیا ہے حق نے تجھے سب سے مرتبہ عالی — کیا ہے سارے بڑے چھوٹوں کا تجھے سردار
جو تو ہی ہم کو نہ پوچھے تو کون پوچھے گا — بنے گا کون ہمارا تیرے سوا غم خوار
لیا ہے سگ نمط ابلیس نے مرا پیچھا — ہوا ہے نفس موا سانپ سا گلے کا ہار
وہ عقل بے خرد اپنی یہ زور حرص و ہوا — اسے سوجھاؤں میں یا ان سے آکے ہوں دوچار
دکھائے ہے مرے دل کے لبھانے کو ہر دم — ہزار طرح کے دنیائے کہنہ سال سنگار
ادھر ہجوم تمنا ادھر نصیبوں سے — کرے ہے بخت زبوں ہر امید سے پیکار
رجاؤ خوف کی موجوں میں ہے امید کی ناؤ — جو تو ہی ہاتھ لگائے تو ہووے بیڑا پار
امیدیں لاکھوں ہیں لیکن بڑی امید ہے یہ — کہ ہو سگان مدینہ میں میرا نام شمار
جیوں تو ساتھ سگان حرم کے تیرے پھروں — مروں تو کھائیں مدینہ کے مجھ کو مور و مار
جو یہ نصیب نہ ہو اور کہاں نصیب میرے — کہ میں ہوں اور سگان حرم کی تیرے قطار
اڑا کے باد مری مشت خاک کو پس مرگ — کرے حضور کے روضہ کے آس پاس نثار
ولے یہ رتبہ کہاں مشت خاک قاسم کا — کہ جائے کوچہ اطہر میں تیرے بن کے غبار
مگر نسیم مدینہ ہے گرد باد بنا — کشاں کشاں مجھے لے جا جہاں ہے تیرا مزار
ہوس نہیں مجھے اس سے بھی کچھ رہی لیکن — خدا کی اور تری الفت سے میرا سینہ فگار
لگے وہ تیر غم عشق کا میرے دل میں — ہزار پارہ ہو دل خون دل میں ہو سرشار
لگے وہ آتش عشق اپنی جان میں جس کی — جلاوے چرخ ستمگر کو ایک ہی جھونکار
صدائے صور قیامت ہو اپنا اک نالہ — بجائے برق ہو اپنی ہی آہ آتش بار

چبھے کچھ ایسے مرے نوک خار غم دل میں
کہ چھوٹے آنکھوں کے رستہ سے ایک لہو کی فوار

یہ ناتواں ہوں غم عشق میں کہ جائے نکل
ذرا بھی جان کو اوپر کا سانس دے جو سہار

تمہارے عشق میں رو رو کے ہوں نحیف اتنا
کہ آنکھیں چشمہ آبی سے ہوں درون غبار

یہ لاغری ہو کہ جان ضعیف کو دم نقل
نہوے ساتھ اٹھانا بدن کا کچھ دشوار

رہے نہ منصب شیخ المشائخی کی طلب،
نہ جی کو بھائے یہ دنیا کا کچھ بناؤ سنگار

ہوا اشارہ میں دو ٹکڑے جوں قمر کا جگر
کوئی اشارہ ہمارے بھی دل کے ہو جا پار

یہ کیا ہے شور و غل اتنا سمجھ تو کچھ قاسم
نہ کچھ بڑا تیرا رتبہ نہ کچھ بلند تبار

تو تھام اپنے تئیں حد سے پا نہ دھر باہر
سنبھال اپنے تئیں اور سنبھل کے کر گفتار

ادب کی جا ہے یہ چپ ہو تو اور زباں کر بند
وہ جانے چھوڑ اسے پر نہ کر تو کچھ اصرار

دل شکستہ ضروری ہے جوش رحمت کو
گرے ہے باز کہیں جب تلک نہ دیکھے شکار

وہ آپ رحم کریں گے مگر سنیں تو سہی
شکست شیشہ دل کی ترے کبھی جھنکار

بس اب درود پڑھ اس پر اور اس کی آل پہ تو
جو خوش ہو تجھ سے وہ اور اس کی عترت اطہار

الٰہی اس پہ اور اس کی تمام آل پہ بھیج
وہ رحمتیں کہ عدد کر سکے نہ ان کو شمار

غزل نعتیہ

سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمتہ اللہ علیہ

ذرا چہرے سے پردے کو اٹھاؤ یا رسول اللہ
مجھے دیدار ٹک اپنا دکھاؤ یا رسول اللہ

اٹھا کر زلف اقدس کو ذرا چہرہ مبارک سے
مجھے دیوانہ اور وحشی بناؤ یا رسول اللہ

پیاسا ہے تمہارے شربت دیدار کا عالم
کرم کا اپنا ایک پیالہ پلاؤ یا رسول اللہ

چھپیں خجلت سے جا کر پردہ مغرب میں ماہ و خور
گر اپنے حسن کا جلوہ دکھاؤ یا رسول اللہ

یقیں ہو جائے گا کفار کو بھی اپنی بخشش کا
جو میداں میں شفاعت کے تم آؤ یا رسول اللہ

ہوا ہوں نفس اور شیطان کے ہاتھوں بہت رسوا
مرے اب حال پر تم رحم کھاؤ یا رسول اللہ

کرم فرماؤ ہم پر اور کرو حق سے شفاعت تم
ہمارے جرم و عصیان پر نہ جاؤ یا رسول اللہ

مشرف کر کے مجھ کو کلمہ طیب سے اپنے تم
پھر اب نظروں سے اپنی مت گراؤ یا رسول اللہ

کرو روئے منور سے مری آنکھوں کو نورانی
مجھے فرقت کی ظلمت سے بچاؤ یا رسول اللہ

شفیع عاصیاں ہو تم وسیلہ بیکساں ہو تم
تمہیں چھوڑ اب کہاں جاؤں بتاؤ یا رسول اللہ

خدا عاشق تمہارا اور ہو محبوب تم اس کے
ہے ایسا مرتبہ کس کا سناؤ یا رسول اللہ

مجھے بھی یاد رکھیو ہوں تمہارا امتی عاصی
گنہگاروں کو جب تم بخشواؤ یا رسول اللہ

اگرچہ نیک ہوں یا بد تمہارا ہو چکا ہوں میں
تم اب چاہو ہنساؤ یا رلاؤ یا رسول اللہ

جہاز امت کا حق نے کر دیا ہے آپ کے ہاتھوں
بس اب چاہو ڈباؤ یا تراؤ یا رسول اللہ

پھنسا ہوں جس طرح گرداب غم میں ناخدا ہو کر
مری کشتی کنارے پر لگاؤ یا رسول اللہ

نعت

حضرت امیر مینائی لکھنوی رحمتہ اللہ علیہ

حشر کے دن رتبہ والائے سرور دیکھنا
زیر پا اورنگ شاہی چتر سر پر دیکھنا

زیر منبر انبیاء و اولیاء و اتقیا
جلوہ فرما ہوں گے وہ بالائے منبر دیکھنا

امتیں جنتی ہیں سب کو بخشوائیں گے نبی
ملتجی ہوں گے ان ہی سے سب پیمبر دیکھنا

جلوہ گر ہو گی کسی جانب کو جنت کی بہار
موج زن ہو گا کسی جانب کو کوثر دیکھنا

لب کھلیں گے جس گھڑی بہر شفاعت آپ کے
ساتھ ہی ہوں گے کشادہ خلد کے در دیکھنا

نامہ اعمال امت سادہ ہو جائیں گے سب
ابر رحمت روز محشر ہو گا سر پر دیکھنا

آپ کی مرضی سے ہو گا سارے عالم کا حساب
آپ کے قبضے میں ہو گا سارا دفتر دیکھنا

خدمت والا میں حاضر ہو گا جب اس دن امیر
چشم رحمت سے اسے اے کل کے داور دیکھنا

نعت

حضرت مولانا پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ

دل لگڑا بےپرواہاں نال جتھے دم مارن دی نہیں مجال
صلی علیہ ذوالجلال
کراں یاد میں سوہنی جہات نوں اس سفر عرب والی رات نوں
اس حمرا وادی دی گھات نوں یالیتنی یوم الوصال
دل لگڑا بےپرواہاں نال!
آدم تھیں تا عیسیٰ مسیح نفسی بلیین سب نبی
اتھے بولسی ہک امتی احمد نبی صاحب کمال
دل لگڑا بےپرواہاں نال
مہر علی تو کون بچارا نپٹ لاشے تے اوگن ہارا
سرتے چاکے عیباں دا بھارا لاویں پریت توں شاہاں نال
دل لگڑا بےپرواہاں نال
لاکے پریتاں کدیں نہ نسیئے بھیت دلاں دا مول نہ دسیئے
اندر روییئے تے باہر ہنسیئے ملئے سداں بےچاہاں نال
دل لگڑا بےپرواہاں نال
مہر علی کیوں پھریں اداسی اج کل سوہنا آگل لاسی
ہوس خوشیاں تے غم جاسی ملساں لمیاں کر کر باہاں نال
دل لگڑا بےپرواہاں نال جتھے دم مارن دی نہیں مجال
صلی علیہ ذوالجلال

عَلِّمُوْا اَوْلَادَکُمْ مَحَبَّۃَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم

اِس کتاب کا ہر وہ قاری جس کے دل میں اُمّت کا درد اور اس کی نشأۃ ثانیہ کی لگن ہے اُس کا یہ فرض ہے کہ انفرادی یا اجتماعی طور پر مختلف سطحوں پر تعلیم کے حلقے یا دُرود و سَلام کی مجالِس قائم کرکے ذکرالنّبی الحبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو عام کرے اور جہاں ذکر اور دینی تعلیم کا حلقہ موجود ہو وہاں کوشِش کرے کہ یہ کتاب تعلیم میں شامل ہو جائے یا اُن کو کتاب مہیّا کر دے یا خود چھپوا کر تقسیم کر دے کیونکہ ہر مسلمان کے لئے حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی محبّت اور سیرتِ پاک کا ضروری علم ہونا حقیقی ایمان کا تقاضا ہے لہٰذا حسبِ مقدور جو اِس سلسلے میں کوشش کریگا انشاءاللہ اُس کو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور دارین کی ترقیات حاصل ہوں گی ۔